اولاد کو سکھاؤ محبت حضور ﷺ کی

تصنیفِ لطیف

ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی

سابق وزیر اطلاعات (سعودی عرب)

ترجمہ

ڈاکٹر محمد مبارز ملک

Marfat.com

عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمْ مُحَبَّۃَ رَسُوْلَ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اولاد کو سکھاؤ محبت حضور ﷺ کی

دین میں حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت کا مقام اور اس کی اہمیت، آپ کے خصائص اور پاکیزہ شمائل۔ آپ کی دلنواز سیرت مبارکہ کی چند جھلکیاں، منصف مزاج غیر مسلم مفکرین کا اعترافِ عظمت، نہایت ذوق و شوق اور عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی تحقیقی کتاب

○

تصنیفِ لطیف

محمد عبدہٗ یمانی

سابق وزیر اطلاعات (سعودی عرب)

○

ترجمہ

ڈاکٹر محمد مبارز ملک

(شعبہ عربی۔ جامعہ پنجاب۔ لاہور)

Marfat.com

جُملہ حقُوق محفُوظ

باردوم 2001ء

باراوّل ———— ایک ہزار

ہدیہ ———— -/90 روپے

زیرِاہتمام

نجابت علی تارڑ

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ لاہور

فون: 0300-9467047

Marfat.com

فہرست

عنوانات	صفحہ
پیش لفظ	7
تقریظ	14
رحمت نبوی کی چند جھلکیاں	17
خصائص مصطفوی کا بیان	19
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت	26
محبت مصطفوی کی حکمت	28
رحمت عالم بحیثیت باپ	35
پہلی بیوی سے اولاد	37
ذوالنورین کہنے کی وجہ	39
مقام سیدۃ فاطمۃؓ	43
حضرت ابراہیم آنکھوں کی ٹھنڈک	50
ام معبد کی زبانی جناب رسول ﷺ کا سراپا	53
مبارک یتیم	55
ایسا فقیر جو غنی تھا	64
عزت والا اور طاقت والا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ باعزت اور طاقتور بنا دے	66
حضرت محمد مصطفیٰؐ منصف مزاج مفکرین کی نظر میں	69
چاند ہم پر طلوع ہو گیا ہے (ہجرت اور اس کی یاد کے دوران)	81
ہجرت مبارکہ	91
ہجرت تاریخ اسلام کی ابتدا ہے	93
اسلام ہجرت سے پہلے اور اس کے بعد	94
مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کا پہلا خطاب	96

Marfat.com

ایک تاریخی اور بے مثال انسانی واقعہ	96
کس چیز نے ہجرت شریفہ کو ضروری بنا دیا	96
میلادِ نبوی کا جشن	99
جناب رسول اللہؐ کے حضور	111
صحابہ کرام کی تگ ودو	119
رحمتہ للعالمین	120
دربار نبویؐ کے آداب	122
کتب سابقہ میں آپ کی اور آپ کی امت کی صفات کا بیان	123
جناب رسول اللہؐ کا حلیہ مبارک ھند بن ابی ہالہ کی زبانی	124
حضور ﷺ کی رفتار و گفتار	127
نعمت کی قدردانی اور حمایت حق کے سلسلہ میں آپ کا طرز عمل	129
اندرون خانہ اور بیرون خانہ آپ کا طرز عمل	130
آپ ﷺ کی مجالس کی کیفیت	132
کامل شخص ہمیشہ کمال کی طرف دعوت دیا کرتا ہے	135
آپ کا کلام اور آپ کی فصاحت و بلاغت	136
میں اس لیے بھیجا گیا ہوں تاکہ اخلاق کی اعلیٰ باتوں کی تکمیل کروں	139
صحابہ کرام آپ ﷺ پر فریفتہ و شیدا تھے	142
ہیبت جس میں تواضع و محبت نے لطافت پیدا کر دی تھی	148
اس وقت اے عمرؓ	151
غار کے ساتھی اور چند دیگر جان نثاران رسول ﷺ	152
دو شہروں میں سے بڑا آدمی	161
اے ابوہریرہؓ ہمیں معاف کیجیے	169
حضرت ابوہریرہؓ تمام صحابہ کی نسبت حضور ﷺ کے زیادہ قریب رہتے تھے	171
حضرت ابوہریرہؓ پر کثرت روایت کا الزام بے بنیاد ہے	173
حضرت ابوہریرہؓ کی کمال یادداشت	174

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنی والدہ کے ساتھ برتاؤ	180
یقیناوہ تیرے اہل بیت سے نہیں	185
دینی رشتہ اور خونی رشتہ کے درمیان موازنہ	190
آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ مکہ مکرمہ میں ہوئی	199
کعبہ مسلمانوں کا قبلہ اور آپ کی ذات اسلام کا قبلہ ہے	200
مورخین کا مکہ مکرمہ آپ کی جائے ولادت ہونے پر اجماع	203
حضرت عبداللہ بن عمر کا آپ کے نقوش پا کی تلاش میں رہنا	206
حضور ﷺ کی ولادت سے متعلقہ دیگر واقعات	207
مکہ معظمہ میں آپ کا مکان ولادت	210
بل شق صدرہ ﷺ (بلکہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا	216
جدید اسلامی مفکرین کے ایک گروہ کا واقعہ شق صدر سے انکار)	218
اور احادیث کی روشنی میں اس کا جواب	
شق صدر کی غرض وغایت	225
شق صدر اور اس کا احادیث متواترہ سے ثبوت	229
دیگر معجزات	236
امام نووی اور امام احمد کی رائے	239
آپ کے معجزات وخوارق آپ کی بشریت کے منافی نہیں	240
پہلے اور آخری نبی ﷺ	242
کتب سابقہ میں حضور ﷺ کی نعت	244
تخلیق آدم علیہ السلام سے پیشتر آپ ﷺ کی نبوت سے	
بعض محدثین کا انکار اور اس کا جواب	248
آپ کی سیرت طیبہ تمام انسانیت کے لیے	249
آپ کے خلق عظیم کی دو مثالیں	250
اے والدین اور اے اولاد کی پرورش کرنے والو	253

Marfat.com

نذرانہ

میں اس ترجمہ کو اپنے آقاو مولا حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیۃً پیش کرتا ہوں۔

محمد مبارز ملک

Marfat.com

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ آبَاءُ كُمْ وَاَبْنَاءُ كُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَاوَ مَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا احَبَّ اِلَيْكُمْ مِن اللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاتِيَ اللهُ بِاَمْرِهٖ وَاللهُ لَا يَهْدِي الْفَاسِقِيْنَ.

اے حبیب فرما دیجئے اگر تمہارے باپ بیٹے، بھائی، بیویاں و خاوند، خاندان: کمائے ہوئے مال، وہ کاروبار جن کے نقصان کا تم اندیشہ کرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات، تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسق قوم کو کامیاب نہیں فرماتا۔

اس آیت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ جس قوم کے دل میں ہر شے سے بڑھ کر یہ تین محبتیں۔ محبت الٰہی، محبت رسول اور محبت جہاد...... ہوں گی دنیا و آخرت میں وہی کامیاب و سرخرو ہو گی۔ اور اگر دیگر اشیاء کی محبت غالب آگئی تو پھر ذلت و رسوائی اس قوم کا مقدر بن جائے گی۔ اسی لیے حبیب خدا ﷺ نے اپنی امت کو متعدد ارشادات کے ذریعے اس محبت کا درس دیا۔

ایک مقام پر تمام اہم فطری رشتے گنوا کر فرمایا:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من مالہ و ولدہ ونفسہ والناس اجمعین

تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک میری ذات اس کے لیے اپنے مال، اولاد، اپنی جان اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ (البخاری، کتاب الایمان باب حب رسول اللہ)

آپ ﷺ نے اپنے پیارے صحابی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے؟ انہوں نے نہایت غور و فکر کے بعد عرض کیا:

لانت یا رسول اللہ احب الی من کل شیء الا نفسی

یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔

اس پر آپ نے فرمایا:

لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیک من نفسک

ہرگز نہیں مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں، تمہاری جان سے بھی محبوب نہ ہو جاؤں (تم ایمان میں کامل نہیں ہو سکو گے)۔

عرض کیا یا رسول اللہ!

الان احب الیّ من نفسی

اب تو آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز و محبوب ہو گئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الأن یا عمر

اے عمر اب تیرا ایمان کامل ہوا۔

(البخاری، باب کیف کانت یمین النبی)

سب سے زیادہ محبت انسان کو اپنی ذات سے ہوتی ہے مگر مذکورہ فرمان میں واضح کر دیا کہ اگر کامل ایمان چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول سے اپنی ذات سے

Marfat.com

بھی بڑھ کر محبت کرو۔

ایک اہم ضابطہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو یہ ضابطہ دیا ہے کہ جو شخص جس سے محبت کرے گا اس کو اس کی رفاقت نصیب رہے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا:

وما اعددت لها

"تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟

عرض کیا:

ما اعددت لها من كثير صلوة ولا صوم ولا صدقة ولكن احب الله ورسوله

میں نے روز قیامت کے لیے اتنی زیادہ نمازوں، روزوں اور صدقات کے ساتھ تیاری نہیں کی لیکن اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

انت مع من احببت

تو اپنے محبوب کے ساتھ ہی ہوگا۔ (البخاری، باب علامۃ الحب فی اللہ)

اس مبارک اور اہم ضابطہ پر صحابہ جس قدر خوش ہوئے اس کا بیان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی سنیئے۔ فرماتے ہیں اسلام لانے کے بعد

فما فرحنا بشی فرحنا بقول النبی صلی علیه وسلم انت مع من احببت

آج تک ہم کبھی اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے آج آپ کا یہ فرمان سن کر ہوئے کہ محبت کرنے والے کو محبوب کی رفاقت نصیب رہے گی۔

Marfat.com

اور پھر اس خوشی میں وہ جھوم اٹھے اور کہنے لگے :

انا احب النبی ﷺ وابابکرو عمر و ارجوان اکون بحبی ایاھم و ان لم اعمل بمثل اعمالھم

اگرچہ میں ان پاکیزہ ہستیوں جیسے عمل نہیں کر سکا مگر حضور علیہ السلام ابو بکر و عمر کے ساتھ محبت ضرور رکھتا ہوں امیدوار ہوں کہ اسی محبت کی بناء پر ان کی رفاقت نصیب ہو گی۔

محبت رسول کی مرکزی حیثیت

چونکہ مسلمان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی محبت سب سے بڑھ کر عظیم اور قیمتی متاع و سرمایہ ہے اس لیے مذکورہ ضابطہ کے ساتھ ساتھ امت کو یہ تعلیم دی اگر چاہتے ہو کہ تم اور تمہاری اولاد شیطانی حملوں سے محفوظ رہے اور دنیا و آخرت کی زندگی بہتر ہو تو اولاد کی تربیت کرتے وقت اسے جو نصاب زندگی دو اس میں مرکزی حیثیت جس چیز کو حاصل ہونی چاہیے وہ "محبت رسول" ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال حب نبیکم وحب اھل بیته وقراۃ القران

اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ! اپنے پیارے آقا ﷺ سے محبت، اہل بیت سے محبت اور قرآن کا پڑھنا۔

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام عبدالرؤف المناوی لکھتے ہیں :

وھذاواجب لان مجته تبعث علی امتثال ما جاء به

(فیض القدیر ۱ : ۲۲۵)

محبت رسول کی تعلیم بچوں کو دینا اہم فریضہ ہے۔ کیونکہ محبت ہی ہے جو آپ کی شریعت مبارکہ پر عمل کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

جب تک مسلمانوں نے اولاد کی تربیت اس نہج پر کی کامیابی نے ان کے قدم

Marfat.com

چو مے اور جب سے یہ رشتہ محبت کمزور ہوا امت زوال کا شکار ہو گئی۔

ان کے جو غلام تھے خلق کے پیشوا رہے

ان سے پھرے جہاں پھر آئی کمی وقار میں

مسلم مفکرین نے اسباب زوال امت کا کھوج لگایا تو انہیں بھی یہ سبب سر فہرست نظر آیا۔ اس لیے انہوں نے اس بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لانے کے لیے حتی المقدور کوشش کی۔ ان میں ایک نام ڈاکٹر عبدہ یمانی (سابق وزیر اطلاعات سعودیہ) کا ہے جنہوں نے اس موضوع پر لکھنا اپنی زندگی کا مشن بنا رکھا ہے، جس پہ ان کی یہ بلند پایہ تصانیف شاہد عادل ہیں:

☆ علموا ولادكم محبة رسول الله
(اپنی اولاد کو رسول اللہ سے محبت کی تعلیم دو)

☆ بابی انت وامی یا رسول الله
(یا رسول اللہ میرے والدین آپ پر قربان ہوں)

☆ تأدبوا مع رسول الله (رسول اللہ کا ادب سیکھو)

☆ هكذا أصيام رسول الله. (رسول اللہ نے کیسے روزہ رکھا؟)

☆ هكذا حج رسول الله (رسول اللہ نے حج کیسے ادا کیا؟)

☆ علموا اولادكم محبة ال بيت النبى
(اپنی اولاد کو اہل بیت نبی سے محبت کی تعلیم دو)

☆ علموا اولادكم محبة صحابة رسول الله
(اپنی اولاد کو اصحاب رسول سے محبت کی تعلیم دو)

زیر نظر کتاب (علموا اولادکم محبۃ رسول اللہ) کا اجمالی تعارف

یوں تو ان کی ہر کتاب اپنے موضوع پر عظیم کاوش ہے مگر یہ کتاب اپنے مضامین کے اعتبار سے تمام کتب میں سر فہرست ہے۔ اس کی مقبولیت کا عالم ہے کہ جو اہل محبت عربی سے ناواقف ہیں انہوں نے بھی

Marfat.com

اسے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے۔

انتساب کتاب ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کا انتساب، بطور ہدیہ، حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں کیا ان کے الفاظ پڑھتے ہی انسان جھوم جاتا ہے :۔

☆ السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته

☆ نشهد أنك قد بلغت الرسالة.....وأديت الأمانة..... ونصحت الأمة...... وجاهدت فى سبيل الله حتى آتاك اليقين

"اے نبی آپ پر اللہ کی رحمتیں اور سلام ہو۔ اے پیارے آقا آپ نے رسالت کے تمام فرائض کا ملا نبھائے۔ ادائیگی ذمہ داری کا حق ادا کر دیا۔ امت کو کامل تعلیم سے نوازا۔ اور راہ خدا میں وصال تک جدوجہد فرمائی۔

افتتاحیہ کلمات افتتاحیہ کلمات مع ترجمہ ملاحظہ ہوں :۔

علموا اولا دكم ان النبى محمدا ﷺ صفوة المصطفين واول النبيين و خاتم المرسلين.

(اولاد کو تعلیم دو کہ ہمارے آقا سب سے اعلیٰ، پہلے اور آخری نبی ہیں)

علموهم انه ﷺ دعوة ابراهيم و بشارات موسى و عيسى و امام النبيين علموهم ان الله اقسم بحياته ﷺ دون احد من الانبياء وان الله فضله فى الخطاب على جميع الانبياء والمرسلين

(ان کو بتادو کہ آپ حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت موسیٰ عیسیٰ علیہم السلام کی بشارات ہیں اور آپ سید الانبیاء ہیں) (ان کو یہ بھی بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے صرف آپ کی زندگی کی قسم اٹھائی ہے اور آپ کو تمام مرسلین سے، خطاب کے لحاظ سے فضیلت دی)

Marfat.com

اغرسوا فی قلوبهم محبتهﷺ و محبة آل بیته الطاهرین الطیبین و ذکر وهم بقولهﷺ من احبنی فقد احب الله ومن اطاعنی فقد اطاع الله

(ان کے دلوں میں حضور کی محبت آپ کی آل کی محبت کا پودا کاشت کرو اور انہیں آپ کا یہ فرمان یاد دلاتے رہو "جس نے میرے ساتھ محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی)

تولوالهم ان المؤمن لا یصدق ولا یذوق حلاوة الایمان حتی یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما. (علموااولادکم، ۱۱، ۱۲)

(ان کے سامنے یہ بات بھی رکھو کہ مومن اس وقت تک اپنے ایمان کی مٹھاس نہیں پا سکتا جب تک اللہ اور اس کا رسول ماسوا سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں)

کتاب کا اردو ترجمہ کتاب کی انفرادیت اور افادیت و اہمیت کے پیش نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کا اردو ترجمہ کیا جائے اور عالم عرب میں ہونے والی اس منفرد اور بے نظیر کاوش کا فیض اہل بر صغیر تک پہنچایا جائے۔ رب العزت نے اس ضرورت کی تکمیل کی سعادت ڈاکٹر محمد مبارز ملک کو عطا کی۔ موصوف پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ عربی کے استاذ ہیں، قدیم وجدید عربی کے ماہر ہیں۔ یاد رہے کہ یہ ان کی ابتدائی کوشش ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہم سب کو اپنے پیارے حبیب کے وسیلہ سے دنیا و آخرت میں نعلین رسول کے مبارک سایہ میں رکھے آمین بجاہ سید المرسلین!

محمد خاں قادری
عالمی دعوت اسلامیہ
جامع رحمانیہ شادمان، لاہور!
۱۶ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ
۲۷ فروری ۱۹۹۴ء بروز اتوار

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

جناب رسول کریم ﷺ باوجود ایک انسان ہونے کے دیگر لوگوں کی طرح ایک عام انسان نہیں تھے۔ آپ ﷺ کی شخصیت میں ایک خاص قسم کی کشش پائی جاتی تھی جو دوست دشمن سبھی کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ مشرکین بھی اسی طرح آپ کی فضیلت کے قائل تھے جیسے مؤمنین۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ سارے کے سارے آپ کو آپ کی بعثت سے پہلے الصادق الامین کہہ کر پکارتے تھے؟

بے شک جناب رسول کریم ﷺ ہمارے پاس آخری دین لے کر آئے اور دنیا اور آخرت کی زندگانیوں کے لیے ہمارے واسطے ایک صحیح راستہ متعین فرمایا۔ انسانیت کو کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے چمکنے والے نور ایمان کی طرف، بندوں کے ظلم سے رب الارباب کے عدل کی طرف اور مخلوق کی عبادت سے ایک خالق واحد کی عبادت کی طرف نکالا۔

ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک ترقی پذیر اور عظیم تہذیب و تمدن والی امت بنا دیا۔ بلاشبہ تہذیب اسلامی اوراق تاریخ میں ہمیشہ ایک عظیم تہذیب رہی جس نے ہمارے سروں کو اونچا کر دیا، ہماری گردنیں بلند رکھیں اور ایک وقت ہم نے سارے عالم پر حکومت کی۔ اگرچہ اس کے بعد ہم نے بہت کچھ کھویا۔ مگر یہ تھوڑے سے وقت کے لیے ہے۔ انشاء اللہ اس کے بعد یہ مشکل چھٹ جائے گی اور از سر نو مسلمانوں کا ستارہ اسی طرح چمکے گا جس طرح پہلے چمکتا تھا۔

جناب رسول کریم ﷺ نے تمام انسانیت کو امن و امان اور سکون و طمانیت سے ہمکنار کیا اور اپنے پیروکاروں کے دلوں میں مادہ، روح، خاک و نور اور دین و دنیا کے

Marfat.com

درمیان صحیح توازن قائم کرنے کا شعور اجاگر کیا۔ مگر شومئی قسمت سے اب یہ توازن ہم کھو بیٹھے ہیں۔ نتیجۃً مادیت، ظلمت اور دنیاداری کا پلڑا بھاری ہو گیا۔

جناب رسول کریم ﷺ ہمارے پاس ہدایت اور نور مبین لے کر آئے۔ لہٰذا جناب ﷺ کی محبت ایمان کا ایک ایسا حصہ ہے جو اس سے جدا نہیں کیا جا سکتا اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

۱۔ **لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من نفسه وولده والناس اجمعین.**

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں اسے اس کی اپنی جان، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں"

۲۔ **ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الایمان فی قلبه: ان یکون الله و رسوله احب إلیه مماسواها**

"جس میں تین چیزیں پائی جائیں اس نے گویا ایمان کی مٹھاس چکھ لی۔ اور اپنے دل میں اسے محسوس کر لیا...... ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ، ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔

بے شک جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت مؤمنین کے دلوں پر چھا چکی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں طوفان بپا ہو گیا ہے اور جب یہ غلبۂ محبت اور اس کی طوفانی کیفیت اپنے عروج پر تھی تو اس وقت مسلمانوں نے ساری دنیا پر حکومت کی اور جب سے یہ محبت مدھم پڑ گئی اور سکڑ گئی تو ہم نے ہر چیز کو کھو دیا۔ دشمنوں اور دوستوں کی نظروں میں ہماری ہیبت ختم ہو گئی۔

اور جس دن جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ہم سچے اور مخلص ثابت

Marfat.com

ہوں گے تو اس وقت یہ مجد و شرافت دوبارہ ہمیں مل جائے گی۔ اور دنیا ذلیل ہو کر ہمارے قدموں میں آگرے گی۔

یہ کیسے ہوگا؟ اور ہم اسے کیسے پا سکتے ہیں؟

اس کے بارے میں ہم محمد عبدہٗ کی اس بیش قیمت کتاب "علموا اولادکم محبة رسول اللهﷺ میں پڑھتے ہیں اور جس کا ترجمہ محمد مبارز ملک نے اردو قارئین کیلئے اردو زبان میں کیا ہے۔ اس عمل عظیم میں زبردست کوشش کرنے پر اللہ تعالیٰ انہیں بہتر جزا دے، اب اردو دانوں پر بھی اس کے موتی نچھاور ہو رہے ہیں اور سبھی ان سے اپنا دامن بھر رہے ہیں۔

میرا یہ یقین ہے کہ اس ترجمہ کا جمال اور اس کی حسن و خوبی مترجم کی جناب رسول کریم ﷺ کے ساتھ سچی محبت کی آئینہ دار ہے۔ مترجم مذکور کے ساتھ مجھے بھی اس ترجمہ کو پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ میں نے ان کے علم، نیز سرور کون و مکان ﷺ کی محبت سے ان کی آباد روح سے بہت حد تک استفادہ کیا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر پڑھنے والے کے لیے نفع مند بنائے۔ ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے اور روز قیامت ہماری نیکیوں کے پلڑے میں اسے متر جم صورت میں رکھ دے۔ آمین!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابراہیم محمد ابراہیم

کلیۃ اللغات والترجمہ

جامعۃ الازہر الشریف۔ مصر

۸ اگست ۱۹۹۳ء

Marfat.com

رحمت نبوی ﷺ کی چند جھلکیاں

ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں مانگنے آیا۔ آپ نے اس کا دامن مراد بھر دیا اور پھر اس سے پوچھا کہ کیا میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے؟ اعرابی نے جواب دیا آپ نے اچھا معاملہ نہیں کیا۔ اس وقت جو مسلمان وہاں موجود تھے، اس کی یہ بات سن کر غضبناک ہو گئے اور بدو کی طرف بڑھے مگر آپؐ نے انہیں رک جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ اٹھے، اپنے کاشانۂ مبارک میں داخل ہوئے۔ بدو کو بلا بھیجا اور پہلے کی نسبت اسے زیادہ مال عطا کیا۔ پھر اس سے پوچھا کیا میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے؟ بولا ہاں، بے شک۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے اہل وعیال اور خاندان والوں کی طرف سے اچھا بدلہ دے تو آپ نے اعرابی سے فرمایا تو نے جو کہا ہے سو کہا ہے مگر میرے صحابہ کے دلوں میں اس بارے میں خلش پائی جاتی ہے اگر تو چاہے تو ان کے سامنے بھی وہی کچھ کہہ دے جو میرے سامنے اب کہہ رہا ہے تا کہ تیرے خلاف جو ان کے دلوں میں ہے اس کا ازالہ ہو جائے۔ بدو نے عرض کیا، سرکار! میں ایسا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جب دوسرے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور صحابہ سے فرمایا اس بدو نے جو کہا سو کہا مگر ہم نے اسے زیادہ مال دیا ہے۔ اب وہ راضی ہو چکا ہے۔ چنانچہ بدو نے وہی کلمات صحابہ کرام کے سامنے دہرا دیے جو حضور علیہ السلام کے سامنے کہے تھے۔ اس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میری اور اس آدمی کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کی ایک اونٹنی ہو اور وہ اس سے بھاگ گئی ہو۔ لوگوں نے اس کو پکڑنے کے لیے اس کا پیچھا کیا مگر اس سے وہ اور بدک گئی۔ اس منظر کو دیکھ کر اونٹنی کے مالک نے کہا لوگو مجھے اور میری اونٹنی کو چھوڑ دو میں تمہاری بہ نسبت اس سے زیادہ نرمی کرنے والا ہوں اور اس کو زیادہ جانتا ہوں۔ چنانچہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور اونچی جگہ سے اسے پکڑنے اور اپنی طرف لوٹانے کی کوشش کی۔ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ اونٹنی اس کے پاس آگئی، اس نے اسے بٹھا لیا اور کجاوا کس کر سوار ہو گیا۔ فرمایا اگر میں تمہیں اجازت دے دیتا کہ جو کچھ اس نے مجھ سے کہا ہے اس بناء پر تم اسے قتل کر دیتے تو وہ جہنم میں چلا جاتا۔ ("السیرۃ"، جلد ا ص ۷۲)

Marfat.com

اسی طرح ایک لڑکی کا واقعہ ہے جو آپ کو اس حال میں ملی کہ رو رہی تھی۔ رونے کا سبب یہ تھا کہ اس کے مالک نے اسے آٹا خریدنے کے لیے جو پیسے دیے تھے وہ انہیں گم کر بیٹھی تھی۔ آپ نے آٹا خریدنے کے لیے اسے پیسے بھی دیے اور اس کے ساتھ اس کے مالک کے پاس گئے اور بڑی نرمی اور مہربانی کے ساتھ اس سے گفتگو فرمائی جس سے متاثر ہو کر اس نے لڑکی سے نرم رویہ اختیار کیا اور اسے معاف کر دیا۔ اسی قبیل سے چھوٹوں کے ساتھ آپ کا طرز عمل اور ان پر رحمت و شفقت کے واقعات ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ہم یہ بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ کیسے آپ کے نواسوں میں سے ایک نواسا جلدی سے آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتا ہے جب کہ آپ سجدہ کی حالت میں ہوتے ہیں۔ آپؐ اپنے سجدہ کو لمبا کر لیتے ہیں مگر ان کو پریشان نہیں کرتے۔ اس وقت آپ کی کیا کیفیت ہوتی تھی جب کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور کسی بچے کے رونے کی آواز آپ کے کانوں میں آتی تو آپ اپنی نماز کو مختصر کرتے ہوئے اس آواز کی طرف چل پڑتے تھے تاکہ اس بچے کے پاس بھی کوئی نہ کوئی ضرور ہونا چاہیے جو اس کے رونے کے عالم میں اس پر رحم کرنے والا ہو۔

ایک دفعہ ایک شخص یہ کہتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ یارسول اللہ ﷺ میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں مگر اس کی طاقت نہیں ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کرتا ہے ہاں یارسول اللہ۔ فرمایا:

قابل اللہ فی برھما فإذا فعلت ذلك فانت حاج ومعتمر و مجاھد و فی روایتہ اخری قال "ففیھا فجاھد"

(تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر اس حال میں کہ تو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہو پس اگر تو ایسا کرے گا تو گویا تو حج کرنے والا، عمرہ کرنے والا اور جہاد کرنے والا ہو گا)

دوسری روایت میں ہے ان دونوں میں ہی جہاد کر یعنی ان کی خدمت کر۔

آپ کی رحمت بڑھتی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ حیوانوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھی۔ آپ کے نزدیک حیوان بھی مہربانی اور شفقت کے مستحق ہیں بلکہ اس لحاظ سے تو وہ رحمت و شفقت کے بہت زیادہ محتاج ہیں کہ وہ نہ تو شکایت کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی

Marfat.com

طرف سے دکھ درد کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ موجود تھا جونہی اس نے آپ کو دیکھا تو بڑی درد بھری آواز نکالی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جناب رسول اکرم علیہ التحیہ والثناء اس کے پاس تشریف لائے۔ اس کی گدی پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کیا تو اس جانور کے بارے میں خدا سے نہیں ڈرتا جس کو اللہ تعالیٰ نے تیری ملکیت میں دیا ہے اس نے مجھ سے شکایت کی ہے تو اسے بھوکا رکھتا ہے مگر ہمیشہ کام میں لگائے رکھتا ہے۔

یہ سارے واقعات اگر ہمارے بیٹوں کے حافظہ میں محفوظ رہ جائیں تو یقیناً ان کے دلوں میں رحمت و محبت کے جذبات پیدا کریں گے اور ان کا شمار ان رحم کرنے والوں میں سے ہوگا جن پر رحمٰن رحم کرتا ہے اور ایسے ہی ان کے دلوں میں نبی رحمت کی محبت بھی اجاگر کر دیں گے اور وہ آپ کی پیروی کریں گے اور آپ کے خصائص، خوبیوں اور کمالات سے واقفیت ہی ہماری اولاد میں محبت رسول میں اضافے کا باعث بنے گی اور اس طرح ہمارے بیٹے سیرت طیبہ کو مضبوطی سے تھام لیں گے۔

خصائص مصطفوی کا بیان

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں آپ کے ذکر کو اس طرح بلند کیا ہے کہ کوئی بھی خطیب، کوئی شہادت دینے والا اور کوئی پیغامبر ایسا نہیں مگر وہ اس کلمہ "اشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله" کا ورد کرتا ہے اس سے بڑھ کر اور کون سی عزت افزائی اور تعظیم ہو سکتی ہے؟ قاضی عیاض نے "شفا" میں فرمایا ہے کہ آپ کے خصائص اور آپ پر انعامات خداوندی میں سے جو کچھ ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کا نام لے کر یوں پکارا: یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا داؤد، یا عیسیٰ، یا ذکریا، یا یحییٰ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو درج ذیل خطابات سے نوازا: یا ایها النبی یا ایها الرسول، یا ایها المزمل یا ایها المدثر۔

Marfat.com

عظیم محدث ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے آپ کے کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ ساری مخلوق سے بڑھ کر معزز و مکرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(لعمرك) ومعناه وبقائك يا محمد وقيل و عيشك و قيل و حياتك (الحجر: ۷۲)

(اے محبوب تیری عمر کی قسم، یعنی اے محمد تیری بقاء کی قسم بعض نے کہا کہ تیرے زندگی بسر کرنے اور تیری حیات کی قسم)

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے:

ماخلق الله تبارك و تعالىٰ وماذرأ و مابرأ نفسا أكرم عليه من سيدنا محمد صلى الله عليه واله وسلم

(اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام سے زیادہ مکرم اور عزت والا کسی جان کو پیدا نہیں فرمایا)

اس طرح اللہ تعالیٰ کا آپ کے لیے تمام انبیاء کرام علیھم السلام سے عہد و پیمان لینا آپ کی تعظیم کے پیش نظر تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

واذأخذ الله ميثاق النبيين لما أتيتكم من كتاب و حكمةه ثم جاء كم رسول مصدق لما محكم لتؤمنن به ولتنصرنه قالء اقررتم وأخذ تم على ذلكم اصرى قالوا أقررنا قال فاشهدوا وأنا معكم من الشهدين فمن تولى بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون ٥

(اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا کیا تم نے اقرار کیا اور اس میں میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو

Marfat.com

ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں
ہوں تو اس کے بعد جو اس عہد سے منہ پھیرے گا تو وہی بے حکم
لوگ ہیں)

اس طرح حدیث میں ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں ایک ماہ کے فاصلے سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔ ساری روئے زمین میرے لیے مسجد بنادی گئی، میرے امتی پر جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہ وہیں نماز ادا کرے میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھیں ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور مجھے حق شفاعت عطا کیا گیا ہے۔ (اس حدیث پر "بخاری" و "مسلم" کا اتفاق ہے۔ "شرح الکرمانی علی صحیح البخاری" ج ۴، ص ۷ ۹، ۲ "تفسیر الطبری")

بعض راویوں نے ذکر کیا ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا "مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں نبوت و رسالت مجھ پر ختم کر دی گئی ہے اور میں تمام نبیوں میں سے آخری نبی ہوں"۔ قرآن حکیم میں ہے:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ
و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شی علیما
(حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ
نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور
اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے)

محدثین نے بیان کیا ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری امت تمام امتوں سے بہتر بنائی گئی جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہے"۔

ہو سکتا ہے کہ ہماری اولاد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد (انا دعوۃ ابراہیم و بشارۃ عیسی) ("طبقات ابن سعد" ا تا ۹۲) کا معنی پوچھیں تو "محفل سیرت کے دن" جس شخص نے ان سے گفتگو کرنے کا ذمہ لیا ہے اس پر لازم

Marfat.com

ہے کہ وہ ان کے سامنے اس فرمان کی خوب وضاحت کرے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ انہیں سنائے اور قرآن حکیم کی یہ آیت بھی ان پر تلاوت کرے:

ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلو علیهم ایاتك ویعلمهم الکتاب والحکمة ویذکیهم انك انت العزیز الحکیم (البقرة: ۱۲۹)

(اے ہمارے پروردگار اور بھیج ان میں ایک رسول جو انہی میں سے ہو کہ ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے)

اس آیت کی تشریح اس روایت سے ہوتی ہے جس کو ابن جریر نے حضرت ابو العالیہ سے روایت کیا ہے:

"قیل له قدا ستیجب لك وهو کائن اخر الزمان"

"جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تو ان سے فرمایا گیا تمہاری دعا قبول ہوئی اور وہ آخری زمانے میں تشریف لائیں گے"

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی نبوت کی ابتدا کیسے ہوئی تو فرمایا "میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی بشارت" ("طبقات ابن سعد' ۱' ۹۶)

ابن سعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم ہوا کہ حضرت ہاجرہ کو شام سے کسی اور طرف لے جائیں تو آپ کو براق پر سوار کیا گیا، آپ جب بھی کسی خوبصورت، نرم اور ہموار زمین سے گزرتے تو فرماتے اے جبرائیل! کیا میں اتروں تو جبرائیل جواب دیتے نہیں۔ حتیٰ کہ آپ مکہ پہنچے تو جبرائیل نے کہا:۔

انزل هنایا ابراهیم قال حیث لا ضرع ولا زرع قال نعم هنا یخرج النبی الذی من ذریته ابنك الذی تتم به

Marfat.com

الکلمتہ العلیاء ("طبقات ابن سعد" ا' ۱۰۷)

(اے ابراہیم یہاں اتریے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ایسی جگہ جہاں نہ کوئی مویشی ہے نہ کھیتی تو جبرائیل نے کہا ہاں، یہاں سے ہی وہ نبی ﷺ ظاہر ہوں گے جو آپ کے بیٹے کی اولاد سے ہیں انہی کے ذریعے سے دین اسلام کی تکمیل ہو گی۔

محمد بن کعب القرطبی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر نکلیں تو ایک ملنے والا ان سے ملا اور اس نے کہا اے ہاجرہ تیرا یہ بیٹا بہت سے قبائل کا باپ ہو گا اور اس کی قوم اور نسل سے حرم کے رہنے والے نبی ہوں گے۔

ممکن ہے کہ نوجوان یہ بھی سوال کریں کہ رسول اللہ ﷺ نبیوں کے امام کیسے بنے تو ان سے معراج کی شب آپ کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر اور وہاں بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کروانے کا سارا واقعہ بیان کیجئے۔ بیٹوں کو اس حقیقت سے بھی آگاہ ہونا چاہیے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ وہ بہترین ہستی ہیں جنہوں نے ایمان وامانت کا حق ادا کر دیا۔ امت کی خیر خواہی کی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مسلسل جہاد کیا۔ حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ یہ کیسے ہوا؟ انہیں یہ بتائیے وہ تمہاری طرف پوری توجہ دیں گے۔ تم ان سے عظیم اور رفیع القدر رسول اور عظیم الشان نبی کی بلند پایہ جدوجہد کا واقعہ بیان کرو اور ان کو یہ سارے جلیل القدر واقعات سننے کا موقع فراہم کرو۔

اس طرح وہ حضور علیہ السلام کی ان مشکلات اور تکالیف سے آگاہ ہوں گے جو آپ کو اس وقت پیش آئیں جب آپ اپنی دعوت کو ایک ایسی قوم میں پھیلا رہے تھے جن کے دلوں کو جہالت نے زنگ آلود کر دیا تھا۔ بت پرستی ان کی عقلوں پر غالب آچکی تھی۔ جس کی بنا پر وہ بصیرت وبصارت دونوں سے محروم ہو چکے تھے۔ انہیں بتائیے کہ آپ نے اپنی دعوت کا آغاز کلمہ پاک اور اچھے وعظ کے ساتھ فرمایا اور بڑے احسن طریقے سے اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ کیا۔

Marfat.com

آپ نہ تو سخت گیر تھے، نہ سنگدل اور نہ ہی سرکش و متکبر بلکہ آپ میں تو مہربانی، نرمی، بردباری، صبر، تواضع، خودداری اور مردانگی کے اوصاف پائے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی قوم کو سیدھے راستے پر لگانے کے لیے تمام ممکنہ وسائل استعمال کیے۔ تلوار صرف اسی وقت اٹھائی جب آپ کو اور آپ کے پیروکاروں کو مبتلائے عذاب کیا گیا اور قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور مشرکین کے ہاتھوں آپ اور آپ کے ساتھیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔ جنھوں نے ان کے مالوں کو لوٹا تھا، ان کے جسموں کو مبتلائے عذاب کیا تھا، عزتوں کو حلال ٹھہرایا تھا، عورتوں اور بچوں کو قتل کیا تھا، اور آخر کار انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے اور اپنے اہل وعیال اور اپنے وطنوں کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ بعد ازاں مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جنگ کرنے کی اجازت دی جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں :

أذن للذين يقاتلون بأنهم ظلموا وأن الله على نصرهم لقدير

(پروانگی عطا ہوئی انہیں جس سے کافر لڑتے ہیں اس بناء پر کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے)

جنگ کی یہ اجازت اس کے بعد ملی جب کہ قریش اپنی گمراہی میں حد درجہ کو پہنچ گئے اور اپنی مسلمان اور اسلام دشمنی اور کفر میں بہت دور چلے گئے تو آپ ﷺ اپنے دین کو لے کر مکہ معظمہ سے یثرب کی طرف مہاجر فی سبیل اللہ کی حیثیت سے نکلے۔ یہ وہ یثرب ہے جو آپ کے وجود مسعود کی برکت سے مدینہ منورہ کہلانے لگا۔ وہاں جب گمراہ یہودیوں نے آپ سے دھوکا کیا اور اپنے عہدوں میں خیانت کی تو آپ نے بت پرستی کے قلعوں کو مسمار کر دیا، تلوار کے ساتھ ان کی سرزنش کی اور مدینہ منورہ کو ان سے پاک کر دیا۔ بعد ازاں وہاں ایک عظیم سلطنت کی بنیاد رکھی اور اسے ساری روئے زمین پر دین حق کو پھیلانے کا مرکز بنادیا اور آپ دین اسلام کی اشاعت کے لیے زندگی کے آخری لمحے تک جہاد فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو اس وقت بھی آپ بلاد روم کی طرف بھیجے جانے والے لشکر اسامہ کو تیار فرما رہے تھے۔

ہماری اولاد کے لیے اس حقیقت سے بھی آگاہی ضروری ہے کہ آپ مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اپنے درج ذیل ارشاد میں بیان فرمایا ہے :

النبی اولی بالمومنین من انفسھم

(یہ نبی مومنوں کی جانوں سے بھی ان کے زیادہ قریب ہیں)

اور ہمارے بیٹوں کے لیے مذکورہ بالا آیات کے معانی کا جاننا بہت ضروری ہے اور انہیں پوری وضاحت کے ساتھ بتایئے کہ آپ انسانیت کی بھلائی کے لیے کس قدر حریص تھے اور انہیں دنیا و آخرت کے عذاب سے بچانے اور ان کی خیر خواہی کے لیے کتنی قربانی دینے والے تھے۔ انہیں یہ حدیث پڑھ کر سنایئے جس میں آپ کی قوم کے ساتھ آپ کے مبارک طرز عمل کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا: "میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی ہو اور جگنوؤں اور پتنگوں نے اس میں گرنا شروع کر دیا ہو اور وہ انہیں آگ سے دور کر رہا ہو اور میں تمہیں آگ سے بچانے کے لیے تمہارے کمر بند پکڑے ہوئے ہوں درآنحالیکہ تم میرے ہاتھوں سے نکل کر اس میں گرنے کی کوشش کرتے ہو"۔ ان کے سامنے وہ تصویر پیش کیجیے جو اس کی مکمل ترجمانی کرتی ہو تاکہ نو عمر بچوں اور بچیوں کے ذہنوں میں گھر کر جائے۔ بے شک یہ ان کے لیے حفاظت و نجات کا ذریعہ ہے۔ ان میں سے اگر کوئی فساد کے گڑھے کے قریب پہنچ جائے یا ایسے گناہ کا ارادہ کرے جس پر عذاب خداوندی کا سزاوار ٹھہرے تو یہ تصویر کشی ان کے لیے مضبوط قلعے کا کام دے گی۔ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے دلوں میں جناب رسول اکرم ﷺ اور آپ کی پاک باز آل کی محبت کا بیج بویئے اور انہیں آپ کا یہ قول مبارک پڑھ کر سنایئے :

من احبنی فقدا حب اللہ ومن اطاعنی فقدا طاع اللہ .

(جس نے مجھ سے محبت کی اس نے درحقیقت اللہ سے محبت کی
اور جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی)

اور انہیں اس طرف متوجہ کیجیے کہ آج جس پاکیزہ عقیدہ اور شریعت کاملہ عادلہ سے انسانیت مستفید ہو رہی ہے اس میں انسان کی امن و سلامتی کا راز مضمر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا باعث ہے اور نیز اس کا سہرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر ہے۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت

اسلام نے آقائے دو جہاں ﷺ کی محبت لوگوں پر فرض کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے اسے واجب فرمایا ہے:

قل ان كان آباؤ كم وأبناؤ كم و إخوانكم وأزواجكم و عشيرتكم و اموان؛ اقتر فتموها و تجارة تخشون كساد ها و مساكن ترضونها أحب اليكم من الله رسوله وجهاد فى سبيله فتربصو حتى ياتى الله بامره والله لا يهدى القوم الفسقين

(تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور کنبہ اور کمائی کے مال اور وہ سامان تجارت جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے اور تمہارے پسندیدہ مکانات اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ پیارے ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا)

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:۔

فاتبعونى يحببكم الله

(تم میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا)

پہلی آیت کی تفسیر میں قاضی عیاض لکھتے ہیں یہ آیت رسول اکرم ﷺ کی محبت اپنے اوپر فرض کر لینے اور لازم پکڑنے نیز آپ کے عظیم مرتبہ اور آپ کو اس محبت کا حق دار سمجھنے پر رغبت دلانے اور راہنمائی کرنے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنے اس قول سے اس شخص پر سختی کی ہے اور اسے دھمکی دی ہے جسے اپنے مال، اہل و عیال اور اولاد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ پیارے ہوں پھر آیت کے اختتام پر انہیں فاسق قرار دیا اور انہیں بتایا کہ وہ ایسے گمراہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہدایت عطا نہیں فرمائے گا۔

Marfat.com

فلا يصدق ايمان المومن ولا يذوق حلاوته و يجد بين جوانحه روعته حتى يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما ("کتاب الشفاء" ج ۲، ص ۲۵)

(پس کسی مومن کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ ایمان کی مٹھاس چکھ سکتا ہے اور نہ ہی اپنے پہلوؤں میں اس کی ہیبت کو محسوس کر پاتا ہے جب تک اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا (جس شخص میں تین باتیں پائی جاتی ہیں اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے سب سے زیادہ محبوب ہوں، دوسری یہ کہ اگر وہ کسی سے محبت کرے تو وہ صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ تیسری یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے ایک مرتبہ کفر سے نکالا ہے، اب وہ دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جانے کو ایسے ناپسند کرے جیسے کوئی شخص یہ ناپسند کرتا ہے کہ اسے آگ میں دھکیل دیا جائے۔ ("ریاض الصالحین" ص ۱۷۸)

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

ماکان احدا حب الی من رسول الله ﷺ ولا اجل فی عینی و ماکنت اطیق ان املا عینی منه اجلالاً له حتی لو قیل لی صفه ما استطعت أن أصفه (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

(کوئی شخص بھی مجھے جناب رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پیارا نہیں تھا اور نہ ہی میری نظروں میں کوئی آپ ﷺ سے زیادہ بڑا تھا۔ آپ ﷺ کے وقار کے باعث میں اس بات کی طاقت نہیں رکھتا تھا کہ میں آنکھیں بھر کر آپ کو دیکھ سکوں۔ یہاں تک کہ اگر مجھے کہا جائے کہ ذرا آپ کی صفات تو بیان کیجئے تو میں کما حقہ بیان نہیں کر سکتا)

Marfat.com

مسلمانوں کی حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے والہانہ محبت کے سلسلہ میں زید ابن الدثنہ کا واقعہ باقی تمام قصوں میں سے خوبصورت ترین سمجھا جاتا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا کہ جب اہل مکہ نے زید بن الدثنہ کو قتل کے ارادہ سے حرم کعبہ سے نکالا (آپ جنگ رجیع میں گرفتار ہوئے تھے) تو ابوسفیان بن حرب نے (جو اس وقت تک مشرک تھا) آپ سے یوں کہا: "اے زید میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس وقت تیرے بجائے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہمارے پاس موجود ہوتے اور ہم (معاذ اللہ) ان کو قتل کر دیتے اور تو اپنے گھر والوں میں خوشیاں منا رہا ہوتا" زید بولے بخدا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ اب جس جگہ قیام پذیر ہیں وہاں آپ ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے اور میں صحیح سالم اذیتوں سے بچ کر اپنے گھر والوں میں لوٹ جاؤں۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا "میں نے لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں دیکھا جو کسی سے اتنی محبت رکھتا ہو جتنی محبت محمد ﷺ کے اصحاب کو آپ کے ساتھ ہے"۔

اسی قبیل سے حضرت عبداللہ بن زید کا واقعہ ہے جن کے پاس ان کے بیٹے رسول اکرم ﷺ کے وصال کی خبر لے کر آئے وہ گڑگڑاتے ہوئے چلا اٹھے:

اللھم اذھب بصری حتی لا اری بعد حبیبی محمد أحداً فاستجاب اللہ لدعوتہ و کف بصرہ ("المواہب"، ج٦، ص٢٩٢)

(اے اللہ میری بینائی اچک لے تاکہ میں اپنے حبیب محمد ﷺ کے بعد کسی کو نہ دیکھ سکوں اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور بینائی جاتی رہی۔

محبت مصطفوی کی حکمت

اسلام نے مسلمانوں پر آقائے دو جہاں ﷺ کی محبت فرض کی ہے تو اس میں ایک عظیم حکمت کارفرما ہے۔ محبت کا معنی ہے فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔ مسلمان کا حضور علیہ السلام کی اطاعت کرنا اسے ہمیشہ صراط مستقیم پر چلانے کا ضامن ہے اور یہ محبت شریعت اور سنت کو ہی ایک سچے مسلمان کا راستہ قرار دیتی ہے جس پر وہ

Marfat.com

چلتا ہے اور اسے ہمیشہ چلتا ہے اور اس کو ایک ایسے رنگ میں رنگ دیتی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے محبوب کے نقش پا کی تلاش میں رہتا ہے اور اپنے محبوب کی احسن طریقے سے پیروی کرتا ہے اور اس پیروی کے ذریعے وہ بہترین نمونہ زندگی حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس بارے میں ارشاد ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ و الیوم الاخرو ذکر اللہ کثیرا

(بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس لیے کہ جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے)

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: "جس شخص نے اعمال کی بنیاد پر کسی قوم سے محبت کی، قیامت کے دن اس کو ان کے ساتھ اٹھایا جائے گا"۔ آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

من احب سنتی فقدا حبنی ومن احبنی کان معی فی الجنته

"جس شخص نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس شخص نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا"۔

درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت، قران کریم کے بعد آتی ہے اور حدیث و سنت، قرآن کریم کی آیات کی تفسیر، ان کے احکام کے بیان اور ان کے مقاصد کی وضاحت کے لیے وجود میں آئی۔ قرآن کریم کی بعض آیات مجمل صورت میں نازل ہوئیں، بعض عام ہیں، کچھ مطلق ہیں اور یہ احادیث شریفہ ہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی منشا اور مراد سے لوگوں کو آگاہ کیا اور اس کی تعریف و تحدید کی۔

چنانچہ اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیھم (النحل: 44)

"اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ ذکر اتارا تاکہ تم لوگوں

Marfat.com

سے بیان کردہ جوان کی طرف اترا"۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نماز وزکوٰۃ کا اجمالاً حکم دیا ہے۔ اسی طرح کچھ حدود جو زانی، چور، شرابی وغیرہ کے ساتھ مخصوص ہیں، ان کا اجمالی طور پر ذکر کیا ہے اور یہ سنت رسولؐ ہی ہے جس نے نماز کے معانی کی شرح، اس کے اوقات اور کیفیات کی وضاحت کی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی تفصیل اپنے ذمے لی ہے اور یہ سنت ہی ہے جس نے ان اسلامی حدود کی شرح کی ہے، جو مذکورہ بالا جرائم کے لیے خاص ہیں۔ اللہ جل جلالہ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کے اتباع، آپ کے حکموں کی تعمیل اور ان کی عدم مخالفت کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہا کم عنہ فانتھوا

"اور جو کچھ تمہیں رسولؐ عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو"

نیز فرماتے ہیں:۔

وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ أمرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم

"اور نہ کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ جو کچھ حکم فرمادیں تو انہیں کچھ اپنے معاملے کا اختیار رہے"۔

اپنی اولاد کو بتایئے کہ آپ ﷺ ایک بشر تھے لیکن ایسے بشر جن کی طرف وحی کی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حفاظت کے زیر سایہ آپ کی پرورش کی اور اپنی نگہداشت، مہربانی اور رحمت کے ساتھ آپ کا احاطہ کر لیا اور آپ کی ذات میں بلند اخلاق اور دیگر اعلیٰ درجے کی خصلتیں جمع کر دیں۔

فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والے لوگوں میں سے ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور کھڑا ہوا۔ آپ کی ہیبت سے کانپنے لگ گیا اور اپنی جگہ سمٹ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے نہ آگے ہوتا اور نہ پیچھے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیوں گھبراتے ہو۔ میں قریش کی اس عورت کا بیٹا ہوں جو مکہ میں گوشت کے سوکھے

Marfat.com

ٹکڑے کھایا کرتی تھیں"۔

ایک دن ایک بد اخلاق اور بد مزاج آدمی آپ کی خدمت میں آیا۔ وہ آپؐ سے اس سے پہلے کبھی نہیں ملا تھا مگر آپ کا سنا ضرور تھا اور یہ بھی سنا تھا کہ آپؐ قریش کے معبودوں کو برا کہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی تلوار اٹھائی اور قسم کھائی کہ آج وہ ضرور حضرت محمد ﷺ کے ساتھ اپنا حساب چکا دے گا۔ وہ جب پہنچا تو بڑے غصے اور انتقامی انداز میں بات شروع کی۔ جناب رسول اللہ ﷺ بڑے سکون و خاموشی کے ساتھ اس کی باتیں سنتے رہے اور مسکراتے رہے۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپؐ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ بس چند ہی لمحے گزرے تھے کہ اس کا رویہ بدل گیا اور دل ہی دل میں وہ بہت شرمسار ہوا اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں اور قدموں پر گر پڑا اور معذرت کرتے ہوئے انہیں بوسے دینے لگ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "اے محمد ﷺ بخدا جب میں آپ کی طرف آیا تو روئے زمین پر آپؐ سے زیادہ میرا کوئی دشمن نہیں تھا اور اب میں آپ کے ہاں سے جا رہا ہوں تو روئے زمین پر آپؐ سے زیادہ میرا کوئی محبوب نہیں"۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی پر وقار اور پر سکون انداز میں مسکراہٹ، آپ کی رواداری اور صبر نے اس شخص کے غیظ و غضب اور ناراضگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور اس کو انتہائی غصہ سے انتہائی محبت تک پہنچا دیا۔

قریش کے بڑے بڑے جابر اور سرکش سرداروں کے ساتھ آپ کو اس طرح کے کئی واقعات پیش آئے اور یہ کافی ہے کہ ہم اپنی اولاد سے آپ کا وہ طرز عمل بیان کریں جو آپؐ نے ان لوگوں کے ساتھ اختیار کیا، جنہوں نے مکہ مکرمہ میں آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، آپؐ کے ساتھ لڑائیاں کیں، آپؐ کو شہید کرنے کی سازشیں کیں، آپؐ کے صحابہ کے ساتھ وہ بری کارستانیاں کیں کہ جن کے ذکر سے جسم لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ان میں سے ہر ایک کو یہی توقع اور یہی ڈر تھا کہ فتح مکہ کی فتح مبین کے دن آپؐ ان سے بدترین انتقام لیں گے۔ مگر اس کے برعکس آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہ کیا۔ صحن کعبہ میں خطبہ کے بعد آپؐ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "بتاؤ تمہاری کیا رائے اور تمہارا کیا اندازہ ہے کہ میں

Marfat.com

تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں"۔ ان سب کے منہ سے بیک آواز یہ کلمات نکلے۔ "بھلائی، کیونکہ آپؐ معزز بھائی ہیں اور معزز بھائی کے بیٹے ہیں"۔ آپ ﷺ نے ان سے اس کے جواب میں فرمایا۔ "جاؤ تم سب آزاد ہو"۔ اس حسن سلوک کا یہ اثر ہوا کہ ان کی اکثریت مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ بعض حضرات نے قبول اسلام میں کچھ تاخیر کی۔ ان میں صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل بھی شامل تھے ان دونوں نے "خندمہ" میں آپؐ سے برسرپیکار ہونے کی کوشش کی۔ آپؐ نے ان سے مقابلہ کرنے کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا۔ انہوں نے بری طرح سے ہزیمت اٹھائی اور بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ مگر عکرمہ کی بیوی جو اسلام لاچکی تھیں، انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے اس کے لیے امان طلب کی۔ آپؐ نے اس کی بیوی کی درخواست منظور کرتے ہوئے اسے پروانہ امان عطا کر دیا۔ صفوان بھاگ کر جدہ چلا گیا۔ عمیر بن وہب نے عرض کی۔ "اے اللہ کے نبیؐ صفوان بن امیہ اپنی قوم کا سردار ہے اور وہ سمندر میں کود پڑنے کے لیے بھاگ نکلا ہے"۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "وہ امن میں ہے"۔ عمیر نے عرض کی۔ "یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی نشانی عطا فرمایئے جسے دیکھ کر اسے اپنے مامون و محفوظ ہونے کا یقین ہو جائے"۔ اس پر آپؐ نے اس کو وہ عمامہ عطا کر دیا جو آپؐ نے فتح مکہ کے دن باندھا ہوا تھا۔ چنانچہ عمامہ مبارک لے کر عمیر جدہ روانہ ہو گئے۔ وہاں صفوان کو جالیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو وہ سمندر میں کود جانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ مگر عمیر نے ان کی جان بچالی اور وہ نبی کریم ﷺ کے عمامہ مبارک کے زیر سایہ عمیر کے ہمراہ مکے واپس آئے۔ مسلمانوں میں سے کسی نے بھی ان سے مزاحمت نہ کی۔ صفوان نے جناب رسول کریم ﷺ سے دو ماہ کی مہلت طلب کی۔ آپ ﷺ نے ان کو چار ماہ کی مہلت دے دی مگر اس مدت معینہ کے ختم ہونے سے پہلے وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

صحابہ کرام، عکرمہ کو ابوجہل کا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے۔ جناب رسول کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ لوگ ان کے جذبات کے احترام کے طور پر اور ان کے اسلام کے پیش نظر ان کے باپ کی خلاف اسلام کارگزاریوں کا ذکر کرنے

Marfat.com

سے گریز کریں۔

یہ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ اپنے خلق عظیم، اپنی اعلیٰ وارفع انکساری، نرمی، مہربانی، اپنی عزت اور اپنی امت کے لیے محبت کے لباس میں، وہ محبت جس نے دلوں کو آپؐ اور آپؐ کے دین کی محبت کے ساتھ بھر دیا اور آپ کے بدترین دشمنوں کو بھی آپ کے اخلاص پر مر مٹنے اور اسلام کی راہ میں اپنی جان، اولاد اور مال کی قربانی دینے پر آمادہ کیا تھا۔

یہ سارا کچھ اپنی اولاد کو سکھاؤ۔ اس معطر اور پاکیزہ سیرت کے لیے اوقات مقرر کرو، جن میں ہم اس سیرت والے کا ذکر کر کے سعادت مندی سے ہمکنار ہوں اور اپنے بلند وارفع مفاخر کے احساس و شعور کو تازہ کریں۔ وہ مفاخر و مناقب جو چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ سے زندہ و تابندہ ہیں اور سارے جہانوں کے لیے منارۂ نور اور ذریعہ رشد و ہدایت ہیں اور رہیں گے۔ اللہ ہمارے دلوں میں ایمان اور جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت کو راسخ بنادے۔

Marfat.com

باب 1

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت باپ

ام ایمن بڑی تیز رفتاری کے ساتھ جلدی جلدی بازار سے گزر رہی تھیں اور جب سلیمہ الخزاعیتہ سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی تو ان کے چہرہ پر خوشی چھائی ہوئی تھی۔ سلیمہ بولیں: ”اے برکتہ تم کس مصیبت میں گرفتار ہو اور تم اس طرح کیوں بھاگ رہی ہو؟“

جواب دیا، ”میں الصادق الامین کی طرف خوشخبری لے کر جا رہی ہوں“

”بھلا کون سی خوشخبری!“

”سیدہ طاہرۃ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہاں چوتھی بیٹی ہوئی ہے“

سلیمہ نے مبہوت ہوتے ہوئے ٹکٹکی باندھ کر انہیں دیکھا اور کہا ”کیا تو، آپ کو چوتھی بیٹی کی خوشخبری دے گی“۔ اتنے میں سلیمہ ان کے قریب ہوئیں اور ان سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا ”اے برکتہ مجھے سچ بتایئے کون سی چیز اور کس چیز کی خوشخبری۔ تمہارے آقا بیٹی کی ولادت کی خبر کیسے وصول کریں گے“۔ برکتہ ہنس پڑی اور اس نے کہا:

”اے سلیمہ تیرے اس سوال نے مجھے اس دن کی طرف لوٹا دیا ہے جس دن سیدہ طاہرۃ نے اپنی پہلی بیٹی زینب کو جنم دیا تھا اور مجھے حکم دیا کہ الصادق الامین کو جا کر اطلاع دو۔ میں ڈرتی ہوئی گئی، میں توقع رکھتی تھی کہ مجھے اس بچی کے ساتھ ہی کسی

Marfat.com

گڑھے میں دفن کر دیا جائے گا لیکن وہاں پہنچ کر عجیب معاملہ پایا"۔

سلیمہ نے پوچھا "برکتہ کیا ہوا" بتایا "جیسے ہی آپ ؐ نے بیٹی کی ولادت کا سنا تو آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ فی الفور بچی کے پاس گئے، اسے گود میں اٹھایا، چوما، اس کی والدہ کو مبارک کہی، جانور ذبح کر کے بچی کی ولادت کی خوشی منائی۔ یہ میں نے نیا زمانہ اور ماحول دیکھا"۔ برکتہ نے یہ کہا اور پھر نئے سرے سے دوڑنے لگی۔

سلیمہ نے دل جمعی سے یہ ساری گفتگو سنی کیونکہ اس کی تین بچیاں زندہ درگور ہو چکی تھیں۔ اور وہ ایسے ماحول میں رہ رہی تھی جس میں اکثر باپ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے پر فریفتہ تھے۔ ان کی قبریں ہی ان کے نزدیک بہترین سسرالی رشتے تھے اور ان میں سے جو اپنی بیٹی کو زندہ درگور نہیں کرتا تھا، اس پر ذلت و رسوائی مسلط رہتی۔

"عورت اپنے خاوند کے گھر جا رہی ہوتی تو وہ اگر اس عورت کے خاوند کے رشتہ داروں میں سے ہوتا تو اسے دعا دیتے ہوئے کہتا، خدا کرے تجھ پر جننا آسان ہو اور تو مذکر جنے۔ خدا کرے مونث نہ جنے اور اللہ تعالیٰ تیرے بطن سے انسانوں کی ایک بڑی تعداد میں طاقتور اور بہادر لوگ پیدا کرے۔ اور اگر وہ اس کے خاوند کا رشتہ دار نہ ہوتا تو اس سے کہتا، خدا کرے تجھ پر جننا آسان نہ ہو اور تو مذکر نہ جنے کیونکہ تو تو بے شک دور والوں کو قریب کرنے والی ہو گی" (کتاب الجر لابن حبیب، ص310)

سلیمہ نے الصادق الامین کے اس رویہ کو بہت عظیم سمجھا اور یہ تمنا کی کہ کاش سارے باپ مع ان کے اپنے خاوند کے وہی کچھ کرتے جو آپ ﷺ نے کیا۔ اپنی سوچ بچار کے وقت وہ یہ نہیں سمجھ پائی تھی کہ بے شک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی وہ رحمت ہیں جو دنیا اور دنیا والوں کی طرف بطور ھدیہ بھیجی گئی ہے۔ اگر یہ فیصلہ فرما دیا جاتا کہ غیب کے پردے اس کی آنکھوں سے اٹھا لیے جائیں، تو یقیناً وہ الصادق الامین کی حقیقت کو پا لیتی کہ واقعی آپ ؐ ہی اس دین حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، جس

Marfat.com

دین نے زندہ در گور کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے اور عورت کو عزت بخشی ہے اور اس بات کی تاکید کی ہے کہ اس کا اور مرد کا ایک ہی منبع و مصدر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یا ایها الناس اتقو ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة
وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونساء

"اے لوگو اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں میں سے بہت مرد اور عورتیں پھیلا دیے"۔

آپ ایک ایسا کامل اور جامع قانون لائے جو سوسائٹی میں عورت کی پوزیشن کو مستحکم اور منظم بناتا ہے اور بحیثیت بیٹی، بیوی اور ماں کے اس کے لیے باعث عزت زندگی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا بیٹیوں کی ولادت کے بارے میں ایک ایسے انسان، باپ کا سا طرز عمل تھا جو ان میں سے ہر ایک کو بڑی خوشی اور مسکراتے و چمکتے چہرے کے ساتھ گلے لگاتا ہے اور ان کی پیدائش کے وقت اس کے چہرے کے خدوخال سے خوشی ٹپک رہی ہوتی ہے اور یہ اس لیے کہ آپؐ ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہو چکے ہیں اور رحمت سے خالی ہیں، نمونہ بنیں۔ چنانچہ قرآن کریم اسی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں گویا ہے۔

"جب انہیں بیٹی کی ولادت کی اطلاع دی جاتی تو ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے"۔

جناب رسول کریم ﷺ ایسے کیوں نہ ہوتے جبکہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

"وما ارسلنك الا رحمةً للعالمین"

پہلی بیوی سے اولاد

جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنی پہلی بیوی حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بطن سے چار بیٹیاں عطا کی گئیں اور وہ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن تھیں۔ یہ چار جناب رسول اللہ ﷺ کی نگہداشت، محبت، مہربانی و شفقت اور جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کی توجہ کے تحت عزت و اکرام اور شرافت و پاکیزگی کی فضا میں پلی

Marfat.com

بڑھیں۔ حضرت زینب کی شادی ان کی خالہ کے بیٹے ابو العاص بن الربیع اور رقیہ وام کلثوم کی شادیاں حضور ﷺ کے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوئیں۔ اب گھر میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی رہ گئیں اور ان کی عمر ابھی شادی کے لیے موزوں عمر سے کم تھی۔

جب جناب سیدنا رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی اور حضرت خدیجہ اسلام لائیں تو ان کے بعد یہ چاروں بیٹیاں بھی اسلام لے آئیں اور جناب سیدنا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ کرنے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے میں کوشاں ہوئے تو قریش نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور جس قدر ممکن تھا آپؐ کے ساتھ مکرو فریب کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ اسی غرض سے ایک دن ان کے عمائدین اور قائدین جمع ہوئے اور آپ ﷺ کے معاملہ میں آپس میں مشورہ کیا۔ ان میں سے ایک کہنے لگا، "تم نے ان کے غم دور کر دیے ہیں۔ حضرت زینبؓ ابو العاص کے پہلو میں زندگی گزار رہی ہیں، رقیہؓ اور ام کلثومؓ عتبہ اور عتیبہ کی پناہ میں ہیں، تم محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دو، تاکہ (معاذ اللہ) وہ ان کے غم میں مصروف ہو کر ہم سے اور اس نئے دین سے جو آپؐ ہم پر تھوپنا چاہتے ہیں، باز آجائیں"۔

اب تینوں افراد نے سوچ بچار کی کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اور ان کی مثل ہرگز نہیں پا سکتا تھا اور ان کو چھوڑ کر دیگر عورتوں سے شادی کرنے کے بارے میں سوچ تک بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن عتبہ اور عتیبہ کی ماں ابولہب کی کافرہ اور منکرہ بیوی، ام جمیل نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ قریش کا حکم ہر حال میں نافذ ہو کر رہے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا، "میں تمہیں ہرگز منہ نہ لگاؤں گی، اگر تم نے حضرت محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی"۔ چنانچہ دونوں بیٹوں نے اپنی ماں کا کہنا مان لیا اور اس کی ناپاک خواہش کو عملی جامہ پہنا دیا۔ نتیجۃً حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ اپنے والد ماجد کے دولت کدہ میں واپس تشریف لے آئیں۔ مگر وہ اس گھرانہ میں زیادہ دیر نہ ٹھہریں۔ حضرت رقیہؓ کی شادی ایک عظیم اور ذی شرف شخصیت سے ہو گئی، جس کا شمار ان آٹھ صحابہؓ میں تھا جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی اور وہ شخصیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی تھی۔ بعد ازاں آپ حضرت رقیہؓ کو اپنے ہمراہ

Marfat.com

لے کر راہی ملک حبشہ ہوئے۔ اس حیثیت سے یہ دونوں میاں بیوی اسلام میں سب سے پہلے مہاجر ہیں۔ پھر آپؓ نے ان کو لے کر مدینہ منورہ ہجرت کی۔ چنانچہ وہاں جس دن جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری دینے والا خوشخبری لے کر مدینہ منورہ پہنچا، اسی دن آپ بیمار ہوئیں اور مدینہ منورہ ہی میں وفات پائی۔ ان کی وفات سے حضرت عثمانؓ اور جناب رسول کریم ﷺ کے درمیان جو سسرالی رشتہ تھا، اس کے ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ بہت غمزدہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے جب ان کو اس حال میں دیکھا تو ان سے اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ جو مصیبت مجھ پر آئی ہے، کیا کسی اور پر بھی کبھی ایسی آئی ہے؟ جناب کی جو لخت جگر میرے عقد میں تھیں وہ مجھ سے چھن گئیں، اس سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور وہ خصوصی رشتہ جو میرے اور آپؐ کے درمیان تھا، منقطع ہو گیا ہے"۔ تو

فطیب النبی ﷺ خاطره وزوجه من اختها ام کلثوم فبقیت معه الی ان توفیت فی السنته التاسعته للهجرة ای بعد بنائه بها بست سنوات (ذوالنورین عثمان بن عفان اللعقاد، ص 88-89)

"جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں دلاسا دے کر مطمئن کر دیا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ام کلثوم سے ان کی شادی کر دی۔ وہ اپنی وفات تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں رہیں۔ شادی کے تقریباً چھ سال بعد سن نو ہجری میں ان کی وفات ہوئی"

ذوالنورین کہنے کی وجہ

منقول ہے کہ آپؓ کا لقب ذوالنورین اس لیے پڑ گیا تھا کہ آپ نے جناب نبی کریم ﷺ کی دو بیٹیوں رقیہؓ اور ام کلثومؓ سے شادی کی تھی۔ آپ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نے کسی نبی علیہ السلام کی دو بیٹیوں سے یکے بعد دیگرے شادی کی ہو۔ اس بارے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا:

Marfat.com

فیه نور اهل السماء ومصباح اهل الارض

''ان کی ذات میں آسمان والوں کیلئے نور اور زمین کے باسیوں کے لیے چراغ راہ موجود ہے''۔

یہ بھی مشہور ہے کہ آپ ہر رات میں ایک قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے قرآن نور ہے اور رات کا قیام بھی نور ہے۔

جہاں تک ابو العاص کا تعلق ہے تو ان سے قریش نے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں۔ قریش کی جس عورت سے وہ چاہیں گے ہم ان کی شادی کر دیں گے۔ مگر انہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ ''ہرگز نہیں، بخدا میں اپنی بیوی کو قطعاً نہیں چھوڑوں گا اور مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ میری اس بیوی کے علاوہ قریش کی کوئی اور عورت میری بیوی بنے'' (سیرۃ ابن ہشام، ج 2، ص 292) (''سیرت ابن ہشام''2،219)

حالات جلدی پلٹا کھاتے گئے۔ ابو طالب کی وفات ہو گئی اور چند دنوں بعد ہماری والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ بھی راہی ملک عدم ہوئیں۔ پھر ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور مع اپنے اصحاب کے مدینہ منورہ میں اقامت گزیں ہوئے۔ اس کے بعد معرکہ بدر پیش آیا۔ جس میں قریش کے بڑے بڑے بہادر اور سردار قتل ہو گئے اور ان کے مردوں میں سے بہت سارے قید ہوئے۔ ان قید ہونے والوں میں ابو العاص بھی شامل تھا۔ ابو العاص کے گھر والے اس کا فدیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ فدیہ کی قیمت اس وقت چار ہزار درہم تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ مناسب خیال کیا کہ وہ ان کے فدیہ میں اپنا سب سے پیارا اور سب سے قیمتی مال فدیہ میں دیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا وہ ہار اپنے والد گرامی ﷺ کی خدمت میں بھیجا جو ان کی والدہ ماجدہ کا تھا اور ابو العاص سے شادی کے وقت آپؑ نے اپنی بیٹی کو بطور تحفہ دیا تھا۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اس ہار کو دیکھتے ہی جناب رسول اللہ ﷺ پر سخت رقت طاری ہو گئی اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے میرے صحابیو، اگر تم برا نہ مانو تو زینبؓ کے قیدی کو رہا کر دو اور ان کا مال ان کو لوٹا دو''۔ صحابہ کرامؓ نے بدل و جان اس پر لبیک کہا اور تعمیل حکم کرتے ہوئے حضرت زینبؓ کا مال ان کو واپس کر دیا۔

Marfat.com

جناب رسول اللہ ﷺ نے ابو العاص سے یہ عہد لیا کہ وہ حضرت زینب کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت دیں، یا طلاق دیں۔ اس نے آپؐ سے وعدہ کیا کہ وہ کوشش کرے گا اور بھلائی ہی کرے گا۔ مکہ پہنچ کر اس نے اپنے بھائی کنانہ کو انہیں مدینہ منورہ لے جانے کا حکم دیا۔ وہ دن دیہاڑے ان کو لے کر نکل پڑا۔ حضرت زینب ہودج میں سوار تھیں۔ اس قافلہ کی ھبار بن الاسود اور دوسرے لوگوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ھبار نے حضرت زینب کو اپنے نیزے سے ڈرایا۔ آپ اس وقت حاملہ تھیں، اونٹ سے گر پڑیں، حمل ساقط ہو گیا۔ اس پر کنانہ نے اونٹ بٹھا دیا اور غصہ میں چلاتے ہوئے بولا: ''خدا جو آدمی بھی میرے قریب آئے گا میں اس کے جسم میں اپنا تیر پیوست کر دوں گا''۔ لوگوں نے شور مچایا۔ ابو سفیان آئے اور انہوں نے دن دیہاڑے حضرت زینب کو لے کر نکلنے پر کنانہ کی سرزنش کی اور اس سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ حضرت زینب کو لے کر مکہ لوٹ جائے اور انتظار کرے حتی کہ رات آجائے، لوگ پر سکون ہو جائیں پھر ان کو لے کر روانہ ہو۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ کو اس سارے واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ غضبناک ہو گئے اور ھبار اور اس کے ساتھی کو زندہ جلا دینے کا حکم صادر فرمایا۔ صبح ہوئی تو فرمایا کہ ''میں نے تمہیں ان کے جلانے کا حکم دیا تھا مگر میں نے خیال کیا کہ آگ کے ساتھ عذاب خدا تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ مگر بہر حال اگر تم ان کو پکڑنے میں کامیاب ہو جاؤ تو انہیں قتل کر دو''۔ (''سیرت ابن اسحاق'' ج2، ص223)

چنانچہ جب وہ لشکر، جس کے امیر زید بن حارث تھے اور اس میں ستر آدمی شامل تھے، کا آمنا سامنا ابو العاص سے ہوا، تو انہوں نے وہ سامان تجارت جو وہ شام سے مکہ لا رہے تھے ان سے چھین لیا۔ بعد ازاں ابو العاص نے حضرت زینبؓ کے پاس جا کر ان سے پناہ طلب کی۔ حضرت زینبؓ گھر سے مسجد نبوی کی طرف چل دیں۔ اس وقت آپ ﷺ نماز میں تکبیر کہہ رہے تھے۔ دیگر مقتدی بھی تکبیر پڑھ رہے تھے۔ حضرت زینب نے بہ آواز بلند کہا۔ ''اے لوگو! میں نے ابو العاص بن الربیع کو پناہ دے دی ہے''۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا، تو فرمایا: ''اے لوگو کیا جو کچھ میں نے سنا ہے تم نے بھی سن لیا ہے'' عرض کی ''ہاں، یا رسول اللہ ﷺ''۔ آپؐ نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جان مبارک ہے، مجھے اس کے متعلق

Marfat.com

کچھ معلوم نہ تھا۔ حتیٰ کہ میں نے سنا جو سنا۔ بے شک مسلمانوں میں سے ان کا ایک ادنیٰ آدمی بھی پناہ دے سکتا ہے"۔ پھر آپ چل دیئے اور اپنی بیٹی کے ہاں تشریف لے آئے۔ فرمایا: "اے بیٹی، اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کجیو مگر اسے اپنی قربت اختیار نہ کرنے دو کیونکہ تم اس پر حرام ہو گئی ہو" (السیرۃ ج2، ص223)

مسلمانوں نے ابو العاص کا مال تجارت اسے واپس کر دیا، وہ مکہ لوٹ آیا، مال ان کے اصل مالکوں کے حوالے کر کے ان سے کہا۔

انا اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله والله مامنعنی من الا سلام عند محمدﷺ الا تخو فی ان تظنو ابی الظنون. وانی اردت اکل اموالکم فلما اداها الله الیکم و فرغت منها اسلمت

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمدﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ بخدا مجھے حضرت محمد مصطفیٰﷺ کے ہاں اسلام قبول کرنے سے سوائے میرے اس خوف کے اور کسی چیز نے نہیں روکا کہ تم میرے ساتھ طرح طرح کے گمان کرو گے اور یہ سوچو گے کہ شاید میں نے تمہارے مال کھانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ مال میں نے تمہارے حوالے کر دیا اور اس سے عہدہ برآ ہو گیا تو اب اسلام قبول کر لیا"۔

پھر مکہ سے نکلے، مدینہ کی راہ لی۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے اور جناب رسول اللہﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضورﷺ نے اس کی تعریف فرمائی اور حضرت زینبؓ نے ان کے ساتھ رہنا سہنا شروع کیا۔ مگر بقضائے الٰہی اس واقعہ کے ایک سال بعد سیدہ زینب کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک لڑکی امامہ اور ایک لڑکا علی چھوڑے۔ وہ ان دونوں سے راحت و تسلی پاتے تھے۔ منقول ہے کہ امامہ بعینہ اپنی والدہ حضرت زینب کی ننھی منی تصویر تھیں اور بلاریب جناب رسول کریمﷺ ان میں وہ کچھ پاتے تھے جو حضرت زینبؓ پر آپ کے غم کو ہلکا بنانے والا تھا۔ آپﷺ ان

Marfat.com

سے مانوس ہوتے تھے اور اپنی بے پایاں محبت، لطف و کرم اور شفقت سے انہیں نوازتے تھے۔

بخاری و مسلم میں یوں وارد ہے :۔

انه صلی الله علیه وسلم کان یحملها علی عاتقه ویصلی بها فاذا سجد وضعها حتی یقضی صلاته ثم یعود فیحملها

"آپ ﷺ امامہ کو اپنے کندھے مبارک پر سوار کر لیتے اور اسی حالت میں نماز ادا فرماتے۔ جب سجدہ میں جاتے تو انہیں اتار کر نیچے بٹھا لیتے۔ یہاں تک کہ ایک رکعت پوری کر لیتے۔ پھر جب دوسری رکعت کی طرف لوٹتے تو انہیں پھر اٹھا لیتے"

مقام سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

جہاں تک آپ ﷺ کی چوتھی بیٹی حضرت فاطمہ الزہرۃ رضی اللہ عنہا کا تعلق ہے۔ ان کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

مارایت قط افضل من فاطمۃ غیر ابیھا

"میں نے سوائے ان کے باپ کے ہرگز ہرگز کوئی ان سے افضل نہیں دیکھا"

حضرت عبداللہ بن عباس جناب رسول کریم ﷺ سے درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں۔ "جنت کی تمام عورتوں سے افضل حضرت خدیجہؓ ہیں، ان کے بعد حضرت فاطمہؓ پھر مریم، پھر آسیہ"۔ حضرت ابو سعید خدری سے مرفوعا" مروی ہے کہ فاطمہؓ تمام جنتی خواتین کی سربراہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فاطمہ سے فرمایا، اللہ تیری رضا پر راضی اور تیرے غضب پر ناراض ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی اکرم جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو اپنی بیٹی فاطمہ کو بوسہ دیتے اور پیار کرتے۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں، جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ آئیں۔ یوں لگتا تھا کہ گویا ان کی چال جناب رسول اللہ ﷺ کی چال ہے آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا، میری بیٹی خوش آمدید۔ پھر انہیں اپنی دائیں

Marfat.com

جانب اٹھایا اور ان سے سرگوشیاں کیں، وہ رو پڑیں۔ پھر کوئی بات آہستہ سے کہی تو ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، میں نے دل میں کہا: میں نے آج کے دن بہ نسبت غم کے خوشی کے قریب جتنا انہیں دیکھا، ایسا اس سے پہلے کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ جناب رسول کریم ﷺ نے ان سے جو کچھ فرمایا تھا، میں نے اس کے بارے میں استفسار کیا۔ تو فرمانے لگیں، میں جناب رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشا کرنے والی نہیں ہوں۔ جب جناب رسول کریم ﷺ کا وصال ہوا تو میں نے دوبارہ ان سے پوچھا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جبریل علیہ السلام سال میں ایک دفعہ میرے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو دفعہ کیا ہے، مجھے یوں لگتا ہے کہ میرے وصال کا وقت قریب آن پہنچا ہے اور میرے اہل بیت میں سے آپ سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی ہوں گی، اور میں تیرا کیا ہی اچھا پیش رو ہوں، تو میں رو پڑی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا، کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تو تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو، تو میں ہنس پڑی۔

حضرت زہراؓ کی ولادت ہو چکی تھی۔ اس وقت قریش، کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ بیت اللہ شریف میں حجر اسود اپنی اصلی جگہ میں رکھنے کے سلسلے میں مختلف قبائل کے مابین جو اختلاف پیدا ہوا، اسے ختم کرنے کے لیے قریش نے ان کے والد کو ثالث بنایا۔ وہ اس وقت بھی موجود تھیں جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وانذر عشيرتك الاقربين

"اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے"

تو جناب رسولؐ اللہ اپنی قوم کو یوں پکارنے لگے:

"اے عبد مناف کی اولاد اللہ تعالیٰ کے ہاں اگر تم اس کی نافرمانی کرو، تو میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے عباس بن عبد المطلب میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اے فاطمہ بنت محمدؐ اگر ایمان نہ لاؤ تو میں اللہ تعالیٰ سے تمہیں نہیں چھڑا سکتا"۔

حضرت فاطمہؓ ابھی چھوٹی بچی ہی تھیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد کے خلاف قریش کی ظالمانہ اور تکلیف دہ کارگزاریوں کے باعث بے حد تکلیفیں اٹھائیں۔

Marfat.com

چنانچہ شعب ابی طالب میں آپ کی نظر بندی کے دوران بھی وہ آپؐ کے ساتھ رہیں۔
حضرت فاطمہؑ نے ایک دفعہ قریش کے ایک گروہ کو دیکھا جو کعبہ شریف کے پاس آپؐ کے ساتھ جھگڑ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ کیا آپؐ ہی وہ شخص ہیں جو ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسا ایسا کہتے ہیں اور آپ کو یہ فرماتے بھی سنا۔ "ہاں میں ہی وہ شخص ہوں جو ان کے بارے میں ایسا کہتا ہوں۔ اور ان میں سے ایک کو آپ نے یہ حرکت کرتے ہوئے بھی دیکھا کہ وہ آپ کو گریبان سے پکڑے ہوئے تھا اور یہ ارادہ کر لیا تھا کہ (معاذ اللہ) آپ کا گلا گھونٹ دے۔ مگر اسی دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ بہ آواز بلند انہیں یہ کہتے ہوئے آپؐ سے دور کرتے ہیں۔

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ

"کیا تم ایک شخص کو صرف اس بنیاد پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے
میرا رب اللہ ہے"

حضرت فاطمہ نے اس واقعہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور اپنے کانوں سے سنا اور اس سارے منظر کو دیکھ کر آپ بہت روئیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ بیت اللہ کے پاس پیش آیا۔ عقبہ بن ابی محیط مذبوحہ جانور کی اوجھڑی آپ کی پشت پر اس وقت رکھ رہا تھا جبکہ آپؐ سجدہ کی حالت میں تھے۔ حضرت فاطمہؑ اپنے باپ کی طرف بڑھیں اور جو کچھ اس گنہ گار وسیاہ کار نے آپؐ کی پشت مبارک پر رکھا تھا، اس کو دور ہٹایا اور اسے بد دعا دی۔ جب رسول کریمؐ نے سجدے سے اپنا سر اٹھایا تو یہ دعا مانگی۔

"اے اللہ، سرداران قریش ابو جہل، عتبہ، شیبہ، عقبہ بن ابی معیط، ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف تیرے ذمے ہیں، تو خود ان کی خبر لے"

اسراء اور معراج کے باب میں حضرت عبداللہ بن عباس سے یوں حدیث مروی ہے۔

جناب رسول کریمؐ سوموار کی شب ستائیسویں رجب کو حضرت ام ھانی کے گھر قیام پذیر تھے۔ حضرت فاطمہ بھی آپؐ کے ساتھ تھیں۔ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ اچانک دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ حضرت فاطمہؑ باہر نکلیں تاکہ رات کے

Marfat.com

وقت آنے والے کو دیکھیں۔ کیا دیکھتی ہیں کہ وہ ایک شخص ہے جو زیورات پہنے ہوئے اور نئی پوشاک زیب تن کیے ہوئے ہے۔ آپؓ نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اس نے جواب میں کہا، میں حضرت محمدؐ سے ملنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر آپ واپس لوٹیں تاکہ جنابؐ سے اس کے لیے اجازت طلب کریں۔ جناب نبی کریم باہر تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جبریل ہیں۔

حضرت زہرؓا کی عمر جب اٹھارہ برس کی ہوئی تو ان کی منگنی کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب رسول اللہ نے ان سے فرمایا: ”یا ابا بکر انتظر بها القضاء“ (اے ابوبکر، حضرت فاطمہؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیجئے۔)

بعد ازاں حضرت عمرؓ حاضر ہوئے اور منگنی کی درخواست کی۔ آپؐ نے ان سے بھی وہی فرمایا۔ منگنی کی غرض سے حضرت علی کرم اللہ وجہ بھی شرماتے شرماتے حاضر خدمت ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ جب میں آپؐ کے پاس بیٹھا تو میرا منہ بند ہو گیا۔ میں کچھ نہ بول سکا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا۔ کیسے آنا ہوا؟ کیا کوئی حاجت ہے۔ میں خاموش رہا۔ پھر فرمایا، غالباً تو فاطمہؓ کی منگنی کے لیے آیا ہے۔ میں نے عرض کی، ہاں یا رسول اللہ۔ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح ان سے کر دیا۔

جب یہ خبر فاطمہؓ کو پہنچی تو وہ رونے لگ گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا، اے فاطمہ تجھے کیا ہوا ہے؟ تو کیوں روتی ہے؟ خدا کی قسم میں نے تیرا نکاح ایک ایسے شخص سے کیا ہے جو علم کے لحاظ سے ان سب سے بڑھ کر ہے، علم کے لحاظ سے ان سے افضل ہیں اور اسلام قبول کرنے کے لحاظ سے (لڑکوں میں) سب سے پہلے ہیں۔ جس رات حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی۔ آپؐ نے پانی منگوایا وضو کیا اور حضرت فاطمہؓ پر انڈیل دیا اور فرمایا:

اللهم بارك فيهما و بارك عليهما و بارك لهما فى نسلهما

”اے اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔ اس پر اپنی برکت نازل فرما اور ان دونوں کی نسل میں برکت دے“۔

Marfat.com

حضرت علیؓ نے جناب رسول اللہ سے پوچھا۔ "ہم میں آپ کو کون زیادہ محبوب ہے، میں یا فاطمہ"۔ آپؐ نے فرمایا، "فاطمہ تیری نسبت مجھے زیادہ محبوب ہے اور آپ ان کی بہ نسبت میرے نزدیک زیادہ مکرم ہیں"۔

حضرت زہرؓا کے لیے جناب رسول اللہ کی محبت اور ان کے رحیمانہ پدری جذبات کا ظہور اس دن ہوتا ہے جس دن آپ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے ایک مخزومی عورت عمرو بن ہشام (ابو جہل) اللہ کے دشمن اور اللہ کے رسول کے دشمن کی بیٹی سے شادی کا معاملہ طے کر لیا ہے۔

آپؐ مسجد تشریف لے گئے۔ غصے کی حالت میں منبر پر کھڑے ہوئے۔ اپنے صحابہ کو خطاب کیا اور فرمایا، "ہشام بن مغیرہ کے گھر والوں نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علیؓ بن ابی طالب سے کر دیں۔ تین بار آپؐ نے ان سے فرمایا، میں ان کو اجازت نہیں دوں گا۔ البتہ اگر علی بن ابی طالب چاہیں تو پہلے میری بیٹی کو طلاق دے دیں۔ پھر ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ بے شک میری بیٹی میری لخت جگر ہے جو اس کو پریشان کرتا ہے وہ فی الحقیقت مجھے پریشان کرتا ہے اور جو اس کو اذیت پہنچاتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے اور مجھے یہ بھی خوف ہے کہ کہیں وہ اپنے دین کے معاملے میں فتنے میں مبتلا نہ کر دی جائیں"۔

آپؐ نے اپنے داماد ابو العاص بن الربیع کا ذکر کیا اور ان کے ساتھ اپنے رشتہ (جس کو انھوں نے اچھی طرح نبھایا تھا) کی خوب تعریف کی۔ پھر فرمایا:

> "اس نے جو کچھ مجھ سے کہا اس کو سچ کر دکھایا۔ مجھ سے وعدہ کیا اس کو اچھی طرح نبھایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے کسی حرام کو حلال نہیں کرتا اور نہ ہی کسی حرام کو حلال ٹھہراتا ہوں۔ مگر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی ایک گھر میں رسول اللہ کی بیٹی اور اپنے دشمن کی بیٹی کو جمع نہیں کریں گے" (البخاری، 29، 538، مسلم 44/14، سنن ابی داؤد کتاب 12، سنن الترمذی کتاب 36، سنن ابن ماجہ 56/9، مسند الامام احمد 326/4-328)

Marfat.com

حضرت زہرا نے حسنؓ، حسینؓ، زینب اور ام کلثوم کو جنم دیا۔ جناب رسولؐ اللہ ان سب سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے اور ان پر اپنے لطف و کرم اور شفقت و رحمت کا ایک سیلاب بہاتے تھے۔ خاص طور پر حسنؓ و حسینؓ، آپ کی محبت کا مرکز تھے۔ جن کے بارے میں آپؐ فرمایا کرتے تھے۔

هذ ان ابنائی ابنا ابنتی. اللهم انی احبهما فاحبهما واحب من یحبهما

"یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں کو اپنی محبت سے نواز اور جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے اس سے بھی محبت کر"۔

مروی ہے کہ جناب رسولؐ اللہ تشریف لائے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت علیؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ تھے۔ ان دونوں حضرات میں سے ہر ایک آپ کے ہاتھ مبارک کو پکڑے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ آپؐ اندر داخل ہوئے، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو اپنے قریب کیا اور حسنؓ اور حسینؓ میں سے ہر ایک کو اپنی گود میں بٹھایا۔ پھر اپنی چادر مبارک ان دونوں پر اوڑھ دی اور یہ آیت کریمہ پڑھی۔

انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا (الاحزاب: 33) وقال اللهم هولاء اهل بیتی.

"اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے"۔ اور عرض کیا، "اے اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں"۔

ایک بار پھر رسول اللہ کے پدری جذبات بڑی انوکھی صورت میں ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ وہ ایسے کہ ایک دفعہ آپ کو دیکھا گیا کہ آپ اپنے نواسوں میں سے ایک کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ مسجد نبوی میں پہنچ گئے۔ نماز کیلئے کھڑے ہوئے اور بڑی نرمی کے ساتھ ان کو اپنے پہلو میں زمین پر بٹھا دیا اور لوگوں کی امامت شروع کر دی۔ مگر جب لوگوں نے آپؐ کو خلاف عادت لمبے سجدے کرتے پایا تو تعجب کیا۔ جب نماز پڑھی جا چکی تو انہوں نے اس بارے میں آپ

Marfat.com

سے یوں استفسار کیا۔

اے اللہ کے رسولؐ بے شک آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا ہے کہ ہم یہ گمان کرنے لگ گئے کہ کوئی بات واقع ہو گئی ہے یا آپؐ کی طرف وحی کی جا رہی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، ایسی کوئی بات نہیں۔ ولکن ابنی ارتحلنی فکرهت ان اعجله حتیٰ یقضی حاجته "حقیقت یہ ہے کہ میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا۔ میں نے اسے جلدی میں ڈالنا پسند نہ کیا اور اسے مہلت دی کہ وہ اپنی حاجت پوری کرے"۔ ویری وهو اخذ بکتفی الحسینؓ وقدماه علی قدمیه یرقصه قائلا "ترق ترق"۔ اور یہ بھی دیکھا گیا کہ آپؐ ایک دفعہ حضرت حسینؓ کو کندھوں سے پکڑے ہوئے تھے اور ان کے قدم آپ کے مبارک قدموں پر تھے۔ آپؐ ان کو یہ کہتے ہوئے بہلا رہے تھے: چڑھئے، چڑھئے۔ بچہ اوپر چڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ اپنے قدم اپنے نانا کے سینہ مبارک پر رکھ دیتا ہے تو آپؐ اس سے فرماتے ہیں۔ "افتح فاك" اپنا منہ کھولئے۔ بچہ اپنا منہ کھولتا ہے۔ آپ اس کو بوسہ دیتے ہیں اور یہ فرما رہے ہوتے ہیں۔

"اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں، آپ بھی اس سے محبت کریں اور اس سے بھی، جو اس کو محبوب رکھتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل 1882/3)

جناب رسولؐ اللہ کے ایک دفعہ اپنے نواسے کو بوسہ دینے کی وجہ سے ایک شخص بہت متعجب ہوا اور کہنے لگا، میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپؐ اپنے نواسے کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں۔ بخدا میری اولاد ہے میں نے ان میں سے کسی کو بھی کبھی بوسہ نہیں دیا۔ جناب رسول اللہ نے یہ سن کر فرمایا:

من لا یرحم لا یرحم

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"

مرض الموت میں جناب رسول اللہ کو سخت درد لاحق ہوا۔ جب حضرت فاطمہؓ نے آپؐ کی یہ حالت دیکھی تو انھوں نے اپنے ہاتھوں پر پانی لیا اور آپؐ کے سر مبارک پر ڈالنا شروع کر دیا۔ آپؐ یہ کلمہ دہرا رہے تھے۔ "ہائے میری تکلیف"۔

Marfat.com

آپ رونے لگ گئیں۔ "ہائے اے میرے باپ آپ کی تکلیف کے باعث مجھے بڑی تکلیف ہے"۔ آپ ؐ نے ان کی طرف بڑی شفقت سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔

"آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی"

رفیق اعلیٰ کے حضور آپ کی پاک روح کے پرواز کر جانے کے تقریباً چھ ماہ بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ حضور ﷺ سے ملنے والی آپ اہل بیت میں سے سب سے پہلی ہیں۔ جب حضرت فاطمۃ الزہراء کو اپنی موت کے قریب آجانے کا احساس ہوا تو انہوں نے غسل کیا، نئے کپڑے پہنے اور اپنے بستر مبارک پر روبہ قبلہ پہلو کے بل لیٹ گئیں اور اپنی خادمہ سے کہا ابھی اسی گھڑی میری روح قبض کر لی جائے گی۔ میں نے غسل کر لیا ہے، تجہیز و تکفین وغیرہ کے لیے ہرگز ہر گز کوئی میری پردہ کشائی نہ کرے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت علیؓ تشریف لائے اور اسی غسل کے ساتھ انہیں سپرد خاک کر دیا۔

حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

یہ بھی حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے حضور کو عطا کیے گئے اور انہی سے آپ اپنی کنیت کرتے تھے۔ ان کے بعد آپ کو حضرت عبد اللہ عطا ہوئے اور یہی طاہر و طیب کے القاب سے معروف ہیں آپ کو یہی نام دیا گیا کیونکہ آپ بعثت کے بعد پیدا ہوئے (ا) (الروض الانف : 123:1) یہ پھول چھوٹی عمر میں ہی مرجھا گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت قاسم چلنے پھرنے کی عمر تک پہنچ گئے تھے مگر آپ کی وفات تک آپ کی رضاعت کی مدت پوری نہ ہو سکی تھی۔

امام سہیلی روض الانف میں رقم طراز ہیں بعثت کے بعد جناب رسول ﷺ حضرت خدیجہ کے ہاں تشریف لائے انہیں روتا ہوا پایا۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرا دودھ میرے بیٹے قاسم کے لیے زیادہ ہو گیا تھا کاش کہ وہ زندہ رہتے اور ان کی رضاعت کی تکمیل ہو جاتی۔ فرمایا ان له مرضعافی الجنة تستکمل رضاعته (جنت میں ان کے لیے دایہ مقرر کر دی گئی ہے۔ وہاں ان کی رضاعت پوری کر دی جائے گی)

حضرت ابراہیم، آنکھوں کی ٹھنڈک

حضرت ابراہیم آپ کو اپنی قبطی بیوی حضرت ماریہ کے بطن سے عنایت کیے

Marfat.com

گئے آپ اپنے والد گرامی کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ جوں جوں آپ عمر میں بڑے ہوتے گئے تو یہ مشابہت افزوں تر ہوتی چلی گئی۔ جناب رسول اللہ کو ان سے بہت محبت تھی غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ وہ قاسم، طاہر، زینب، رقیہ اور حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے مگر حضور کی اپنے بیٹے ابراہیم کی یہ خوشی زیادہ دیر تک نہ رہ سکی۔ حضرت ابراہیم سخت بیمار پڑ گئے۔ جب آپ پر دم نزع طاری ہوا حضور کو ان کی اس حالت سے آگاہ کیا گیا تو سخت غم اور دکھ کے باعث آپ نڈھال ہو گئے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف کے بازوؤں کا سہارا لے کر اس کھجور کے درخت کے پاس تشریف لائے جہاں حضرت ابراہیم تھے۔ آپ خوابگاہ میں داخل ہوئے تو انہیں ماں کی گود میں پایا۔ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرنے والی تھی۔ آپ نے انہیں اپنی گود میں لے لیا غم و حزن آپ کے دل پر چھا گیا غم والم کی تصویر آپ کے خدوخال اور چہرہ کے خطوط جمال سے پوری طرح عیاں تھی پھر فرمایا۔

"اے ابراہیم ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کی قضاء سے نہیں بچا سکتے"۔ پھر آپ نے اپنا سر مبارک جھکا لیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے۔ بچے کی روح قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی۔ ان کی ماں اور بہن رو رہی تھیں مگر جناب رسول اللہ ان کو اس سے منع نہیں فرما رہے تھے (۱) (حیات محمد، 464) جب حضرت ابراہیم کی روح پوری طرح پرواز کر چکی اور ان کے جسم میں نہ کوئی حرکت تھی اور نہ ہی زندگی کے کوئی آثار تو جناب رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے اور آپ فرما رہے تھے اے ابراہیم اگر یہ نہ ہوتا کہ یہ معاملہ حق ہے اور یہ وعدہ سچا ہے اور یہ کہ ہمارا پچھلا عنقریب اپنے پہلے سے جا ملے گا تو اس سے بھی زیادہ ہم تم پر غم کرتے۔ اس کے بعد آپ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد یوں گویا ہوئے۔

آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل غم زدہ ہوتا ہے اور کچھ ہم نہیں کہیں گے مگر وہی جو رب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہو اور اے ابراہیم ہم تجھ پر غم کھانے والے ہیں۔

مسلمانوں نے اس شدید غم والم کا مشاہدہ کیا جو آپ کو لاحق تھا اور ان میں سے بعض نے کوشش کی کہ اس میں بالکل کھو جانے سے آپ کی توجہ ہٹائیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ چیز آپ کو یاد دلائی جس سے آپ نے "ان کو منع فرمایا تھا تو جناب نے فرمایا۔

Marfat.com

ماعن الحزن نهيت، وانما نهيت عن رفع الصوت بالبكا وان ماترون بی اثر و مافی القلب من محبة و رحمة، ومن لم یبد الرحمة لم یبد غیز علیه الرحمة

(میں نے غم کرنے سے منع نہیں کیا تھا میں نے تو بلند آواز کے ساتھ رونے سے منع کیا تھا اور تم جو میری یہ حالت دیکھ رہے ہو وہ اس محبت ورحمت کا اثر ہے جو میرے دل میں ہے جو دوسرے کے لیے اظہار رحمت نہیں کرتا تو کوئی دوسرا بھی اس کے لیے رحمت وشفقت کا مظاہرہ نہیں کرے گا)

جس دن حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی اس دن اتفاقاً سورج گرہن بھی لگ گیا۔ مسلمانوں نے اسے معجزہ خیال کیا اور کہا کہ حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے اسے گرہن لگ گیا ہے۔ آپ گھبرا گئے اور لوگوں سے خطاب فرمایا اور کہا۔

بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ انہیں کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ اگر تم کبھی ایسا دیکھو تو نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی پناہ لو۔ یہ کتنا عظیم طرز عمل ہے بلکہ یہ کیسی عظمت ہے جو جناب رسول اللہ کو دکھ دینے والے غم کے شدید ترین حالات میں بھی اپنے منصب رسالت کو نہیں بھلاتی۔ آپ حق اور سچ سے خاموش نہیں رہتے بلکہ جو تکلیف آپ کو پہنچی تھی اس کے حلقے سے اس لیے باہر قدم رکھتے ہیں تا کہ سورج گرہن کا جو مفہوم سمجھا گیا تھا اور جس کو لوگوں نے معجزہ خیال کیا تھا، اس کی حقیقت سے پردہ اٹھائیں۔ یہ سچ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنی اولاد سے بے حد محبت تھی مگر اپنی رسالت سے محبت اس سے بہت بڑی اور بدرجہا زیادہ تھی۔

Marfat.com

باب : 2

اُم معبد کی زبانی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا

میں نے ایک شخص دیکھا جس کا رخ انور صاف و شفاف اور روشن و تاباں تھا۔ نحافت کے عیب سے مبرا تھا، نہ ہی بالکل نحیف و نزار اور نہ ہی پھولے ہوئے جسم والا، انتہائی خوبرو و خوش رنگ، آنکھیں سیاہی مائل، لمبی لمبی پلکیں، بھاری آواز والا، گردن طویل، ڈاڑھی گھنی، پلکیں لمبی، قوس کی طرح مڑی ہوئی اور آپس میں متصل، خاموش رہے تو پروقار، بات کرے تو اظہار عظمت ہو اور حسن و دلکشی چھا جائے۔ دور سے دیکھنے والے کو ساری دنیا سے بڑھ کر حسین و جمیل لگے اور قریب والے کو صاف ستھرا اور خوش نما نظر آئے۔ شیریں کلام، دو واضح بیان، نہ ہی باتونی اور نہ ہی کم گو، اس کے بین بین، اس کی گفتگو موتی کی وہ لڑیاں، جن کے موتی ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہوں۔ نہ دراز قامت نہ پست قامت، دو ترو تازہ ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی جو تینوں سے بڑھ کر دلکش، سب سے اعلیٰ مرتبت، ساتھی ایسے جو ہمہ وقت حاضر خدمت، اگر بولے تو اس کے بول سننے کے لیے وہ سبھی چپ سادھ لیں، حکم دے تو سر آنکھوں پر اور اس کی تعمیل میں چاک و چوبند، ایسے ساتھیوں سے گھرا رہنے والا جو تابع فرمان، ترشروئی سے خالی اور واہی تباہی سے منزہ۔

Marfat.com

جونہی ابو معبد کی بیوی کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تو وہ پکار اٹھا خدا یہ تو قریش کی وہی شخصیت ہے جس کے معاملہ کے بارے مکہ میں ہمیں بتایا گیا تھا۔ میں نے ان کی رفاقت کا اب پختہ عزم کر لیا ہے۔ اگر مجھے میسر ہوا تو میں یہ ضرور کروں گا۔ چنانچہ مکہ میں آواز بلند ہوئی وہ آواز تو سن رہے تھے مگر یہ نہیں سمجھ رہے تھے کہ آواز والا کون ہے اور وہ یہ کہہ رہا تھا "سارے لوگوں کا پالنہار دونوں ساتھیوں کو بہتر بدلہ عطا فرمائے"۔

ان دونوں نے کہا اے ام معبد خیمے میں داخل ہو وہ دونوں پیام ہدایت لے کر اس کے ہاں مہمان ہوئے۔ بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ساتھی و ہمدم بنا۔

یہ حدیث حسن اور قوی ہے۔ حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔ ذہبی نے اس سے موافقت کی ہے ابن کثیر نے کہا کہ ام معبد کا قصہ مشہور ہے اور کئی واسطوں سے منقول۔ اس کا بعض بعض کے لیے باعث تقویت ہے۔

Marfat.com

باب :3

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یتیم پیدا ہوئے

اخذ الا له ابا الرسول ولم یزل
برسوله الفرد الیتیم رحیما
نفسی الفداء لمفرد فی یتمه
والد راحسن ما یکون یتیما

"معبود برحق نے جناب رسول کریم علیہ السلام کے والد گرامی کو اپنے پاس بلا لیا اور ہمیشہ اپنے یکتا یتیم رسول پر مہربان رہا میری جان قربان اس پر جو اپنی یتیمی میں یکتا تھا اور موتی جب تک در یتیم رہتا ہے بہت ہی زیادہ خوبصورت ہوتا ہے"

دانشوروں کا اس پر اجماع ہے کہ جناب رسول کریم کی یتیمی بھی برکت و رحمت تھی اور آپ کا فقر بھی ایک عنایت اور نعمت تھا اور آپ کی تربیت اور تادیب بھی من جانب اللہ تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔

"لقداد بنی ربی فاحسن تادیبی"۔

"میرے رب نے خود میری تربیت فرمائی اور بہت ہی عمدہ طریقہ سے میری تربیت کی"

Marfat.com

یہ کیسے ہوا؟ جناب رسول کریم یتیم پیدا ہوئے آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو والد ماجد کی وفات کے بعد جنم دیا۔ حضرت عبداللہ قریش کے قافلہ کے ساتھ شام تشریف لے گئے تھے۔ اپنی واپسی پر یثرب میں قیام فرمایا تاکہ وہاں سے خوراک وغیرہ خریدیں جیسا کہ ان کے والد ماجد حضرت عبدالمطلب نے آپ کو حکم دیا تھا۔ مگر اتفاقاً بیمار پڑ گئے۔ وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ اس طرح رسول کریم کے بارے فیصلہ ایزدی یہ ہوا کہ آپ دنیا میں بحیثیت ایک یتیم کے جلوہ افروز ہوں۔ مگر جس ذات جل جلالہ نے آپ کے لیے یہ لکھ دیا تھا اس نے آپ کے لیے یہ مقدر نہ فرمایا کہ آپ اس نو عمری میں یتیمی کی سختی بھی چکھیں۔ چنانچہ آپ کے دادا عبدالمطلب کو آپ کے لیے آپ کے باپ کا قائم مقام مقرر فرما دیا۔ انہوں نے آپ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور آپ کو اپنا جام محبت والفت پلایا، جو باپ کی محبت و شفقت کا بدل ثابت ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تین مشفق اور محبت رکھنے والی مائیں بنائیں۔ ان میں سے ایک تو آپ کی حقیقی ماں انتہائی شفیق سیدہ آمنہ الطاہرہ تھیں۔ دوسری آپ کی ماں آپ کی پاکباز اور مشفق آیا برکتہ، اور تیسری آپ کی دودھ پلانے والی شفیق ماں حلیمۃ السعدیہ تھیں۔

آپ کی عمر مبارک کے چھٹے سال آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر یثرب کی طرف روانہ ہوئیں۔ ان کی لونڈی برکتہ بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ ان کے اس سفر کا مقصد وہاں مدفون اپنے خاوند کے جسم اطہر کی زیارت نیز آپ کے رشتہ دار قبیلہ بنی نجار کے لوگوں سے آپ کا تعارف کرانا تھا۔ چنانچہ جس قدر کے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ یہ مبارک قافلہ یثرب میں قیام کرے، وہاں یہ قیام پذیر رہا۔ پھر واپسی کے ارادہ سے اپنا رخ موڑا مگر شومئی قسمت سے راستہ میں ہی حضرت سیدہ آمنہ الطاہرہ شدید درد میں مبتلا ہو گئیں۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اس شدید تکلیف کی حالت میں آپ نے مبارک بچے کی طرف نظر کی اور نہایت ہی پست آواز میں جس کو دکھوں نے کمزور کر دیا تھا فرمایا:

بارك الله فيك من غلام
بابن الذی من حومة الحمام
نجابعون الملك العلام!

Marfat.com

فودی غداة الضرب بالسهام

بمائة من إبل سوام

اے بیٹے اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے اے اس کے بیٹے جو موت کی سختی سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے نجات پا گیا قرعہ اندازی کے دن سو چرنے والے اونٹوں کے ساتھ جس کا فدیہ دیا گیا (الروض الانف، الحاوی للفتاوی، 222/2 دیکھئے الھام سے یہاں مراد وہ پانسے کے تیر ہیں جن کے ساتھ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور اونٹوں پر قرعہ اندازی کی گئی) پھر اپنے جسم بیمار میں بچی کھچی قوت کو سمیٹا اور فرمایا:

کل حی یموت و کل جدید بان و کل کبیر یفنی وانا

میتہ و ذکری باق فقد ترکت طیرا وولدت طھرا

(ہر زندہ مر جائے گا اور ہر نیا پرانا ہو جائے گا اور ہر بڑا فنا ہو جائے گا۔ میں وفات پانے والی ہوں مگر میرا ذکر باقی رہے گا میں نے ایک مبارک پرندہ پیچھے چھوڑا ہے اور میں نے اسے پاکیزہ جنا ہے)

اس کے بعد آپ نے اپنی روح روح آفریں کے سپرد کر دی اور اپنے مبارک بچے کو ان کی آیا برکتہ کے ساتھ چھوڑا جس نے آپ کو اٹھا لیا اور دوہرا داغ یتیمی سہنے والے کو نہایت غمزدہ ہو کر ان کے دادا کے پاس لائیں۔ دادا نے آپ کو اٹھا لیا اور جس قدر وہ پہلے آپ پر اپنی محبت نچھاور کیا کرتے تھے، اس سے کہیں بڑھ کر اب اپنی محبت کے پھول آپ پر نچھاور کرنے لگے۔ انہوں نے آپ کو اپنے قریب کیا۔ حد درجہ کوشش کی کہ آپ اس داغ یتیمی کو محسوس نہ کر پائیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے سائے میں حضرت عبدالمطلب کے لیے مسند آراستہ کی جاتی تھی۔ ان کے بیٹے ان کے آنے تک اس مسند کے اردگرد انتظار میں بیٹھے رہتے تھے۔ ان کی عزت واحترام کے پیش نظر ان کے بیٹوں میں سے کوئی بھی اس پر نہیں بیٹھتا تھا۔ جناب رسول اللہ جب تشریف لاتے۔ ابھی آپ بچے تھے اس پر آ کے بیٹھ جاتے۔ آپ کے چچا اس مسند سے آپ کو دور ہٹانے کی کوشش کرتے مگر عبدالمطلب کہتے میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو۔

Marfat.com

ان کی بڑی عظمت و شان ہے پھر وہ آپ کو اپنی مسند پر بٹھا دیتے اور اپنا ہاتھ ان کی پشت مبارک پر پھیرتے اور جو کچھ آپ کو کرتا دیکھتے اس سے بہت خوش ہوتے۔ جب آپ کی عمر شریف آٹھ برس کی ہوئی تو آپ کے دادا سخت بیمار ہو گئے۔ جب انہیں اپنی موت کی قربت کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے ابو طالب کو آپ کے بارے میں وصیت کی۔ چنانچہ حضرت ابو طالب نے حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ پر مہربانی اور شفقت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ وہ آپ کی نگہداشت کرتے تھے اور اپنی عنایت کے ساتھ آپ کو خاص کیا کرتے تھے۔ صبح شام آپ کی مصاحبت میں رہتے اور اس خیال سے آپ کا غم ہلکا کرنے کی انتہائی کوشش کرتے کہ کہیں یہ داغ یتیمی آپ کو اپنے اکیلے پن کا احساس نہ دلا دے یا آپ احساس محرومی میں مبتلا ہو جائیں۔ حضرت ابو طالب کی بیوی فاطمہ بنت اسد آپ کے ساتھ احسان کیا کرتی اور اپنی اولاد پر آپ کو فوقیت دیتی جبکہ اس نے آپ کے اعلیٰ اخلاق اور یمن و برکت کو بھانپ لیا۔ جناب سیدنا حضرت محمدؐ کے وجود مسعود کی برکات حضرت ابو طالب کے گھر میں بھی ایسی ہی تھیں جیسی کہ حلیمہ سعدیہ اور ان کے خاندان میں۔ جونہی آپ ان میں تشریف لے گئے برکات نازل ہونا شروع ہو گئیں اور رزق ہر طرف سے امڈ پڑے۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت ابو طالب مفلوک الحال اور کثیر العیال تھے۔ جب ان کے بچے اکیلے کھانا کھاتے تو کھانا اتنا تھوڑا ہوتا کہ وہ سیر نہیں ہو سکتے تھے مگر جب وہی کھانا جناب سیدنا حضرت محمدؐ کے ساتھ مل کر کھاتے تو سیر بھی ہو جاتے اور ان سے کھانا بچ بھی جاتا تو ابو طالب اپنے بھتیجے سے کہتے :

انک لبار (ابن ہشام نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے) السیرۃ النبویۃ، ج1، ص176)

(بے شک آپ بڑے صالح اور بابرکت ہیں)

مبارک یتیم

ابھی جناب محمد بن عبداللہ علیہ ازکی الصلوٰۃ والسلام رحم مادر میں ہی تھے کہ آپ کی برکات آپ کی قوم اور ساری انسانیت پر امڈ پڑیں اور وہ یوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابرہۃ اور اس کے لشکر کے مکہ معظمہ اور اس کے بیت اللہ کے بارے برے ارادوں کو ناکام بنا دیا انہیں سخت ہزیمت سے دوچار کیا اور مکان

Marfat.com

مقدس کی قدسیت کی حفاظت کی اور اس کی حرمت کو محفوظ رکھا تو عرب قریش کی بہت عزت کرنے لگے اور ان کے بارے میں کہا۔

یہ اللہ والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے جنگ کی ہے اور دشمن کے شر کے مقابلے میں ان کی کفایت کی ہے گویا کہ یہ فتح و نصرت اس دن کی تمہید تھی جس دن سیدنا محمد بن عبد اللہ کی ولادت باسعادت ایک ایسی رسالت کے ساتھ ہوئی جس رسالت نے اس گھر کے شرف کو دوبالا کر دیا۔ اس کی قدر و منزلت کو بلند کیا اس کی عظمت، لوگوں کے دلوں میں، اس کی محبت اور اس کے ساتھ ان کے تعلق کو دگنا کر دیا۔ پھر کیا تھا برکات کا تانتا بندھ گیا۔ ابو لہب نے آپ کی ولادکت کی خوشی میں جس وقت اسے خبر پہنچی قبیلہ اسلم کی اپنی ایک لونڈی ثوبیہ کو آزاد کر دیا تو گویا یہ ولادت مبارکہ اس لونڈی کے لیے برکت، رحمت مژدہ آزادی اور اس حقیقت کا اعلان تھا کہ عنقریب اس مبارک نومولود کے ذریعے ایک انسان کی دوسرے انسان کے ہاتھوں غلامی کی جملہ اقسام کا خاتمہ ہو جائے گا۔

یہ بھی مناسب نہیں کہ ہم آپ کی ان برکات کو بھول جائیں جو حلیمہ سعدیہ کے حصہ میں آئیں۔ وہ حلیمہ سعدیہ جو دیگر دودھ پلانے والی عورتوں کے ہمراہ قحط زدہ سال میں دودھ پیتے بچوں کی تلاش میں دشت مکہ سے آئیں جب یہ در یتیم ان پر پیش کیے گئے تو سب نے ان کو لینے سے انکار کر دیا مگر حلیمہ نے آپ کو لے لیا کیونکہ بغیر بچے کے خالی ہاتھ واپس جانا انہیں ناپسند تھا۔ یہ وہ سب کچھ تھا جس نے انہیں یہ کلمات کہنے پر آمادہ کر دیا۔

ہم ایک کمزور اور دبلی پتلی گدھی پر سوار ہو کر مکہ کی طرف نکلے ہمارے ساتھ ہماری بوڑھی اونٹنی بھی تھی۔ بخدا وہ ایک قطرہ دودھ بھی نہیں دیتی تھی۔ ہم اپنے بھوکے بچے کے رونے کے سبب رات کو سو بھی نہیں سکتے تھے۔ جب سے میں نے حضرت محمد کو لیا اور انہیں اپنی گود کی زینت بنایا تو میرے پستان دودھ سے پھوٹ پڑے۔ چنانچہ آپ نے دودھ پیا حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ میرے دوسرے بیٹے نے بھی سیر ہو کر پیا اور دونوں سو گئے۔

Marfat.com

میرے خاوند جب اپنی اونٹنی کی طرف گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس کے تھنوں میں سے دودھ بہہ رہا ہے۔ ہم سب نے پیا۔ حتیٰ کہ سیراب ہو کر اور سیر ہو کر ہم نے اپنے ہاتھ اس سے کھینچ لیے۔ ہم نے اپنی رات بڑے اچھے طریقے سے گزاری۔ پھر صبح کے وقت اپنی کمزور گدھی پر سوار ہوئے۔ حضرت محمد ﷺ کو بھی اس پر سوار کرایا۔ خدا اس گدھی نے اپنے سواروں کو لے کر وہ مسافتیں طے کیں جوان کے جوان اور طاقتور گدھے بھی نہ کر سکے حتیٰ کہ میری سہیلیاں مجھ سے کہنے لگیں:

یاابنة ابی زوئیب، ویحك اربعی علینا الیست هذه اتانك التی کنت قد خرجت علیها فاقول لهن بلی واللہ انها لهی فیقلن لی واللہ وان لها لشاناً

(اے ابوذویب کی بیٹی تیرا برا ہو ہمارا ذرا انتظار تو کر۔ کیا یہ وہی گدھی ہے جس پر تو سوار ہو کر گھر سے نکلی تھی۔ میں نے ان سے کہا ہاں خدا یہ تو وہی ہے۔ وہ مجھے کہتیں اب تو اس کے بڑے ٹھاٹھ ہیں)

بہر حال ہم بنی سعد کے صحرا میں ان کے گھروں میں پہنچ گئے، میں نے خدا تعالیٰ کی ساری زمینوں میں سے بنی سعد کی زمین سے زیادہ قحط زدہ اور کوئی زمین نہیں دیکھی تھی۔ مگر آپ کے وجود مسعود کی برکت سے وہ اچانک ہی سرسبز و شاداب ہو گئی اور اس کے پھل وغیرہ پک گئے اور میری بکریاں سیر ہو گئیں۔ ہم ان کا دودھ دوہتے اور پیتے تھے حالانکہ دیگر لوگ اپنی بکریوں کے تھنوں سے ایک قطرہ دودھ بھی نہیں نکال سکتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ اپنے چرواہوں سے کہنے لگے تمہارا برا ہو تم بھی وہاں اپنے مویشیوں کو چراؤ جہاں ابوذویب کی بیٹی کے چرواہے چراتے ہیں۔ میرے خاوند کہتے اے حلیمہ جان لے بے شک تو نے ایک مبارک روح (انسان) کا انتخاب کیا ہے۔ بیت اللہ شریف کی دوبارہ تعمیر کے بعد حجر اسود کو اپنی اصلی جگہ میں نصب کرنے کے سلسلے میں کعبہ شریف کے پاس آپس میں قتل و قتال پر آمادہ قبائل کے لیے آپ کا وجود مسعود رحمت اور ان کو جنگ اور خونریزی سے نجات دلانے کا باعث ثابت ہوا۔ ان میں سے ہر فریق اس پر بضد تھا کہ حجر اسود کو رکھنے کا سہرا اس کے سر

Marfat.com

رہے۔ ان میں سے کئی ایک نے تو خون چاٹ لیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ عقلمند لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا اور اگلی صبح کعبہ شریف کے دروازے سے سب سے پہلے داخل ہونے والے شخص کو ثالث مقرر کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ حسن اتفاق سے سب سے پہلے داخل ہونے والے حضرت محمدؐ بن عبداللہ الصادق الامین تھے۔ ان کو دیکھتے ہی سب خوشی سے چلا اٹھے یہ امین ہیں۔ ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ انہوں نے سارا معاملہ آپ سے بیان کیا۔

آپ نے فرمایا میری طرف کپڑا لاؤ۔ کپڑا لایا گیا آپ نے پتھر کو اٹھایا اور اپنے معزز اور مبارک ہاتھوں سے اس کو کپڑے میں رکھ دیا۔ پھر فرمایا ہر قبیلہ کپڑے کو ایک طرف سے پکڑ لے، پھر سب مل کر اس کو اٹھائیں۔ چنانچہ ان سب نے ایسا کیا، یہاں تک کہ جب وہ عمارت کعبہ کے پاس حجر اسود کی جگہ پر پہنچے تو جناب رسول کریمؐ نے اسے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر اپنی جگہ میں نصب کر دیا۔ اس طرح اس معاملہ میں ان کے مابین اختلاف ختم کر دیا گیا اور قریش کی جانیں بچالی گئیں پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ برکت عام ہو گئی، رحمت پایہ تکمیل کو پہنچی اور اس مبارک یتیم کے ہاتھوں انسانیت کے ظلم اور کفر کی ظلمتوں سے نور حق، عدل اور سلامتی کی طرف خروج تام ہوا۔ امام ابو زہرہ فرماتے ہیں: رحمت ان دکھوں کی وجہ سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے جو انسان کی ذات کو زندگی کے دوران لاحق ہوتے ہیں اور اس کا ظہور اس شخص کی طرف سے ہوتا ہے جس نے کمزوری اور کڑواہٹ چکھی ہو۔ بھلا یتیمی سے بڑھ کر اور کونسی کمزوری ہو سکتی ہے؟

الرحمۃ تنبع من الالام الذ اتیته التی تعترض الانسان اثناء الحیاۃ فھی لا تنبعث الا ممن ذاق مرارۃ الضعف وای ضعف اشد من الیتم. (الشیخ محمد ابو زہرۃ، خاتم النبیین، ج 1، ص 130-131)

(اس میں کوئی نزاع نہیں کہ سیدنا حضرت محمدؐ یتیم کا ام ایمن جیسی ایک حبشی لونڈی کے ساتھ بحیثیت ماں کے ارتباط و تعلق جناب کے لیے ایک متاع انسانی اور توشہ حیات کی حیثیت رکھتا

Marfat.com

ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ آپ کو نوازا گیا اور یہ اس حقیقت کا پتہ دیتا ہے کہ تمام لوگ برابر ہیں)

اور یہ کہ شرافت اور فضیلت اسے حاصل ہے جس کے عمل اچھے ہوں نہ کہ اس کو جو اپنے حسب ونسب پر نازاں ہے اور بے شک اس میں ایک عظیم حکمت تھی کہ آپ کی آیا، جس سے جناب حضرت محمدؐ مستغنی نہیں رہ سکتے تھے، ایک حبشی لونڈی ہو۔ بفرض محال اگر آپ کسی ایسی عورت کی نگہداشت میں پرورش پاتے جو اکابرین قوم سے تعلق رکھتی تو کہا جاتا کہ یہ فضیلت اور یہ اخلاقیات اور یہ ادب جو آپ کے حصہ میں آیا ہے، یہ اس آیا کا مرہون منت ہے، مگر جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آپ کی تربیت حبشی لونڈی کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے، تو اب ایسی بات کی کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ آپ کو ادب سکھانے والی اور آپ کی پرورش کرنے والی ذات محض اور محض اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور جناب رسول کریمؐ نے جو کچھ بھی فرمایا، سچ فرمایا اور جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

ادبنی ربی فاحسن تادیبی

"میرے رب تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور بڑے اچھے طریقے سے سکھایا)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وانك لعلی خلق عظیم

اور یہ خلق کا وہ مرتبہ ہے جو تربیت اور رہبری کے لحاظ سے تمام انسانی قوتوں اور طاقتوں کو چیلنج کر رہا ہے اور اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کی ہی عطا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

الم یجدك یتیما فاوی ووجدك ضالا فهدی ووجدك عائلا فاغنی واما بنعمة ربك فحدث

(کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا)

Marfat.com

آپ نے فرمایا:۔

انا سید ولد آدم ولا فخر سیدھم تربیة، سید ھم نشأة، سید ھم سلوکا، سیدھم ھدایة، سیدھم مقاما، عند اللہ الذی ادبہ فاحسن تادیبہ، لیکون المثل الاعلی لانسانیتہ جمعاء

(میں اولادِ آدم کا سردار ہوں فخر نہیں۔ آپؐ تربیت کے لحاظ سے ان کے سردار ہیں، پرورش کے لحاظ سے ان کے سردار ہیں، سلوک کے اعتبار سے ان کے امام ہیں، ہدایت کے لحاظ سے ان کے مقتدا ہیں اور مقام کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک سب سے بلند مقام انہیں حاصل ہے، جس نے آپؐ کو ادب سکھایا اور بڑے عمدہ طریقہ سے سکھایا تاکہ تمام انسانیت کے لیے آپ ایک اعلیٰ نمونہ بنیں)

اللھم صل وسلم وبارك علیه

اگر حال یہ ہو تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں کہ جب آپؐ ایک صحابی کو سنتے ہیں کہ وہ یہ کلمات کہہ کر دوسرے صحابی کو عار دلا رہا ہے۔

یاابن السوداء (سیاہ فام عورت کے بیٹے) تو سخت غضب ناک ہو جاتے ہیں اور آپ تین دفعہ یہ کلمہ دہراتے ہیں۔

"لقد طفح الکیل، لقد طفح الکیل، لقد طفح الکیل.

لیس لا بن البیضاء علی ابن السوداء فضل الا بالتقوی.

(بے شک پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، بے شک پیمانہ لبریز ہو چکا ہے بے شک پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ کسی گوری کے بیٹے کو کسی کالی کے بیٹے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔

حضرت محمد سفید رنگ والی خاتون کے فرزند ارجمند تھے مگر آپ کی پرورش کالے رنگ والی عورت نے کی، چنانچہ آپؐ بیک وقت ان دونوں کے بیٹے تھے۔

Marfat.com

مشہور یہ ہے کہ جناب رسول کریم ام ایمن کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔

هذا امی بعد امی

یہ میری حقیقی ماں کے بعد میری ماں ہیں۔

آپؐ ان کے ساتھ احسانات فرماتے تھے۔ ان پر بڑے مہربان تھے۔ ہر وہ چیز ان کو پیش کرتے جو ان کی رضا مندی کا باعث ہوتی اور ان کے دل میں خوشی داخل کرتی۔

ایسا فقیر جو غنی تھا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے اور اپنے بیٹے کے لیے اپنے پیچھے برکتہ نامی ایک لونڈی، پانچ اونٹ اور بکریوں کا ایک ریوڑ چھوڑا۔ یہ ایک ایسا ترکہ تھا جس نے آپ کو فقیروں کی صف میں لا کھڑا کیا، چنانچہ آپ کام اور کمائی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بچپن سے ہی بکریاں چرانے میں مصروف ہوئے۔ آپ ان کو چند قیراط (پیمانہ) کے بدلے چرایا کرتے جو ان کے مالکوں سے وصول کرتے۔

اور یہ قیراط ان لوگوں کی طرف سے ایک وظیفہ تھا جس کے ذریعے مع خاندان ابو طالب آپ اپنی خورد و نوش کا بندوبست کرتے اور ان میں سے کچھ فقراء کو بھی عطا کرتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بکریاں چرانے میں آپ کی مصروفیت بہ ارادہ الٰہی تھی، جو عظیم اور معنی خیز حکمت پر مبنی تھا۔ آپ سے پہلے بھی تمام انبیاء علیہم السلام بکریاں چراتے تھے۔

یہ ایک ایسا کام ہے، جو اس شخص کو، جو اسے سر انجام دیتا ہے، ضعیفوں کے ساتھ نرمی، ان پر مہربانی، صبر، اچھی قیادت، بھگوڑے شخص کی دلجوئی اور اسے سوسائٹی کی طرف واپس لانے کا عادی بناتا ہے۔

ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ درج ذیل حدیث بیان کی ہے۔

قال رسول اللہ "ما من نبی الا وقدرعی الغنم" قیل و انت یا رسولؐ اللہ، قال "وانا"۔ (سیرۃ ابن ہشام، ج 174,1)

روض الانف میں وارد ہوا ہے۔

Marfat.com

انما جعل اللہ تعالیٰ هذا فی الانبیا لیکونوا رعاۃ الخلق ولتکون امتهم رعایۃً لهم. (الروض الانف، ج 1، ص 11، مطبوعہ مغرب)

(جناب رسول اللہ نے فرمایا کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ عرض کی گئی اور آپ نے بھی چرائی ہیں فرمایا ہاں میں نے بھی چرائی ہیں)

روض الانف میں آیا ہے۔

(اللہ تعالیٰ نے بکریاں چرانے کا کام انبیاء میں اس لیے جاری فرمایا تاکہ وہ مخلوق کے بھی نگہبان بنیں اور ان کی امت بھی ان کی زیر نگرانی رہے)

جب آپؐ پوری قوت کے ساتھ سن شباب کو پہنچے تو آپ تجارت میں مشغول ہو گئے اور اپنے چچا کے ہمراہ شام کا سفر کیا۔ آپ نے پرورش پائی اور اللہ تعالیٰ بذات خود آپ کی نگہداشت اور حفاظت فرما رہے تھے جاہلیت کی سفلی باتوں اور مفاسد سے آپ کو پاک رکھا ہوا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت آپ کے بارے میں ایسے ہی ہوئی اور اس لیے بھی کہ اس بار رسالت کو اٹھانا تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے تیار کر رکھی تھی اور اس سے آپ کو نوازنا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو غنی کر دیا اور حضرت خدیجہ کی تجارت کے لیے آپ کو سفر پر آمادہ کیا۔ وہ خدیجہ جو دولت کے لحاظ سے اپنے زمانہ کی عورتوں سے بڑھ کر تھیں اور رتبہ کے لحاظ سے ان سب سے بڑی تھیں، آپ ان کے مال کو تجارت میں لگا کر دوسروں کی نسبت کئی گناہ زیادہ نفع کمانے لگے، تو نتیجۃً حضرت خدیجہ کا آپ کی ذات میں یقین پختہ ہو گیا اور وہ آپ کی امانت داری اور تجارت کے معاملات میں حسن تدبر سے مطمئن ہو گئیں، چنانچہ انہوں نے آپ سے شادی کر لی اور اپنا سارا مال آپ کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔ آپ جیسے چاہتے اس میں تصرف فرماتے۔ آپ نے اپنی امانت، دانائی اور حسن تدبیر کے ساتھ ان کی مدد فرمائی اور اس کے بدلے حضرت خدیجہ نے اپنے مال، اپنی محبت اور اپنے اخلاص کے ساتھ آپ کے لیے سامان تسلی بہم پہنچایا، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ سے

Marfat.com

حضرت خدیجہ کو نیک اولاد عطا کی، تو حضور کے لیے حضرت خدیجہ کی محبت اور اخلاص میں اضافہ ہو گیا۔

عزت والا اور طاقت والا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ باعزت اور طاقتور بنا دے

ابو حیان نے اپنی "بحر" میں اور دوسروں نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر نے فرمایا:۔

انما یتم رسول اللہ لئلا یکون علیہ حق لمخلوق (سبل الھدیٰ ج1، ص393)

(جناب رسول کریم اس لیے یتیم کیے گئے کہ کسی مخلوق کا آپ پر کوئی حق نہ ہو)

ابن العمار نے "کشف الاسرار" میں لکھا ہے۔

انما رباہ یتیما لان اساس کل کبیر صغیر وعقبی کل ضعیف قوی عزیز و ایضا لینظر ﷺ اذا وصل الی مدارج عزہ الی اوائل امرہ لیعلم ان العزیز من اعزہ اللہ تعالیٰ وان قوتہ لیست من الاباو والا مھات ولا من المال بل قوتہ من اللہ تعالی وایضا لکی یرحم الفقرا والا یتام

(اللہ تعالیٰ نے بحیثیت یتیم آپ کی اس لیے پرورش کی ہے کہ چونکہ ہر بڑے کی بنیاد چھوٹا ہوتا ہے اور ہر کمزور کا انجام صاحب قوت و عزت ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ تاکہ جب آپ مدارج عزت طے کر لیں تو آپ کی نظر اپنے معاملہ کی ابتداء کی طرف ہو اور آپ جان لیں کہ بے شک قوت والا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ قوت عطا کرے اور یہ کہ آپ کی نظر اپنے معاملہ کی ابتداء کی طرف ہو اور یہ کہ آپ کی قوت اپنے آباؑ اور امہات کی طرف سے نہیں ہے اور نہ ہی مال سے ہے بلکہ اس کے برعکس آپ کی قوت کا منبع خدائے واحد کی ذات پاک پر ہے

Marfat.com

اور پھر اس لیے بھی کہ جب آپ نے خود فقر اور یتیمی کی زندگی گزاری ہوگی تو آپ فقیروں اور یتیموں پر رحم کریں گے)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کان یتمه برکة و رحمة

وکان فقره لطفاً ونعمة

ورباه ربه واکرمه

وادبه فاحسن تادیبه

(آپ کی یتیمی برکت اور رحمت تھی اور آپ کا فقر لطف و نعمت تھا۔ آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کی پرورش فرمائی اور آپ کو عزت بخشی۔ آپ کو ادب سکھایا اور بہت ہی اچھے طریقے سے سکھایا)

بعد ازاں اے نبی کریمؐ اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے۔ وہ نبی جس کی یتیمی برکت اور رحمت تھی اور جس کا فقر لطف و نعمت تھا، چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤوف رحیم

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:۔

وما ارسلنك الا رحمة للعالمین

(جب سات آسمانوں کے اوپر سے خود اللہ جل جلالہ کی ذات مقدس اور اس کے فرشتے بھی آپ پر درود بھیج رہے ہیں تو تمام انسانیت بلکہ تمام عالم کے یہ کس قدر لائق ہے کہ وہ اس نعمت عظمیٰ اور بطور تحفہ دی گئی رحمت پر درود بھیجے، جو پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال فرماتے ہیں اور ناپاک اور گندی چیزیں ان کے لیے حرام ٹھہراتے ہیں اور وہ بوجھ جو ان پر لدے ہوئے تھے وہ ان سے ہٹاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے سیدھے راستے کی طرف ان کی راہنمائی کرتے ہیں۔

Marfat.com

ویحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم اصرهم والا غلال التی کانت علیهم ویهد یهم باذن ربهم الی الصراط المستقیم.

یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلمو تسلیما والله اعلم حیث یجعل رسالته ویختص برحمته من یشاء

اے اہل ایمان ان پر درود پڑھو اور خوب سلام کرو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے اور جسے چاہتا ہے اپنی رحمت (رسالت ونبوت) سے نوازتا ہے۔

Marfat.com

باب :4

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم منصف مزاج
مغربی مفکرین کی نظر میں

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر آج تک انصاف پسند مغربی مفکرین اور علماء جناب سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر اپنی تمام تر توجہات مرکوز کیے ہوئے ہیں۔ وہ اس شخصیت میں موجود عظمت کے گوناگوں پہلوؤں کی تلاش میں اور ان مظاہر قوت سے روشناس ہونے اور آگاہی حاصل کرنے میں کوشاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائے ہیں۔

کارلائل

ان منصف مزاج مفکرین میں سے ایک انگریز مصنف کارلائل ہیں۔ جو ہیروازم سے محبت رکھتے تھے اور وہ ہر میدان میں اس خصوصیت کے حامل حضرات کی کھوج میں لگے رہتے تھے۔ اپنی اسی لگن کے پیش نظر انہوں نے ''الابطال'' کے عنوان سے ایک کتاب بھی تالیف کی۔ جس میں رسول اسلام علی صاحبہ السلام کے لیے ایک کامل فصل مختص کی۔ اس میں انہوں نے اسلام کے بارے جن اکاذیب (جھوٹ) کی اشاعت کی جاتی ہے ان کی تصدیق کرنے اور اس کے نبی علی صاحبہ السلام کے بارے جن لغویات اور تعدیات (دست درازیاں) کا چرچا کیا جاتا ہے، سے لوگوں کو خبردار اور متنبہ کیا اور کہا کہ وہ رسالت جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر

Marfat.com

آئے وہ کروڑوں انسانوں کے لیے چودہ صدیوں سے ایک چمکتا ہوا چراغ اور شمع ہدایت رہی ہے۔ تو پھر کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ یہ رسالت جس پر یہ کروڑوں انسان زندہ رہے ہیں اور پھر اسی پر مر گئے جھوٹ یا دھوکہ ہو سکتی ہے؟

پھر انہوں نے ان سے پوچھا کہ کیا انہوں نے کوئی ایسا جھوٹا آدمی دیکھا ہے جو یہ کر سکا ہو کہ کوئی نیا دین وجود میں لایا ہو اور ایسی صورت میں اس کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرے جس صورت میں اسلام کی نشر و اشاعت ہوئی۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ جو رسالت جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پہنچائی وہ سوائے حق و سچ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ آپ نے فرمایا وہ تو سوائے ایک سچی آواز کے اور کچھ نہیں جو ایک انجانے جہان سے آ رہی ہے۔ وہ تو بس ایک روشن ستارہ ہے، جس نے سارے جہان کو منور کر دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وذلك فضل الله يوتيه من يشاء

پھر وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لقد احببت محمداً ﷺ لخلو نفسه من الرياء والنفاق وبرتها من التصنع والطمع وحب الدنيا لقد كان منفردا بنفسه العظيمة و خالق الكون والكائنات و قدراى سر الوجود يسطع امام عينيه باحواله و محاسنه

میں حضرت محمد ﷺ سے محبت کرتا ہوں کیونکہ آپ کا دل ریاکاری اور منافقت سے پاک تھا۔ بناوٹ، لالچ، اور حب دنیا سے بری تھا۔ آپ کو اپنے نفس عظیمہ اور خالق کون و مکان کے ساتھ یکسوئی حاصل تھی اور آپ نے راز وجود کو اس کے سارے احوال اور محاسن کے ساتھ اپنی آنکھوں کے سامنے چمکتے دیکھا۔

جناب حضرت محمد ﷺ کی آواز پاکیزہ اور منزہ صحرائی طبیعت کے قلب سے آ رہی تھی۔ یہی سبب ہے کہ کانوں سے فوراً ہی دلوں تک پہنچی اور اس کے کلمات دلوں میں گھر کر گئے۔ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نہ تو متکبر تھے اور نہ ہی ذلیل۔ آپ جھوٹی موٹی ملمع سازیوں سے راضی نہیں ہوتے تھے اوھام باطلہ کا خوف آپ کو مضطرب نہیں کرتا تھا اور آپ نے اپنی عاجزی والی جگہ اور پیوند لگے کپڑوں کے ساتھ شاہان عالم اور قیاصرہ

Marfat.com

کو ان کی اصلاح کی خاطر انہیں عذاب الٰہی کا ڈر سنانے کے لیے متنبہ کیا اور ان سے مخاطب ہوئے۔ بے شک حق کے سلسلہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کا آپ نے کبھی بھی خوف نہ کیا اور جس مال، مرتبہ اور اقتدار کی پیش کش آپ کو کی گئی آپ نے اسے ٹھکرا دیا اور اس حال میں زندگی بسر فرمائی کہ آپ دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے تھے۔ فقر کو اختیار کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اجتہاد کرنے والے تھے اور وہ خطرات جو آپ کو پیش آسکتے تھے اور وہ رکاوٹیں جو آپ کے راستہ میں حائل ہو سکتی تھیں ان کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دین حق کو زمین پر غلبہ عطا فرمایا، وہ پھیلتا ہی گیا اور بار آور ہوا۔

لارڈ ہاڈلے

وہ لوگ جنہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا اس کا نعرہ لگایا اور اس کے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کلمہ حق کہا ان میں سے ایک لارڈ ہاڈلے بھی ہیں۔ یہ وہ ہیں جو لکھتے ہیں "میں نے غور و فکر کیا اور چالیس سال تک گوشہ نشین رہا تاکہ حقیقت کو پالوں اور اس بات کا اعتراف کرنا میرے لیے ضروری ہے کہ شرق مسلم کے میرے سفر نے مجھے آسان و مبنی بر سہولت دین محمدی (علی صاحبہ السلام) کے احترام سے بھر دیا۔ یہ وہ دین ہے جو ایک انسان کو عمر بھر کے لیے اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بنا دیتا ہے نہ کہ صرف اتوار کے دنوں میں، اور میں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس اسلام کا راستہ دکھایا ہے جو میرے دل میں ایک پختہ حقیقت بن گیا ہے اور مجھے وہ سعادت و طمانیت نصیب کی ہے جو اس سے پہلے میرے حصے میں نہیں آئی تھی۔ میں تو بلا شبہ ایک اندھیری کوٹھڑی میں تھا۔ بعد ازاں اسلام نے مجھے فراخ زمین کی طرف نکالا، جس کو دن کا سورج منور کیے ہوئے تھا۔ چنانچہ میں سمندر کی خالص اور پاکیزہ ہوا سونگھنے لگا"۔ لارڈ ہاڈلے حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کی شخصیت کے بارے میں بحیثیت ایک اعلیٰ و ارفع اور کامل نمونہ ہونے کے گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں "بے شک نبی عربی ﷺ کے بڑے قوی اور مضبوط اخلاق تھے اور آپ کی ایک ایسی شخصیت تھی جس کو زندگی کے ہر ہر قدم پر تولا گیا۔ اس کی چھان بین کی گئی اور اس کو آزمایا گیا۔ مگر اس میں مطلقاً کوئی نقص نہ نکلا" چونکہ آج

Marfat.com

ہم ایک ایسے کامل نمونے کے محتاج ہیں جو زندگی میں ہماری ساری احتیاجات کو پورا کرنے والا ہو تو یہ حاجات نبی مقدس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت ہی پورا کر سکتی ہے اور یہ ایک ایسی شخصیت ہے جو ہمیں ترقی یافتہ، عقل، سخاوت و کرم، شجاعت، پیش قدمی، صبر، بردباری، سکون، عفو، تواضع اور حیاء کا عکس دکھاتی ہے اور اس میں ان تمام اصلی و حقیقی اخلاق کا پرتو نظر آتا ہے جو انتہائی اعلیٰ وارفع شکل میں انسانیت کی تعمیر کرتے ہیں اور یہ سارا کچھ ہم آپ کی شخصیت میں نورانی رنگوں میں دیکھتے ہیں۔

مائیکل ہارٹ یہ ہیں مائیکل ہارٹ مشہور عالم خلاباز جو انسانوں میں پائی جانے والی عظمت اور ان میں سے جن کے نام آج تک زندہ ہیں، ان کا کھوج لگانے پر فریفتہ ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا عنوان ہے "الخالدون مائۃ اعظم محمد رسول اللہ" (سو (۱۰۰) وہ ہمیشہ رہنے والے جن کے سب سے بڑے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں) مائیکل مسلمان نہیں ہیں وہ ایک امریکی مسیحی محقق ہیں۔ انہوں نے شخصیات میں سے سو (۱۰۰) ان شخصیتوں کا انتخاب کیا ہے جنہوں نے انسانی زندگی پر واضح اور نمایاں اثرات چھوڑے ہیں۔ ان سو (۱۰۰) میں سے سرفہرست رسول اعظم حضرت محمد ﷺ کی شخصیت کے ذکر کو لائے ہیں۔ یہ بلاشبہ مغرب کی طرف سے جناب رسول اللہ ﷺ کی اور اسلام کی انسانیت اور تہذیب پر فضیلت کا کھلا اعتراف ہے۔ جو کچھ مائیکل اپنی کتاب میں کہتا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اسے دل و جان سے سنیں۔ وہ لکھتا ہے:

> "بے شک حضرت محمد علیہ السلام تاریخ میں وہ واحد انسان ہیں جنہوں نے دینی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں مطلق کامیابی حاصل کی۔ انہوں نے اسلام اور اس کی اشاعت کی طرف اس طرح لوگوں کو دعوت دی جس طرح عظیم ادیان میں سے کسی بھی بڑے دین کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ آپ ﷺ بیک وقت ایک سیاسی، فوجی، اور دینی قائد بنے۔ باوجود اس کے کہ آپ کی وفات کو تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں مگر آپ ﷺ کا اثر تازہ بہ تازہ اور نو بہ نو ہے۔ آپ کی نظر کرم سے مسلمانوں نے اپنی

Marfat.com

دعوت کے باعث ایک وسیع سلطنت قائم کی جو حدود ھند سے لے کر محیط اطلس تک پھیلی ہوئی تھی اور یہ سب سے بڑی سلطنت تھی جو آج تک تاریخ میں کبھی بھی وجود میں آئی ہو۔ مسلمان جس شہر میں بھی داخل ہوئے وہاں اسلام پھیلایا اور رسول محمد ﷺ قواعد اسلام، اصول شریعت، اجتماعی اور اخلاقی طرز عمل اور لوگوں کی دینی زندگی کے مابین معاملات کے اصول کی بنیاد رکھنے کے واحد اور پہلے ذمہ دار ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم صرف آپ پر ہی نازل ہوا اور مسلمان قرآن میں ہر وہ چیز پاتے ہیں جس کی انہیں دنیا اور آخر میں ضرورت ہے"

ڈاکٹر گرینئے ڈاکٹر گرینئے بڑے سرور اور انبساط میں اپنے اسلام لانے کا سبب بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

"میں نے قرآن کریم کی وہ آیات تلاوت کیں جن کا طبی علوم حفظان صحت اور طبیعات کے ساتھ تعلق ہے۔ میں ان کا مطالعہ کرنے لگ گیا۔ پھر میں نے ان کا ان طبی علوم، حفظان صحت اور طبی معلومات کے ساتھ موازنہ کیا جو میں نے یونیورسٹی میں پڑھی تھیں۔ تو نتیجۃً میں نے قرآنی آیات کو بالکل ان پر منطبق پایا۔ چنانچہ میں اس لیے اسلام لایا کیونکہ مجھے اس کا پختہ یقین ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ ایک ہزار سال کے عرصے سے بھی پہلے واضح حق لے کر آئے۔ جس تک ہماری اپنے اس جدید زمانہ میں بھی رسائی نہیں ہو سکی اور مجھے یقین واثق ہے کہ اگر ہر صاحب علم و فن جیسا کہ میں نے کیا ہے اگر اس طرح کرے کہ وہ اپنے علم و فن اور جدید معلومات کا قرآنی تعلیمات کے ساتھ موازنہ کرے تو وہ ضرور بر ضرور میری طرح دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے گا سوائے اس شخص کے جو اسلام سے روگردانی کرنے والا ہو یا اس کے دل میں بیماری ہو"۔

Marfat.com

رینے گرینیو رینے گرینیو یا عبدالواحد یحییٰ جیسا کہ اس نے اپنا اسلامی نام رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"میں نے کسی ایسی نص الٰہی کو مضبوطی سے تھام لینے کا ارادہ کر لیا جس کی طرف باطل نہ آگے کی طرف سے اور نہ پیچھے کی طرف سے راہ پاتا ہو۔ طویل، عمیق، کمزور ولاغر بنا دینے والے مطالبہ کے بعد میں نے سوائے قرآن کریم کے اور کوئی نص الٰہی اس پر پوری اترتی نہ پائی۔ یہی وہ واحد کتاب ہے جس نے مجھے مطمئن کر دیا اور جو کچھ میرے دل میں آیا اور جیسا میں چاہتا تھا ویسا اس میں مجھے مل گیا۔ رسول اسلام علی صاحبہ السلام وہ رسول ہیں جن سے میں نے محبت کی اور ان کے جھنڈے تلے چل کر سعادت مند ہوا اور ان کے اقوال و افعال نے مجھے نفسانی خوشی اور روحانی سکون کے ساتھ ڈھانپ لیا۔ اگر آپ ﷺ کا وجود مسعود نہ ہوتا تو انسانیت مادیت، الحاد، اخلاقی انحطاط، اور روحانی بربادی کے سمندر میں غرق ہو جاتی"

اس کے بعد وہ ثقافت اسلامیہ اور مغرب پر اس کے اثرات کے بارے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"بے شک ثقافت اور انسانی علوم سرچشمہ نور و ہدایت ہیں۔ اگر علماء اسلام اور مسلمان فلاسفر نہ ہوتے تو مغرب والے جہالت اور ظلمت کی اندھیروں میں بھٹکتے پھرتے"

الفانس ڈینیا (ڈینیا) یہ فنکار عالمی مصور الفونس ایٹین ڈینیا ہیں جنہوں نے لمبا عرصہ فکر و تامل کرنے کے بعد اسلام قبول کیا اور ان کا نام ناصر الدین رکھا گیا اور یہ واقعی اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار تھے۔ انہوں نے اس کے دفاع اور حقیقت اسلام کے بارے مستشرقین نے جن غلط اور گمراہ کن معانی و مفاہیم کی اشاعت کی تھی ان کی تصحیح میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ انہوں نے سیرت نبویہ علی صاحبہا السلام پر ایک کتاب لکھی اور اسے مسلمان شہداء کی ارواح کے

Marfat.com

ساتھ منسوب کیا جو بڑی جنگ یعنی جنگ بدر میں شہید ہوئے۔

الفونس کہتے ہیں "کہ عقیدہ محمد (علی صاحبہا السلام) انسانی سوچ و بچار کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتا۔ ایک انسان بیک وقت صحیح الاسلام اور صحیح العقیدہ مسلمان اور آزاد خیال ہو سکتا ہے"۔ نیز کہتے ہیں دیگر ادیان عالم کی طرح دین اسلامی میں معبود نے انسانی شکل اور اس کے علاوہ دیگر اشکال اختیار نہیں کیں۔ بے شک یہود کا معبود "یاہو" ہے۔ جس کی پاکیزگی میں مثال بیان کرتے ہیں اور اسے بڑی شرمناک اور گھٹیا شکلوں میں پیش کرتے ہیں۔

ایسا ہی مصور انجیلوں کے نسخوں میں بھی معبود دکھائی دیتا ہے۔ جہاں تک اسلام میں معبود کا تعلق ہے اس کے بارے میں قرآن کریم نے ہم سے مفصل بیان فرمایا ہے اور جناب رسول کریم ﷺ نے بھی کسی مصور یا سنگ تراش نے جرات نہیں کی کہ اس پر اس کا قلم چل سکے یا کوئی سنگ تراش اسے گھڑ سکے۔ اس لیے کہ بلاشبہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی کوئی صورت نہیں نہ اس کے لیے کوئی حدود و جہات ہیں۔ نہ اس کا کوئی شبیہہ اور مثیل ہے۔ وہ ایک ہے، اکیلا ہے، یکتا ہے، بے نیاز ہے، جس کی کوئی اولاد نہیں، جس کو کسی نے نہیں جنا اور کوئی بھی اس کے برابر نہیں۔

ٹالسٹائے

عظیم روسی مصنف کو یہ بات بہت بری لگی کہ اعدائے اسلام، اسلام اور اس کے نبی کریم ﷺ کے خلاف اپنے زہریلے نشتر چلائیں۔ وہ یوں لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ "بے شک یہ نبی ﷺ ان عظیم مصلحین میں سے تھے جنہوں نے انسانیت کی عظیم خدمات کیں اور آپ کے لیے بطور فخر یہ کافی ہے کہ آپ ﷺ نے مکمل طور پر نور حق کی طرف اپنی امت کی رہبری کی اور انہیں امن و سلامتی کی طرف جھکا دیا اور خون ریزیوں سے اسے روک دیا۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے لیے بطور فخر یہ بھی کافی ہے کہ آپ نے ترقی و تقدم کا راستہ کھول دیا۔ یہ بڑا عظیم کام ہے۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانی استطاعت سے مافوق الفطرت، قوت، حکمت، اور علم عطا کیا ہو۔ اسی لیے آپ قدر و منزلت اور احترام و اجلال کے لائق ہیں"۔

Marfat.com

روگے گارودی یہ روگے گارودی ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت سے نواز کر احسان فرمایا۔ یہ نعمت اس وقت انہیں نصیب ہوئی جب انہوں نے ایک لمبا سفر اختیار کیا اور اس دوران کئی ادیان، عقائد اور مختلف نظریات کے مطالعہ میں منہمک رہے۔ جب انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور اس کی حقیقت سے آشنا ہوئے تو اس کے علاوہ باقی سب ادیان سے انکار کر دیا اور اس کا بر ملا اعلان کرتے ہوئے پکار اٹھے کیونکہ وہ اب خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ پھر یہ فیصلہ دیا کہ اسلام ہی دین حق ہے اور اس میں ہی انسانیت کی نجات کا واحد حل ہے جو اپنے تاریک انجام کے آگے دم توڑ رہی ہے، جس کے دہانے اس کو کمزور، کہنہ ادیان ناکام اور پر فریب نظریات نے لا کھڑا کیا ہے۔ گارودی بڑی تفصیل کے ساتھ اسلام اور انسانیت کے مستقبل کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "ان الحضارة الجديدة تنبع من الاسلام عقيدة ومنهج حياة بے شک جدید تہذیب عقیدہ اور منہج حیات (طریقہ زندگی) کے لحاظ سے اسلام سے ہی پھوٹتی ہے"۔

بعد ازاں وہ اپنی بات کا رخ اسلام کے اندر جو نرمی و سہولت پائی جاتی ہے اس طرف موڑتے ہوئے کہتے ہیں "بے شک قرآن کریم نے اہل کتاب یعنی اصحاب تورات و انجیل کا اعتراف کیا ہے اور انہیں اس بات کا اختیار دیا کہ چاہے تو وہ جس دین پر ہیں اس پر قائم رہیں یا چاہیں تو اسلام میں داخل ہو جائیں اور جناب رسول محمد ﷺ فرماتے ہیں لا فضل لعربی علی عجمی الابالتقوی "کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں بجز تقویٰ کے"۔ لوگ اسلام میں تقویٰ کے ذریعے ہی سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں اور عمل صالح کے ذریعے ہی سے ایک دوسرے پر فضیلت اور سبقت لے جاتے ہیں نہ کہ امارت، مرتبہ اور حسب و نسب کے ذریعے سے، اللہ کے حضور سب برابر ہیں۔ اسلام میں طبقے نہیں، نہ ہی اس میں مخصوص، چنی ہوئی قومیں یا ممتاز گروہ ہیں۔ اسلام بڑی عمدہ شکلوں اور صورتوں میں بھائی چارے، خود کفالت اور مساوات کا دین ہے۔ اسلام اپنی نشر و اشاعت کے لیے قوت اور ہتھیاروں کا محتاج نہیں کیونکہ اس کی طبیعت، اس کے احکام، اس کی نرمی و سہولت پسندی، اس کا اعلیٰ نمونہ ہونا جو اس کے رسول کریم ﷺ نے چھوڑا ہے۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں

Marfat.com

جنہوں نے لوگوں کے دلوں کی طرف اس کا راستہ کھول دیا۔ گارودی جناب نبی کریم ﷺ کی اس حدیث شریف کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر

(ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے)

جہاد اکبر نفس کی خواہشات اور اس کے میلانات مثلاً ظلم، طمع، غرور، خود ستائی، کمزوری، مال کی محبت اور اس پر مر مٹنے کے خلاف جہاد ہے۔ پھر کہتے ہیں یہ عظیم نبوی طرز عمل، ان انقلابیوں کے لیے ایک اہم سبق کی حیثیت رکھتا ہے جو سوائے اپنی ذاتوں کے باقی ہر چیز میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ پھر گارودی چند احادیث نبویہ شریفہ کا جائزہ لیتے ہیں اور ان میں جو جمال اور اعلیٰ انسانیت کا درس پایا جاتا ہے اس کو بیان کرتے ہیں۔ گارودی درج ذیل احادیث پر زور دیتے ہیں اور انہیں اپنا محور نظر بناتے ہیں۔

لا یومن احد کم حتی یحب لا خیه مایحبه لنفسه

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے)

اور اس حدیث شریف پر:

المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یخذله ولا یکذبه ولا یحقره

(ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے نہ ہی اس کا ساتھ چھوڑتا ہے نہ اسے جھٹلاتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے)

اور اس حدیث شریف پر:

کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه

(ہر مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے)

Marfat.com

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا
(ایک مومن کی مثال دوسرے مومن کے لیے اُس عمارت کی سی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کے لیے باعث تقویت ہو)
اس کے بعد گارودی کہتے ہیں :۔

یہ احادیث مذکورہ بالا ایک عام قانون کی حیثیت رکھتی ہیں جن کا اپنی زندگیوں میں اہتمام کرنا تمام مسلمانوں کے لیے لازم ہے۔ کیونکہ یہ مسلمان ایک ایسی امت ہیں جن کے بڑے بلند پایہ مطامح نظر ہیں جو مضبوط بنیادوں پر قائم ہیں۔ اسلام ایک ایسا دستور ہے جو ان کے آپس کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور ایک ایسی حقیقی دوستی اور مضبوط اور سچی محبت قائم کرنا اس کا مقصود ہے جو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ پختہ بنیادوں پر تعلق استوار کرتی ہے اور حقیقتاً انہیں اس سیسہ پلائی دیوار کی مانند بناتی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچا رہا ہو۔

ریون پاسورث سمٹ یہ عالم جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں اپنے ایک لیکچر میں جو انہوں نے "محمد والمحمدیہ" کے موضوع پر ۱۸۷۴ میں دیا، کہتے ہیں :

"جو کچھ سابق مورخین نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی رسالت کے بارے میں لکھا اس میں ہم کسی قسم کے قصے کہانیاں، اوہام اور ناممکن باتیں نہیں پاتے۔ ہر چیز اس میں روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ یوں لگتا ہے کہ گویا آپ کی ذات چاشت کا سورج ہے جس کی شعاعوں کے نیچے ہر چیز چمک رہی ہو اور عجیب بات یہ ہے کہ کوئی بھی اور ایسی علمی شخصیت نہیں پائی جاتی جس کے بارے میں اتنے طویل زمانوں تک لکھا جاتا رہا ہو جو حضرت محمد رسول اسلام ﷺ کے بارے میں لکھا گیا اور تا ابد لکھا جاتا رہے گا۔

مارگولیتھ مارگولیتھ نے اپنی کتاب "محمد" جو امتوں کی عظیم شخصیتوں کے بارے میں سن ۱۹۰۵ میں طبع ہوئی ذکر کیا۔ وہ لکھتے ہیں : "بے شک وہ لوگ جنہوں نے جناب حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر لکھا ہے ان کے ناموں کا ذکر ختم ہونے کو نہیں آتا اور وہ لوگ اس مصنف کے لیے یہ بڑا اعزاز سمجھتے ہیں کہ اس نے سیرت رسول علی صاحبہا السلام پر لکھنے والوں میں اپنی جگہ بنا کر شرف و اعلیٰ منزلت

Marfat.com

حاصل کر لی۔ مجلتہ "مقتبس" جس کو تقریباً اسی (۸۰) سال سے زیادہ عرصہ سے محمد کرد علی نکال رہے ہیں اس رسالہ نے یورپی زبانوں میں جو کچھ سیرت نبویہؐ کے بارے میں لکھا اس کا جائزہ لیا گیا تو یہ تقریباً تیرہ سو کتابیں بنتی ہیں تو پھر اس کا کیا اندازہ ہے جو اسی سالوں کے آخر میں مختلف زبانوں اور عربی زبان میں لکھا گیا"۔

سیدی یا رسول اللہ ﷺ

(اے میرے سردار اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ)

یا اشرف المرسلین و خاتم النبیین...... یا من علیك صلی اللہ والملائکتہ اجمعون

(اے تمام رسولوں میں سے اشرف رسول اور تمام نبیوں میں سے آخری نبی اے وہ ہستی جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے درود بھیجتے ہیں)

آپ کی شخصیت میں عظمت کے جو گوناگوں پہلو پائے جاتے ہیں ان کا شمار کیسے ممکن ہے؟ بے شک اس دنیا کے ہر بڑے آدمی میں عظمت کے مختلف پہلوؤں میں سے کوئی نہ کوئی پہلو ضرور پایا جاتا ہے جو اس کے لیے طرہ امتیاز ہوا کرتا ہے مگر آپ تو عظمت کے تمام پہلوؤں کے ساتھ منفرد و ممتاز ہیں۔ آپ برگزیدہ ہیں اور تمام پہ فائق ہیں۔ علماو مفکرین جتنی بھی کوششیں کریں گے اور کرتے رہیں گے آپ کی شخصیت میں پائے جانے والے عظمت کے گوناگوں پہلوؤں کا احصاء نہیں کر سکیں گے۔

Marfat.com

باب :5

چاند ہم پر طلوع ہو گیا

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
و جب الشکر علینا مادعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا جئت باالامر المطاع
جئت شرفت المدینۃ مرحبا یا خیر داع

ترجمہ :وداع کی گھاٹیوں سے چاند ہم پر طلوع ہو گیا ہے جب تک کوئی بھی پکارنے والا اللہ تعالیٰ کو پکارتا رہے ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔ اے وہ ہستی جو ہم میں نبی بنا کر بھیجی گئی ہو آپ ایک ایسا حکم (دین) لائے ہیں جس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ آپ تشریف لائے ہیں اور آپکے وجود مسعود سے مدینہ منورہ کو شرف بخشا ہے۔ اے سب سے اچھی دعوت دینے والے ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

بلاشک وشبہ یہ وہ ترانہ ہے جو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس سنا۔ اس کا شمار عقلمندوں میں سے ہے جو اس کے سننے کے وقت یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ بعینہ وہی ترانہ انہیں کلمات کے ساتھ سن رہا ہے جن کلمات کے ساتھ جناب رسول

Marfat.com

اللہ علیہ ﷺ نے اس کو سنا تھا۔ چودہ صدیوں سے زیادہ عرصہ گزرا ہے جب کہ مسلمان اس معزز مدینہ منورہ آنے والے اور اس کے دوست صدیق کے استقبال کے لیے اپنے گھروں سے نکلے تو پہلی دفعہ یہ نغمہ مہاجرین وانصار کے گلوں سے نکلا تھا۔ وہ لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے تھے۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر کہہ رہے تھے اور یہ کلمات دہرا رہے تھے۔

اللہ اکبر جاء رسول اللہ علیہ ﷺ، اللہ اکبر جاء محمدؐ، اللہ اکبر جاء رسول اللہ "اللہ اکبر جناب رسول اللہ علیہ ﷺ تشریف لائے۔ اللہ اکبر جناب حضرت محمد علیہ ﷺ تشریف لائے، اللہ اکبر جناب رسول اللہ علیہ ﷺ تشریف لائے۔

وہ بڑے خوش تھے، نازاں وفرحاں تھے۔ اپنے آپ کو قوی و توانا سمجھ رہے تھے۔ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے اور اس پر اللہ عزوجل کا شکرادا کر رہے تھے کہ جس ذات جل وعلا نے آپ کے وجود مسعود سے ان کے مدینہ کو برکت دی اور ان کی سرزمین کو شرف بخشا ہے اس حیثیت سے کہ اس کو سب سے بڑی آسمانی رسالت جس سے انسانیت اپنی طویل تاریخ کے دوران کبھی بھی آشنا ہوئی ہو کے حامل کی پناہ گاہ اور قوت ونصرت کا منبع ومرکز بنایا۔ اس ترانے کے کلمات نے حضرت محمد علیہ ﷺ سے محبت کرنے والے اور ان کی اعلیٰ وارفع رسالت پر ایمان رکھنے والے دلوں کو نئے قالب میں ڈھال دیا۔

یہ کلمات خوشی کے ساتھ چمکتے دمکتے اور کستوری جیسی خوشبوؤں کے ساتھ معطر سریلی آوازوں کی صورت میں ان کی زبانوں پر جاری ہو گئے اور اس انوکھے اور عظیم الشان استقبال کی علامت کے طور پر تاریخ کے محفوظ رکھنے والے حافظہ میں جاگزیں ہو گئے۔ ان کی بقا اور ان کا جود اس لیے بھی ضروری تھا کہ جب کبھی بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک مع اپنے ساتھی کے ہجرت محمد (علی صاحبہا السلام) کی ہمیشہ رہنے والی یاد تازہ ہو تو کروڑوں مسلمان اس کا ورد کریں۔ جناب رسول کریم علیہ ﷺ نے جب کہ آپ اور آپ کے ساتھی صدیق وداع پہاڑ کی گھاٹیوں میں پہنچے تو یہ گیت بذات خود سنا۔

(اس بارے میں ڈاکٹر ملا خاطر کہتے ہیں کہ حدیث کی کتابوں نے یہ وضاحت کی ہے کہ مسجد قبا کے سامنے وداع کی دو گھاٹیاں تھیں۔ پہلی مسجد قبا کے سامنے ہے اور

Marfat.com

یہ وہی ہے جس کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ (جناب رسول اللہ کے مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت) اور دوسری مدینہ منورہ کے شمال میں ہے اور یہی آج کل مشہور ہے۔

یہ سلع پہاڑ کی جنوب مشرقی جانب ہے اور یہی وہ پہاڑی ہے جہاں مسلمانوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو الوداع کہا تھا۔ جب آپ جنگ تبوک کے لیے تشریف لے جارہے تھے)

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو دیکھا اور حال یہ تھا کہ وہ آپ کے استقبال اور آپ کی خاطر داری کے لیے جمع ہو چکے تھے۔ وہ اپنی تلواروں کو اپنی گردنوں کا ہار بنائے ہوئے نفیس کپڑوں میں ملبوس تھے۔ خوشی اور رونق ان کے چہروں پر چھائی ہوئی تھی۔ فخر سے ان کا سر اونچا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے لیڈروں اور بڑے بڑے سرداروں کو دیکھا کہ وہ آپ کی قدر و منزلت کی تعظیم، آپ کے مقام و مرتبے کی قدردانی، آپ کی تشریف آوری پر اظہار خوشی اور ہر ایک کی آپ کو اپنے گھر ٹھہرا کر حصول شرف کی خواہش کے پیش نظر آپ کی اونٹنی مبارک کی باگ پر پلٹ پڑے تھے۔

مگر رسول کریم ﷺ نے ان سب کے لیے دعائے خیر فرمائی اور اونٹنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا (خلوا سبیھا فانھا مامورۃ) "اس کا راستہ کھلا چھوڑ دو بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلے گی"

اور جو لوگ آج کل اس ترانہ (طلع البدر علینا) کو غور سے سنتے ہیں اور اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ بعینہ اسی نغمہ کو سن رہے ہیں جس نغمہ کو خود جناب رسول کریم ﷺ نے سنا تھا۔ جس وقت آپ وداع پہاڑ کی گھاٹیوں میں پہنچے تھے۔

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ انہوں نے کیسے آپ کا استقبال کیا؟ اور کس حد تک وہ آپ کی ذات گرامی سے متاثر ہوئے۔ ان کے جذبات اس وقت کیا تھے اور جس وقت بڑی بے تکلفی پر مبنی اور سادہ انداز میں عظیم ترین محبت اور انتہائی سچی دوستی کی ترجمانی کرنے والے میٹھے کلمات ان کے کانوں سے ٹکرائے اس وقت ان کے کیا احساسات تھے۔ جب وہ عظمت و جلال ایمان اور جس چیز کو خود جناب رسول ﷺ نے سنا تھا اسے بغور سننے کی حسرت اور رشک سے لبریز گھڑیاں گزار رہے تھے اس وقت وہ کیف و سرور کے کس درجہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس میں کچھ نزاع نہیں کہ بے شک وہ اس ترانہ کے

Marfat.com

وسیلہ سے اسی عظیم زندگی کا نقشہ اپنے سامنے لا رہے تھے جو زندگی جناب رسول کریم ﷺ نے بحیثیت ایک نوزائیدہ، بحیثیت ایک شیر خوار بچہ، بحیثیت نوجوان اور بحیثیت ایک ایسے مرد کامل کے بسر کی تھی جو بڑی دانائی اور اچھے وعظ کے ساتھ دین حق کی طرف دعوت دے رہا ہو۔ اس میں کوئی نزاع نہیں کہ اس وقت ایک آواز اور رنگدار تصویروں والی ایک کیسٹ ان کی آنکھوں کے سامنے ابھرتی ہے تاکہ یہ سارا منظر پیش کرے صرف یہی نہیں بلکہ وہ اس سے پہلے کی بات بھی پیش کرے گی اور اہل مکہ کا وہ طرز عمل بھی دکھائے گی جب وہ ابرھۃ اس کے ہاتھیوں اور لشکریوں پر فتح یابی کا جشن منا رہے تھے اور ان عربیوں کا استقبال کر رہے تھے جنہوں نے ان ظالموں کی پسپائی کی خبریں سنی تھیں اور اس عظیم نشانی کے ظہور پر قریش کو مبارکباد دینے آئے تھے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بیت عتیق کی کرامت کو ظاہر فرمایا اور ان لوگوں کا درجہ بلند فرمایا جو اس کے قرب وجوار میں رہ رہے تھے اور اپنے آپ کو اس کا خادم و متولی سمجھتے تھے۔ بے شک کیسٹ میلاد پاک کا قصہ بھی ضرور بیان کرے گی جبکہ سیدۃ الامہات آمنہؓ بنت وہب جلوہ گر ہوتی ہیں۔ آپکے ارد گرد جگہ چمک اٹھتی ہے اور محبت و جمال سے لبریز ہوتی ہے۔ آپ کی آنکھوں سے پردہ اٹھ جاتا ہے پس اچانک آپ اطراف شام میں بصری کے محلات اور اونٹوں کے وہ قافلے اور دور دراز صحراؤں میں خراماں خراماں چل رہے ہوتے ہیں دیکھ لیتی ہیں۔ اس کے بعد اپنا بچہ جنتی ہیں۔ جو ایک سجدہ کرنے والے کی طرح اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین کا سہارا لیتا ہے اور اس کا سر آسمان کی طرف اٹھا ہوا ہوتا ہے۔ پھر اس بچے کی برکات ارد گرد والوں پر بھی نازل ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور اسی طرح بچے کا دادا بھی سعادت مندی سے ہمکنار ہوتا ہے اور اس میں اپنے اس لڑکے کا بدل پالیتا ہے جو آپ سے دور وفات پا گیا۔ جونہی لونڈی ثوبیہ اپنے آقا عبد العزی (ابولھب) کو بچے کی ولادت کی خبر پہنچاتی ہے اسے یہ خوشی اپنا بخل و کنجوسی بھلا دیتی ہے اور وہ چلا کر لونڈی سے کہتا ہے (اذھبی فانت حرۃ) (جایئے تم آزاد ہو) اور جب حلیمہ سعدیہ آپ کو دودھ پلانے کی غرض سے آپ کو قبول کرتی ہیں ان پر بھی برکت نازل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ ہر طرف سے بھلائیاں امڈ پڑتی ہیں۔ چنانچہ وہ اور ان کے سارے گھر والے سعادتمندیوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ بلکہ اس

Marfat.com

برکت کا دائرہ اتنا وسیع ہوتا جاتا ہے کہ یہ برکات حلیمہؓ کی اونٹنی اور گدھی پر بھی نازل ہوتی ہیں۔ اس کیسٹ کا حلقہ ناظرین پر وسیع ہوتا چلا جاتا ہے حتی کہ وہ اس شیر خوار کی زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں جو اب جوان ہو چکا ہے۔ اعلیٰ وعمدہ اخلاق اور ذیشان صفات سے آراستہ ہے اور کھیل کود وفضول حرکات جن کی طرف اس کے ہم عمر اور ہم جولی میلان رکھتے ہیں سے بلند وبرتر ہے اور ان سے اپنا دامن بچاتا ہے۔ پھر آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ مکہ اور اس کے گردونواح میں رہنے والے نوجوانوں کے لیے اعلیٰ نمونہ بن چکے ہیں اور الصادق الامین کا لقب پاتے ہیں۔ آپ پاکباز وشریف (بلند مرتبت) ہیں اور پھر آپ ایسے تاجر بن جاتے ہیں جو کبھی بھی ملاوٹ یا دھوکہ کی طرف میلان نہیں رکھتا یا حرام نفع قبول نہیں کرتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ قریش کی عورتوں میں سے افضل ترین سب سے زیادہ پاک دامن اور کثیر مال والی عورت کے ساتھ شادی سے آپ کو نوازتے ہیں۔ آپ ان کے مال سے تجارت شروع کر دیتے ہیں۔ حلال و پاکیزہ نفع کما کر حضرت خدیجہ کے اموال کو دگنا کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد قریش کا کعبہ شریف کی نئی عمارت میں حجر اسود کی تنصیب کے سلسلہ میں کھڑے ہونے والے جھگڑے میں قریش آپ ہی کو ثالث مقرر کرتے ہیں۔ جملہ سرداران قریش بلا چون و چرا آپ کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہیں، آپ کی فضیلت ودانائی کا اقرار کرتے ہوئے آپ کی رائے کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں۔ آپ کی فضیلت ودانائی کا اقرار کرتے ہوئے آپ کے اچھے مشورے کو سراہتے ہیں اس پر حد درجہ خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس فیصلہ کی وجہ سے کبر ونخوت آپ کو متاثر نہیں کر پاتا بلکہ آپ بدستور تواضع وانکساری اور فقراء ومساکین سے مہر ومحبت کے رویے پر قائم رہتے ہیں اور ہمیشہ اپنا یہ مشہور قول دہراتے رہتے تھے۔

انما انا ابن امراة من قریش کانت تاکل القدید

"میں اس قریشی کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی"

اور قوم کے کمزور لوگوں کو نہیں بھولتے۔ مثلاً لونڈی برکتہ کی مثال لیجیے۔ وہ جسے آپ نے اپنے والد ماجد سے بطور ورثہ پایا تھا۔ آپ اس کی عزت کرتے ہیں اور یہ عزت واکرام اس درجہ تک پہنچتا ہے کہ آپ اس کے بارے میں کہتے ہیں (انها بقية

Marfat.com

اھل بیتی) یہ میرے گھر والوں کی نشانی ہیں (ھی امی بعد امی) یہ میری حقیقی ماں کے بعد میری دوسری ماں ہے۔ آپ ﷺ اس کے لیے رشتہ کی تلاش شروع کر دیتے ہیں اور اپنے اصحاب سے فرماتے ہیں۔

من سرہ ان یتزوج امرۃ من اھل الجنۃ فلیتزوج ام ایمن

(جو کوئی یہ پسند کرے کہ وہ کسی جنتی عورت سے شادی کرے تو اسے چاہیے کہ وہ ام ایمن سے شادی کرلے)

کیسٹ اس اعلیٰ، ارفع، مبنی بر تقویٰ اور پاکیزہ زندگی کے واقعات بعثت تک پیش کرنے میں جاری رہتی ہے۔ پس دیکھنے والے آپ کے حالات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور آپ اس وقت نبی بنا کر بھیج دیے گئے ہوتے ہیں اور آپ لوگوں کو اس ایک، اکیلے، یکتا، بے نیاز، جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، جس کا کوئی شریک نہیں اور جس کا کوئی بیٹا نہیں، کی عبادت حقہ کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہوتے ہیں اور جن گم کردہ راہ اور گمراہ کن عبادات اور نقصان دہ اور ضرر رساں جہالتوں پر وہ قائم تھے، انہوں رد کر دینے کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں۔ دریں اثناء حضرت خدیجہ آپ ﷺ پر ایمان لاتی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، قریش کے بعض سردار اور کمزوروں، غلاموں اور موالیوں کے بعض سرکردہ مشرف با ایمان ہوتے ہیں، مگر سرداران قریش کا زیادہ حصہ اور ان کے قبائل کے سردار آپ ﷺ کی دعوت سے انکار کر دیتے ہیں، آپ سے دشمنی مول لے لیتے ہیں اور آپ اور آپ کے اہل و عیال اور آپ کے پیروکاروں کو تکلیفیں پہنچانا شروع کر دیتے ہیں، مگر آپ ﷺ اس کے باوجود صبر کا دامن تھامے رہتے ہیں اور دعوت پر لگاتار قائم رہتے ہیں۔ نہ تو اکتاتے ہیں اور نہ ہی کمزور پڑتے ہیں اور نہ ہی پسپائی اختیار کرتے ہیں، بلکہ اس امید پر برداشت پہ برداشت کیے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی تو ان کے سینہ اسلام کے لیے کھول دے گا۔ شیاطین قریش اس امید پر کہ شاید آپ اپنی دعوت سے ہاتھ کھینچ لیں، آپ کو مال، مرتبہ اور حکومت کا لالچ دے کر خریدنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان پھسلاوؤں کے سارے حربوں اور طریقوں کو آپ رد فرما دیتے ہیں اور بدستور پاکیزہ کلمہ، دانائی اور اچھے وعظ کے ذریعے سے اپنا یہ مقابلہ اور اپنی یہ جدوجہد جاری

Marfat.com

رکھتے ہیں مگر آپ ﷺ کے پیروکاروں کے حق میں قریش کی یہ ایذا رسانی جب اپنی آخری حد کو پہنچتی ہے تو آپ انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس سے شیاطین قریش کا کینہ دوبالا ہو جاتا ہے اور ان کی ناراضی دگنی ہو جاتی ہے اور ایک ایسی سوچ اور رائے کے ذریعے سے، جو ابو جہل پیش کرتا ہے، آپ ﷺ سے معاذ اللہ چھٹکارا حاصل کر لینے کا تہیہ کر لیتے ہیں اور وہ یوں کہ وہ ہر قبیلہ سے ایک بہادر اور خاندانی نوجوان چن لیا جائے اور وہ سب اکٹھے مل کر ایک ہی دفعہ اپنی تلواروں کے ساتھ آپ پر پل پڑیں۔ اس سے آپ کا خون تمام قبائل میں منتشر ہو جائے گا اور معاذ اللہ آپ کا کام تمام ہو جائے گا۔ بنی ہاشم بدلہ نہیں لے سکیں گے اور خون بہا پر راضی ہو جائیں گے۔

قریش نے فی الفور اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا۔ ان نوجوانوں نے جناب رسول اللہ کے گھر کا گھیراؤ کر لیا اور وہ اس انتظار میں تھے کہ آپ ﷺ جب نماز فجر ادا کرنے کے لیے باہر تشریف لائیں گے تو وہ آپ پر یک بارگی ہلہ بول دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس ارادہ کے ساتھ انہوں نے رات گزاری تھی، اس کا علم آپ کو عطا کر دیا اور ان کے مکر سے آپ کو باخبر فرمادیا اس کے ساتھ ہی آپ کو ہجرت کرنے کا حکم بھی دے دیا، چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ آپ کے بستر میں سو جائیں اور آپ کا لحاف اوڑھ لیں۔ اس کے بعد آپ باہر تشریف لائے اور آپ قرآن پاک کی درج ذیل آیات تلاوت فرما رہے تھے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم. یس. والقرآن الحکیم. انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم. تنزیل العزیز الرحیم. لتنذر قوما ما انذر اباء ھم فھم غافلون. لقد حق القول علی اکثرھم فھم لا یومنون. انا جعلنا فی اعنا قھم اغلالاً فھی الی الاذقان فھم مقمحون. وجعلنا من بین اید یھم سداً ومن خلفھم سداً فاغشینا ھم فھم لا یبصرون (۱)

(حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔ عزت والے مہربان کا اتارا ہوا تاکہ تم اس قوم کو ڈر سناؤ جس

Marfat.com

کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے تو وہ بے خبر ہیں۔ بے شک ان میں اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک رہیں۔ تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی۔ اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور۔ انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا)

اللہ تعالیٰ نے ان سب کی آنکھیں اچک لیں۔ وہ نہ تو آپ کو دیکھ سکے اور نہ ہی آپ کے باہر آنے کا انہیں کچھ احساس ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نگہداشت میں مامون و محفوظ اپنی راہ چلتے بنے۔ بعد ازاں بڑے بڑے واقعات پے در پے آتے ہیں اور دیکھنے والے غار میں صدیقؓ کے ساتھ آپ کو دیکھتے ہیں۔ صدیقؓ خائف اور غمگین ہیں۔ آپ یہ فرماتے ہوئے انہیں مطمئن کرتے ہیں "لاتحزن ان اللہ معنا" پھر آپ غار سے نکلتے ہیں اور ایک رہبر کے ساتھ وسط صحرا میں چلتے ہیں۔ سراقہ بن مالک ان کو دیکھ پاتا ہے۔ وہ سو اونٹنیوں کے لالچ میں نکلا ہوا تھا جو قریش نے اس شخص کا انعام مقرر کیا تھا، جو جناب رسول کریم ﷺ کو معاذ اللہ زندہ پکڑ کے لائے یا قتل کر کے آپ کا سر مبارک پیش کرے۔ سراقہ یہ کوشش کرتا ہے کہ قافلہ کو جالے مگر اللہ تعالیٰ آپؐ کے اور اس کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں، وہ جب آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا گھوڑا مع اس کے زمین پر گر پڑتا ہے اور ریت میں دو دفعہ اس کے چاروں پاؤں دھنس جاتے ہیں اور تیسری دفعہ قریب تھا کہ ریگستان اس کو اور اس کے گھوڑوں کو نگل لے مگر اس وقت اسے سمجھ آجاتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور آپ ﷺ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے مامون و محفوظ ہیں اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، تو آپؐ سے فریاد کرتا ہے۔ نبی رحمت اس کی فریاد قبول کرتے ہیں اور اس کے حق میں دعا کرتے ہیں تو وہ اپنے گھوڑے سمیت صحیح و سالم ریگستان کے وسط سے نکل جاتا ہے اور اس مبارک قافلہ سے آکر مل جاتا ہے اور اپنا قصہ جناب رسول اللہ ﷺ کو سناتا ہے اور انہیں ایک عہد نامہ عطا کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو سارے جہاں پر غلبہ

Marfat.com

عطا کرے، تو وہ یہ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔

جناب رسول اللہ ﷺ اسے خوشخبری دیتے ہیں اور کسریٰ کے کنگن پہنانے کا اس سے وعدہ فرماتے ہیں (جناب رسول اللہ ﷺ کا وعدہ سچا ثابت ہوا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں سراقہ کو کسریٰ کے کنگن، اس کا تاج اور اس کی پیٹی پہنائی۔ السیرۃ النبویۃ، تحقیق عبدالحمید جودہ، السحار، ج 1، ص 114) چنانچہ سراقہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرنے کے لیے مکہ واپس آتا ہے اور ابو جہل اور اس کے ساتھ مشرکین کو دھمکی دیتے ہوئے یہ شعر پڑھتا ہے۔

ابا حکم واللہ لو کنت شاھداً
لامر جوادی اذ تسوخ قوائمه
علمت ولم تشکك بان محمداً
رسول ببرھان ضمن ذا یقاومه
علیك بکف القوم عنه فانی
اری امرہ یومً ستبد و معالمه

(اے ابا حکم (ابو جہل کی کنیت) بخدا میرے گھوڑے کو جو معاملہ پیش آیا جبکہ اس کے سم زمین میں دھنس رہے تھے، اگر تو اس کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا تو تو جان لیتا اور شک نہ کرتا کہ بے شک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ معجزہ دے کر بھیجے گئے ہیں۔ ان کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ تیرے لیے قوم کو روکنا لازم ہے کیونکہ میرا پختہ یقین ہے کہ ان کے معاملہ کی علامات کسی نہ کسی دن ظاہر ہو کر رہیں گی۔

جناب رسول کریم ﷺ وداع پہاڑ کی گھاٹیوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ انصار و مہاجرین وہ خوبصورت بلکہ وہ حیران کن استقبال کرتے ہیں جس کی نظیر نہیں ملتی اور یہ گیت گاتے ہیں جو امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ اب تک قائم و دائم ہے اور ہر مسلمان کے دل اور اس کے حافظہ میں جگہ پا چکا ہے۔ وہ جب بھی یاد مصطفیٰ کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتا ہے تو اس کو دہراتا ہے اور اسی کے ذریعے سیرت مصطفیٰ ﷺ کو یاد

Marfat.com

کرتا ہے۔ یہ حق ہے کہ حضرت محمد ﷺ بدر کامل تھے جن کی پیدائش کے دن دنیا ان کے نور سے چمک اٹھی اور بعثت کے دن بھی آپ بدر کامل ہوں گے اور اب بھی بدر کامل ہیں جبکہ آپ انسانیت کے لئے دین حق لائے جس کے ذریعے سے آپ نے اس کو شرک و گمراہی کی ظلمتوں سے نور اسلام کی طرف نکالا اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں بھی اس دن اور آج بھی قیامت تک) آپ بدر کامل بن کے چمک رہے تھے۔ جس دن کہ آپ تبوک سے لشکر کی معیت میں صحیح و سالم واپس لوٹے حالانکہ آپ کی آمد سے پیشتر افواہیں پھیلانے والے طرح طرح کی افواہیں پھیلا رہے تھے اور متعصب اور غرض مند لوگ قسم قسم کی جھوٹی باتیں گھڑ رہے تھے اور واضح اور کھلم کھلی فتح کے دن بھی آپ بدر کامل تھے جبکہ ہزاروں لاکھوں اصحاب کی معیت میں آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ یہ فتح ایسی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور صلح حدیبیہ کے دن آپ کو اس کی خوشخبری دے دی گئی تھی اور ہم سب کے دلوں میں بھی آپ بدر کامل کی حیثیت سے تا قیامت جلوہ فگن رہیں گے۔ ہم آپ کے نور سے وہ روحانی سعادت محسوس کرتے ہیں جو حدود و قیود سے ماوراء ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم آپ کے اقوال و افعال سے روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔

Marfat.com

باب 6:

ہجرت مبارکہ

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی فتح مبین اور ان کی نصرت و مدد تھی۔
یہ تاریخ اسلامی کا افتتاح ہے۔ خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمدؐ بن عبداللہ پر نزول قرآن تاریخ میں پہلا اور اہم واقعہ ہے اور ہجرت بغیر کسی اختلاف کے تاریخ میں دوسرا اہم واقعہ ہے، جس کے ذریعے سے اسلام نے فتح پائی، مسلمانوں کے قدم جم گئے اور اولین اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی گئی اور دین نظری پہلو سے عملی پہلو کی صورت اختیار کر گیا۔ اس کے لیے ایک ایسی سوسائٹی وجود میں آگئی جس میں اس کی تعلیمات کو روحانی طور پر، بطور ایک نظام کے، بطور قانون، بطور عمل اور بطور طرز زندگی نافذ کر دیا گیا۔
ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فتح تھی اور اس کے دین اور اس کے رسول ﷺ کی کامیابی و کامرانی کا پیش خیمہ تھی اور اس سے بڑھ کر دوسری بہت ساری اور بڑی بڑی کامیابیوں اور کامرانیوں کی تمہید تھی جن کو مسلمانوں نے جنگ بدر، فتح مکہ، جنگ حنین اور دیگر موقعوں پر پورا کر دکھایا۔ اگر واقعہ ہجرت ظہور پذیر نہ ہوا ہوتا تو مسلمانوں کی کوئی مستقل تاریخ نہ ہوتی، جس سے وہ اپنی تاریخ لکھ سکتے۔ بعثت سے پہلے عرب مشہور واقعات کے ساتھ تاریخ لکھتے تھے مثلاً یوم الفجار، حلف الفضول، یوم تحکیم، ہشام بن المغیرہ کی موت کا دن، واقعہ فیل، غدر کے سال (جس سال ہو یربوع نے حمیر کے بادشاہوں کے ایلچیوں کے ساتھ دھوکہ کیا تھا، جو غلاف کعبہ اٹھا کر لے جا رہے تھے) وغیرہ وغیرہ سے اپنی تاریخ لکھتے تھے۔ بعثت کے بعد بہت بڑے بڑے واقعات پیش

Marfat.com

آئے مگر قریش نے ان سے تاریخ نہ لکھی کیونکہ یہ اسلامی واقعات تھے مثلاً قرآن پاک کا نزول، اسراء و معراج، جناب رسول کریم ﷺ کا طائف تشریف لے جانا، حضرت ابو طالب اور سیدہ خدیجہ کی وفات وغیرہ وغیرہ۔ مسلمانوں نے ہجرت کے بعد پیش آنے والے واقعات سے تاریخ قلمبند کی جو آنے والے سالوں میں رونما ہوئے اور ان سالوں پر ایسے ناموں کا اطلاق کیا جو انہی کے ساتھ خاص تھے، مثلاً ہجرت کے پہلے سال پر انہوں نے "سنۃ الاذن" یعنی اجازت ہجرت کا اطلاق کیا۔ دوسرے سال پر "سنۃ الامر" کا اطلاق کیا (حکم کا سال) اسی میں معرکہ بدر پیش آیا۔ لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم بھی اسی سال دیا گیا اور رسول کریم ﷺ کو تحویل قبلہ کا حکم ہوا۔ تیسرے سال پر "سنۃ التمحیص" (سال امتیاز) کا اطلاق کیا۔ اسی میں معرکہ "احد" بھی پیش آیا جس کے ذریعے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلص اور صادق مسلمانوں کو دوسروں سے ممتاز فرمایا۔ چوتھے سال کو "سنۃ الترفئۃ" کا نام دیا۔ اسی میں شراب حرام کی گئی، بنی نضیر کو مدینہ بدر کیا گیا۔ پانچویں سال کا نام "سنۃ الزلزال" رکھا۔ اسی میں احزاب، قریظۃ اور دومۃ الجندل کے معرکے پیش آئے۔ اسی طرح سے واقعہ افک بھی اسی میں رونما ہوا۔ چھٹے سال پر "سنۃ الاستئناس" قربت و الفت کا سال، کا اطلاق کیا۔ اسی میں صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان مکمل ہوئی اور اسی میں سورۃ روم الایات (1-4) میں جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ موجود ہے، اس کی تکمیل و تحقیق کے طور پر روم والوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کیا۔ ساتویں سال کا نام انہوں نے "سنۃ الاستغلاب" (غلبہ کا سال) رکھا۔ اسی میں غزوۂ خیبر پیش آیا۔ اسی طرح اسی سال سلام بن مشکم یہود کی بیوی کی بیٹی نے جناب رسول اللہ ﷺ کو زہر ملا کر بکری کا گوشت پیش کیا اور اسی سال آپ ﷺ نے ملوک و امراء کی طرف دعوت اسلام کے خطوط روانہ کیے۔

آٹھویں سال کا نام انہوں نے "سنۃ الفتح" رکھا کیونکہ اس میں فتح مکہ ہوا اور اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ اسی میں جنگ حنین پیش آئی۔ نواں سال "سنۃ البراءۃ" کہلاتا ہے کیونکہ اس میں سورہ برات یا توبہ نازل ہوئی اور اسے "عام الوفود" بھی کہا جاتا ہے۔ اسی میں جزیرہ عرب سے مختلف وفود اپنے اسلام کا اعلان کرنے کی غرض سے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی میں جنگ تبوک ہوئی۔ دسویں سال

Marfat.com

کا نام "سنۃ الوداع" رکھا گیا۔ اسی میں حجۃ الوداع مکمل ہوئی اور عرفہ کے دن جناب رسول اللہ ﷺ کا خطبہ نشر ہوا۔

ہجرت تاریخ اسلامی کی ابتداء ہے

جناب رسول کریم ﷺ کے جوار رب میں منتقل ہو جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خلیفہ بنے۔ آپ کے عہد خلافت کی ابتداء لشکر اسامہ کی تیاری اور اس کے بھیجنے کے ساتھ ہوئی۔ اس کے بعد مرتدین کے ساتھ لڑائی اور ان کی سرزنش کے واقعات پیش آئے، جیسا کہ آپ نے اپنے عہد میں قرآن کی جمع و تدوین بھی کروائی۔ آپ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ بنے۔ آپ نے دفاتر قائم کیے، لشکر تیار کیے اور شام، عراق، مصر اور دیگر ملکوں میں نمایاں اور شاندار اسلامی فتوحات حاصل کیں۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں ایک خط ماہ شعبان کی تاریخ کے ساتھ بھیجا گیا۔ آپ نے حامل خط سے پوچھا: یہ کونسا ماہ شعبان ہے؟ وہ آدمی اس کا تعین نہ کر سکا۔ حضرت عمر نے گھڑیوں سوچ بچار کی۔ پھر آپ نے جناب رسول اللہ کے صحابہ کو جمع کیا اور اس معاملے میں ان سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا: ہمیں اس معاملہ میں ایرانیوں کی عادات اور ان کے ریکارڈ کے ذریعے سے تدبیر کرنا چاہیے، چنانچہ وہ حضرات ہرمزان فارسی کے پاس آئے اور اس سے پوچھا۔ اس نے کہا: ہماری ایک تاریخ ہے جس کا نام ہم "ماہ روز" رکھتے ہیں۔ (ماہ روز کا معنی مہینوں کا حساب) ان حضرات نے اس کلمہ کا عربی میں ترجمہ کر دیا اور وہ یوں ہوا (مورخ ارخ تاریخا) حضرت عمر نے فرمایا: (ضعوا للناس تاریخاً یتعاملون به) لوگوں کے لیے تاریخ مقرر کر دو جس کے ذریعے سے وہ آپس میں اپنا معاملہ چلاتے رہیں۔ ان میں سے بعض نے یہ رائے دی کہ رومیوں والی تاریخ لکھی جائے۔ دوسرے بعض نے کہا ایران والوں کی تاریخ لکھو مگر حضرت عمر کو ان میں سے کسی کی بھی بات پسند نہ آئی اور آپ اس معاملے میں سوچ بچار کرنے لگے۔ اس سوچ و بچار کے دوران آپ کو حضرت ابو موسیٰ اشعری کی طرف سے خط ملا جس میں انہوں نے لکھا۔

انه تاتینا منکم کتب لیس لها تاریخ فاجعلوا لنا تاریخا نمیزبه اوقاتنا

Marfat.com

(آپ کی طرف سے ہمیں خط پہنچتے ہیں ان پر تاریخ نہیں لکھی ہوتی۔ آپ ہمارے لیے تاریخ مقرر کر دیجئے جس کے ذریعے سے ہم اپنے اوقات میں امتیاز برقرار رکھ سکیں)

اس پر حضرت عمر نے اصحاب رسول سے فرمایا :۔

لم لا نتخذ من الهجرة مفتتحاً للتاريخ الاسلامى انها اظهر الاوقات وابعدها عن الشبهة واوثقها صلة بالاسلام والمسلمين.

(ہم واقعہ ہجرت سے تاریخ اسلامی کی ابتداء کیوں نہ کر دیں۔ یہ تمام اوقات سے زیادہ واضح، شبہ سے پاک اور اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ زیادہ مضبوط تعلق رکھنے والا واقعہ ہے۔ تمام نے اس سے اتفاق کیا)

اسلام ہجرت سے پہلے اور اس کے بعد

ہم ہجرت نبویہ کی دائمی اور ابدی یاد منا رہے ہیں تو ہمارے لیے مناسب ہے کہ ہم اسلام اور اہل اسلام کی ہجرت سے پہلے اور بعد کی حالت کا جائزہ لیں تاکہ ہم اس کی قدر کو پہچانیں اور اس کے مفہوم کا اور جو کچھ اس کے ذریعے مسلمانوں کو نصیب ہوا اس کا اندازہ کر سکیں۔ وہ پہلی چیز جس کے ذریعے سے ہم اپنے اس جائزہ کی ابتداء کرتے ہیں، وہ ہجرت سے پیشتر اسلام پھیلنے کی شکل تھی اور وہ تھکا دینے والی کوشش تھی، جو مسلمان اس دعوت کو لوگوں کے ذہنوں تک پہنچانے کے لیے کرتے رہے، حالانکہ انہیں اس خوفناک فضا، جو قریش نے ان پر مسلط کر رکھی تھی، ان ظالمانہ کارروائیوں، اس پکڑ دھکڑ اور اس تعذیب و قتل کا سامنا تھا جن کا بیڑا قریش نے اٹھا رکھا تھا، لیکن جہاں تک مابعد ہجرت کا تعلق ہے، تو اس وقت اسلام سارے عرب پر یوں چھا گیا جیسے نور تاریکیوں کا سینہ چیر کر چھا جاتا ہے اور ایک اونچی آواز بلند ہوئی۔ وہ ہادی عرب و عجم کی آواز تھی۔ اب مسلمان آزاد ہو گئے۔ وہ اسلامی تعلیمات کو ہر جگہ پھیلانے لگے۔ اب نہ انہیں کسی پکڑ دھکڑ کا خطرہ تھا، نہ کسی عذاب کا ڈر نہ قتل کا۔ ہجرت سے پہلے اسلام محض مبادیات، تعلیمات اور اصولوں کی صورت میں تھا۔ اسے

Marfat.com

کوئی ایسی سوسائٹی میسر نہ تھی جس کے دائرۂ کار میں رہ کر وہ کوئی عملی شکل اختیار کر سکتا۔ مکہ میں جہاں تک قریشی معاشرے کا تعلق تھا تواس پر تو سرکش بت پرستی کا غلبہ تھا۔ وہ معاشرہ اپنے افراد میں سے کسی فرد کو بت پرستی کی تعلیمات کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھایاوہ اس بات کا بھی روادار نہیں تھا کہ وہ اس بت پرستی کے احکام کے علاوہ دیگر کسی بھی احکام کو اپنی سوسائٹی میں عملی صورت دے سکے، نتیجۃً ایک مسلمان اپنے گھر والوں، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بہن اور اپنے بھائی تک سے اپنا اسلام چھپاتا پھرتا تھا۔ مسلمان اس وقت بحیثیت کمزور افراد کے زندگی بسر کررہے تھے۔ وہ اپنے دین کے شعائر پر عمل کرنے کی جرات نہیں کرسکتے تھے اور نہ ہی وہ اس دین کے اصول سیکھنے کے لیے اکٹھے ہو سکتے تھے۔ ان میں سے اکثر خفیہ طور پر نماز ادا کرنے کے لیے مکہ کی گھاٹیوں میں چلے جاتے مگر ان کے دل دولت ایمانی سے معمور تھے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی تائید پر پختہ یقین رکھتے تھے مگر جہاں تک ہجرت کے مابعد کا تعلق ہے تو اس وقت ایک مسلمان اپنے اسلام کا کھلم کھلا اعلان کرسکتا تھا اور اس پر فخر بھی کیا کرتا تھا۔ اب مسلمان ایک بڑا خاندان بن گئے جو اسلام کے ذریعے اور اس کی خاطر زندہ تھے۔ اب ان کی مسجدیں بن گئیں جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے اور بڑے آزادانہ اور امن وامان کے ماحول میں اپنے شعائر دین ادا کررہے تھے اور یہ سب کچھ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی تائید تام ہونے کے بعد ہوا۔

ہجرت سے پہلے اسلام مکہ کے اندر محصور تھا۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں نکل سکتا تھابلکہ اس کا نور مکہ کے اندر ہی اس کی تنگ و تاریک سرزمین میں بند تھا مگر ہجرت کے بعد اس کا نور چمک اٹھااور زمین کے ہر ہر حصہ میں اپنی ضوپاشی کرنے لگا۔ وہ حصہ زمین خواہ مشرق میں تھا خواہ مغرب میں خواہ مشرق و مغرب دونوں کے درمیان تھا، وہ اسباب جنہوں نے ہجرت کی جلدی کروائی اور اس کو ایک حتمی ضرورت بنادیا وہ گھٹیا سازشیں تھیں، جو شیاطین قریش نے جناب رسول کے قتل کے لیے سوچیں۔ اس مذموم ارادہ کے پیش نظر انہوں نے قریش کے قبائل میں سے ہر قبیلہ سے ایک بہادر نوجوان چنا تاکہ وہ (معاذ اللہ) اپنی تلواریں لے کر یکبارگی جناب رسول

Marfat.com

اللہ پر حملہ کردیں اور آپ کو شہید کر ڈالیں۔ ایسی صورت میں آپؐ کے اہل خاندان ان کا بدلہ نہین چکا سکیں گے اور دیت پر ہی اکتفا کرلیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر سے بچالیا اور اس واقعہ کو تمام دنیا میں اسلام کے پھلنے پھولنے اور اس کی اشاعت کا سبب بنادیا۔

مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ کا پہلا خطبہ

جونہی جناب رسول کریم (صلوات اللہ علیہ واز کی سلامہ) مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، جس میں آپ نے انہیں بھائی چارے، تعاون، ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی، بھلائی و احسان کرنے، ایثار و محبت اور اطاعت کی دعوت دی۔ شرک، کفر، بغض اور عہد شکنی سے اجتناب کا حکم فرمایا۔

ایک تاریخی اور بے مثال انسانی واقعہ

پھر حضور نے مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا اور فرمایا۔

"تاخوا اخوین اخوین" (بھائی بھائی بن جاؤ)

انصار نے اس بھائی چارے کو خوش آمدید کہا اور اس کے عمدہ اور اونچے درجے کے معانی کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ انہوں نے اپنی ہر چیز مہاجر بھائیوں کے ساتھ تقسیم کرلی۔ مال، رزق، معاش وغیرہ بلکہ ان میں سے ہر ایک اپنے مہاجر بھائی کے لیے اپنے آدھے گھر اور اگر اس کی دو بیویاں تھیں تو ان میں سے ایک بیوی سے بھی دستبردار ہو جانے کے لیے تیار ہو گیا تاکہ اس کی عدت پوری ہو جانے کے بعد اس کا مہاجر بھائی اس سے شادی کرلے، پھر سب نے مل کر جہاد فی سبیل اللہ میں تعاون کیا اور اپنے اتحاد عمدہ اور خوبصورت بھائی چارے کے صدقے فقید المثال کارنامے سرانجام دیے۔

کس چیز نے ہجرت شریفہ کو ضروری بنادیا

حق تو یہ ہے کہ بہت سارے اہم امور نے اس کو ضروری اور انتہائی اہمیت کا حامل بنادیا۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ان امور کا پوری

Marfat.com

طرح جائزہ لیں اور اپنے زمانے کی بہت سارے خطرناک اور بڑھتے ہوئے اندیشوں اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ان سے استفادہ کریں۔ ہجرت نے اس حقیقت کو بھی پختہ بنایا کہ بے شک حق ہی قوت ہے اور باطل کمزوری ہے۔ مظالم کا سہنا، اور تعذیب و ایذا رسانی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ قوت ایمانی کو زک پہنچا سکیں، جبکہ وہ قوت ایمانی مسلم دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔

ہجرت نے اس بات کو بھی پختہ بنایا کہ جب ایک وطن کا باسی اپنی عزت اور آزادی عقیدہ کھو بیٹھے اور اس کا دین مامون و محفوظ نہ ہو تو اس کے نزدیک نہ ہی وطن کی کوئی قیمت ہے اور نہ ہی اس کے لیے اس سرزمین میں رہنے کا کوئی مقصد ہے۔ ہجرت نے اسلامی اخوت کو مضبوط کیا اور یہ واضح کیا کہ بھائی چارہ دو دلوں کے درمیان ایک معاہدہ اور اعلیٰ انسانی زندگی کے لیے ایک عہد ہے، نیز اس حقیقت کو مضبوط کیا کہ ایمان مصائب و مشکلات کے ذریعے ہی آزمایا جاتا ہے اور شدائد و صعوبتیں تو دلوں کو قوت کے ساتھ بھر دیتی ہیں اور ارادہ کو پختگی عطا کرتی ہیں۔ وہ نہ تو کمزور پڑتا ہے نہ اس میں ضعف پیدا ہوتا ہے، نہ غم کھاتا اور نہ ہی ناامید ہوتا ہے اور اس بات کی تاکید کی کہ صبر، عمل پیہم، اتحاد اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا ایسے امور ہیں جو حیرت انگیز کارناموں کا باعث بنتے ہیں۔ الغرض یہ کچھ ایسے امور ہیں جن کی ہجرت شریفہ نے تصدیق کی اور انہیں مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔ کیا ہم ان میں سے کچھ ایسوں کی چھان پھٹک کر سکتے ہیں جو ہمارے اس زمانہ کے شیاطین کے ساتھ ہماری محاذ آرائی میں ہمارے لیے سود مند ثابت ہوں؟ کیا وہ اخوت اسلامیہ اس معیار پر پوری اتر سکتی ہے جیسے اسے رسول اللہ نے چاہا تھا؟ کیا ہم اپنے اختلافات اور اپنے جھگڑے بھول جائیں گے اور ہم ایک سیسہ پلائی عمارت کی طرح، جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کے تقویت کا باعث، ہو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے، ایک صف میں کھڑے ہوں گے؟ کیا ہم اپنی سرزمین دشمنوں سے پاک کر سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنی زندگیوں کو جھوٹ اور فریب سے بچا سکتے ہیں؟ اور کیا اپنی فکری دنیا سے ان افکار و نظریات اور ان تباہ کن اصولوں کو نکال باہر کر سکتے ہیں اور کیا اس پر کلی اعتماد رکھتے ہیں، جو کچھ جناب

Marfat.com

رسول اللہ نے ہمارے درمیان چھوڑا ہے یعنی کتاب اللہ اور آپ کی سنت اور ہم ان دونوں کو تھام لیں تا کہ کبھی بھی گمراہ نہ ہونے پائیں اور ہم اپنے حافظہ میں یہ بات محفوظ رکھ سکتے ہیں کہ اس معاملہ کا دارومدار اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سنت اور درج ذیل آیت میں واضح کردہ راستہ پر ہے۔

"ان تنصروا اللہ ینصر کم"

(اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا)

میں اس کی امید رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ بے شک وہ پاک ہے، توفیق بخشنے والا ہے اور وہی سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

Marfat.com

باب : 7

میلاد نبوی کا جشن

جونہی کہ چاند نے اپنا چکر کاٹا اور ماہ ربیع الاول صفحہ ہستی پر اپنی بارہویں رات پر فرحاں و نازاں نمودار ہوا تو ولادت رسول علیٰ صاحبہا السلام کی یاد سے تمام دنیا معطر ہو گئی اور ہر خطہ زمین میں لاکھوں مسلمانوں نے جناب رسول کریم کی ولادت مبارکہ کا ذکر شروع کر دیا۔

وہ اس ہادی و بشیر کی سیرت کا مطالعہ کر رہے ہیں اور ان کے مناقب و صفات کا پیچھا کر رہے ہیں۔ بے شک آپ وہ نبی ہیں جن کی ذات میں تمام انسانی عمدہ اور کامل صفات، اخلاق حمیدہ اور بلند پایہ خصائل تام ہو گئیں۔ ان خصائل کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا، چنانچہ آپ اعلیٰ نمونہ بنے، بلا شبہ آپؐ ایسے ہی تھے جیسے کہ ذات علیم و خبیر نے آپ کے حق میں فرمایا ہے۔

"وانك لعلى خلق عظيم"

(بے شک اے نبی آپ خلق عظیم پر فائز ہیں)

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس مولد شریف کے جشن منانے کا سب سے افضل طریقہ آپ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ ہے اور نوجوان نسل کا اس کے ساتھ تعلق جوڑنا اور محبت رسول اللہ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی محبت کا بچوں کو خوگر بنانا ہے۔ یہ ہم پر واجب ہے کہ ہم سال کے مختلف اوقات میں سیرت کے مطالعہ کا بچوں کو عادی بنائیں۔ یہ عمل ان کے ذہنوں میں اس اعلیٰ واشرف تاریخ کو راسخ کرنے

Marfat.com

او۔ ان کا اس کے ساتھ تعلق جوڑنے میں بہت موثر ہے اور ایسے ہی مکمل طور پر سنت مطہرہ کے ساتھ ان کے ربط کا ذریعہ ہے۔ نیز جس قدر ان کی عقلیں اسے قبول کر سکتی ہیں، اس کی قرات کا انہیں عادی بنانا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی قرات کے موضوع اور نوجوان نسل کے ساتھ اس کا تعلق جوڑنے کے سلسلہ میں ہم کرتے ہیں۔ سنت مطہرہ ہو یا قرآن کریم، ان دونوں میں سے افضل چیز جو انہیں سکھاتے ہیں، وہ آپ ﷺ کی سنت کا اتباع اور آپ کی پیروی اور اس کی اقتداء ہے جو کچھ آپ کے صحابہ کرام، تابعین اور جن لوگوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی ہے، نے کیا ہے۔

میری والدہ رحمہا اللہ نے مجھے اس بات کا عادی بنایا ہے کہ ہم بیٹھیں اور کتب سیرت کا مطالعہ کریں۔ میری والدہ پڑھی لکھی نہیں تھیں مگر اس کے باوجود انہیں سیرت زبانی یاد تھی۔ وہ اپنے گھر والوں اور اپنے پڑوسیوں کو اس بات کی وصیت کرتی رہتی تھیں کہ وہ اطلاع اور بار بار مطالعہ کے ذریعے سے اس کی نگہداشت کرتے رہا کریں۔ اسی لیے اگرچہ ہم مختلف اوقات میں اس کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں مگر نوخیز نسل کا اس کے ساتھ رابطہ اور اس کے مطالعہ پر انہیں حریص بنانا لازم ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ سید الانبیاء والمرسلین کی سیرت سننے کی لیے اکٹھا ہونا ایک نہایت ہی پسندیدہ فعل ہے اور جب تک بغیر کسی ارتکاب بدعت یا اسلامی طریقہ کار سے انحراف کے، یہ تکمیل پذیر ہوتا رہے، اس میں بے شمار فضائل ہیں۔ آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہر گھڑی اور ہر لحظہ جاری و ساری ہے مگر اس حقیقت کے پیش نظر کہ یہ ماہ ربیع الاول وہ مہینہ ہے کہ جس میں جناب علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ اس میں اگر اہتمام ذکر ہو تو لوگوں کا اس کے سماع کے ساتھ گہرا تعلق پیدا ہو جاتا ہے، بلاشبہ یہ ماہ ولادت لوگوں کو سیرت کی طرف متوجہ کرنے اور اس کے سماع کے پیش نظر ان کے اجتماع منعقد کرنے اور زمانے کے مختلف حصوں اور واقعات کی ایک دوسرے کے ساتھ کڑیاں ملانے کا بھرپور شعور پیدا کرنے کے لیے قوی ترین سبب ثابت ہوگا۔ وہ مستقبل کے ذریعے ماضی کو یاد کرتے ہیں اور حاضر سے غائب کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ (السید الدکتور محمد علوی المالکی، جناب نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے بارے میں)

Marfat.com

حتی کہ معاملہ اس نوبت تک پہنچا ہوا ہے اور ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف منانے کے ساتھ مسلمانوں کا شغف اس درجہ ہے مگر اھل علم حضرات مخصوص رات میں میلاد شریف کے اہتمام کے مسنون ہونے کے قائل نہیں، وہ اسے ایک ایسی بدعت قرار دیتے جس کا ارتکاب صحابہ اکرام نے نہیں کیا کیونکہ ہر وقت، ہر گھڑی اس کا اہتمام ضروری ہے نہ کہ صرف معین اوقات میں۔ اللہ عزوجل کے درج ذیل حکم کی پیش نظر ہم آپ کو یاد کرتے ہیں اور آپ پر درود بھیجتے ہیں۔

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوٰا علیه وسلموا تسلیما

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جناب رسول اللہ کی محبت اور آپ کی ولادت اور سیرت کے ساتھ اظہار خوشی ایک ایسا فعل ہے جو ایک مسلمان کے لیے بھلائیاں لانے کا موجب ہے اور اس کے کئی اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ ایک کافر نے بھی اس سے نفع حاصل کر لیا۔ سیئے ابولہب کے بارے، جب اس نے حضرت محمد مصطفیٰ کی ولادت کی خبر سنی تو خوش ہوا اور خوشی میں آکر اپنی لونڈی ثوبیہ کو، جس نے اس کو آپ کی ولادت کی خبر پہنچائی تھی، آزاد کر دیا۔ یہ معنی و مفہوم صحیح بخاری کی ایک حدیث میں وارد ہوا ہے، جو برسلا آئی ہے۔ اسی ضمن میں حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین ابن الدمشقی نے کیا ہی خوب درج ذیل اشعار کہے ہیں۔

اذا کان ھذا کافر جاء ذمه
تبت یداہ فی الجحیم مخلدا
اتی انه فی یوم الاثنین دائماً
یخفف عنه للسورور بأ حمدا
فما انظن بالعبدا الذی کان عمرہ
باحمد مسروراً و مات موحدا

(جبکہ یہ شخص کافر ہے جس کی مذمت "تبت یداہ" قرآن پاک میں وارد ہوئی ہے۔ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ سوموار کے دن ہمیشہ اس سے عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے، اس

Marfat.com

لیے کہ وہ احمد ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوش ہوا تو پھر اس بندے کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جو عمر بھر احمد ﷺ کے ساتھ خوش رہا اور موحد بھی مرا)

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں کتاب ''النکاح'' میں اس قصہ کو روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں اس کو نقل کیا ہے۔ امام عبدالرزق الصنانی نے ''مصنف'' (ج ۷، ص ۴۷۸، حافظ نے ''الدلائل'' میں، ابن کثیر نے اپنی سیرت نبویۃ ''البدایۃ'' ج ۱، ص ۲۲۴ میں، ابن الدبیع الشیبانی نے، ، حدائق الانوار'' ج ۱، ص ۱۳۴ میں، الحافظ البغوی نے ''شرح السنہ'' ج ۹، ص ۷۶ میں، ابن ہشام اور سہیلی نے ''روض الانف'' ج ۵، ص ۱۹۲، عامری نے ''بھجتہ الحافل'' ج ۱، ص ۴۱ میں اور بیہقی نے اس کو روایت کیا ہے۔

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے مگر امام بخاری کے اس کو نقل کرنے اور حافظ سے لے کر تمام علماء کے محض اسی وجہ سے اس پر اعتماد رکھنے کی وجہ سے اسے قبولیت حاصل ہے۔ دوسرا سبب اس حدیث کے مقبول ہونے کا یہ ہے کہ یہ مناقب وخصائص میں ہے، حلال وحرام میں نہیں ہے۔ طالبان علم،، حدیث کے ساتھ استدلال کرنے کے معاملہ میں مناقب اور احکام کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ جہاں تک کفار کا اپنے اعمال سے انتفاع کا تعلق ہے تو اس میں علماء کے درمیان کلام ہے۔ مگر یہ مقام تفصیل نہیں۔ اصل اس بارے میں وہ حدیث ہے جو جناب رسول کریمؐ کی دعا سے ابو طالب سے تخفیف عذاب کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ جناب رسول اللہؐ اپنے یوم ولادت کی خود بھی تعظیم کیا کرتے تھے اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی عظمت، نعمت اور اس وجود کو جس وجود کے صدقے ہر وجود نے سعادت حاصل کی، وجود میں لاکر احسان کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے اور روزے رکھ کر اس تعظیم کا اظہار کرتے تھے۔ جیسا کہ قتادہ سے مروی حدیث میں آیا ہے:

''ان رسول اللہ ﷺ سئل عن صوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علی'' (رواہ الامام مسلم فی الصحیح فی باب الصیام)

Marfat.com

"جناب رسول کریم سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا میں اس دن پیدا ہوا ہوں۔ اور اسی میں مجھ پر وحی نازل کی گئی"۔

یہ حدیث اس دن کو منانے کے مقصد و معنی پر روشنی ڈالتی ہے۔ مگر صورت مختلف ہے۔ بہر حال جو بھی صورت ہو خواہ اس کا اظہار روزوں کے ذریعے ہو، خواہ کھانا کھلا کر ہو، خواہ ذکر میلاد النبی کے ذریعے سے آپؐ پر درود و سلام پیش کر کے اور خواہ آپ کے اعلیٰ وارفع خصائل و خصائص کے سماع پر جمع ہو کر ہو۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ آپؐ کی ولادت پر خوش ہونا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق مطلوب ہے:

"قل بفضل الله و برحمته فبذلك فليفر حوا"

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم رحمت کے ساتھ اظہار خوشی کریں۔ نبی کریمؐ تو سب سے بڑی رحمت ہیں"

چنانچہ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"وما ارسلنك الا رحمة للعالمين"

چوتھا سبب یہ ہے کہ جناب نبی کریمؐ گزرے ہوئے بڑے بڑے دینی واقعات کے ساتھ زمانے کا ربط جوڑنے کا بڑا خیال فرماتے تھے۔ جب وہ زمانہ آجاتا جس دن یہ واقعات ظاہر ہوئے تھے اس دن کی تعظیم کا غنیمت موقع ہوتا اور یہ تعظیم محض ان واقعات کے سبب تھی۔ اور اس لیے تھی کہ یہ وقت اور یہ زمانہ ان کا محور و مرکز تھا۔ جناب رسول کریمؐ نے اس قانون و قاعدہ کی بنیاد بنفس نفیس رکھی تھی۔ جیسا کہ حدیث میں وضاحت کے ساتھ آیا ہے کہ

"جب نبی کریم مدینہ منورہ پہنچے اور یہود کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں ان سے اس کا سبب پوچھا۔ آپ سے کہا گیا کہ وہ اس دن اس لیے روزہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن ان کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو نجات دی تھی اور ان کے دشمن کو غرق کر دیا تھا۔ تو لہٰذا وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے

Marfat.com

لیے روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے یہود ہم تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ کے زیادہ قریبی ہیں۔ چنانچہ اس دن آپ نے روزہ رکھا اور اپنے صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا"

پانچواں سبب یہ ہے کہ مولد شریف صلوٰۃ و سلام پر آمادہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس درج ذیل قول سے مطلوب ہے:

"ان الله و ملائكته يصلون على النبى يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما"

"اور ایسے ہی جب بھی چاند چکر کاٹتا ہے اور ربیع الاول کا مہینہ ہم پر طلوع ہوتا ہے تو میں سیرت کی بنیادی اور اصل کتابوں پر جھک جاتا ہوں اور ان کے مطالعہ میں منہمک ہو جاتا ہوں۔ میں اس دوران رحمت کے سایوں کی چھاؤں میں رہتا ہوں۔ نسیم سیرت سے معطر جھونکے میری راحت کا سامان بنتے ہیں"

جب سے نور محمدی علی صاحبہ السلام کائنات پر جلوہ فگن ہوا تو میں آپؐ کے بحیثیت ثالث منتخب ہونے، آپ کی بعثت، آپ کی اچھی دعوت آپؐ کی ہجرت کے واقعات اور بت پرستی، شرک اور گمراہی کے مخالف آپؐ کی تاریخی جنگیں، دولت اسلامیہ کے قیام کے لیے آپؐ کی کوششیں، حجتہ الوداع اور اس کے خطبات اور جناب رسول اللہؐ کی وفات کے بعد آپ کے رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہو جانے کے سبب وحی آسمانی کے منقطع ہو جانے تک سیرت کے یہ سارے واقعات یاد کرتا ہوں ہاں یہاں میں اس مہینہ میں جو میلاد شریف کے سبب، ممتاز ہے سیرت کی اصل کتابوں پر آسن مارے بیٹھا رہتا ہوں۔ اگرچہ اس سیرت کے واقعات سارا سال مجھ سے غائب نہیں رہتے۔ وہ ہمیشہ میرے تصور میں موجود رہتے ہیں۔ میں ان کو یاد کرتا رہتا ہوں۔ ان سے سبق حاصل کرتا ہوں، ان کی طرف رجوع کرتا ہوں اور جن عبرتوں، نصیحتوں اور زندگی کے جن طرز ہائے عمل پر یہ مشتمل ہیں، جو سید انبیاءؑ نے انسانیت کی تعلیم کے لیے اختیار فرمائے تھے، ان سے خود استفادہ کرتا ہوں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتا ہوں۔ کل میری شریک حیات میرے کمرے میں آئی۔ اس وقت میں مطالعہ

Marfat.com

میں مصروف تھا۔ اس نے وہ دیکھا جو میں پڑھ رہا تھا۔ یہ آپ کی ولادت کی فصل تھی۔ جس میں ابن اسحاق (کا تبین سیرت کا شیخ) لکھتا ہے۔

"ولد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنین لا ثنتی عشرۃ لیلۃ من ربیع الاول عام الفیل"

"جناب رسول اللہ (ہاتھی والے سال) ربیع الاول کی بارہویں رات بروز سوموار پیدا ہوئے"

پھر اس نے پوچھا آپ کی پیدائش ربیع الاول میں سوموار کے دن کیوں ہوئی اور رمضان کے دنوں میں سے کسی دن کیوں نہیں ہوئی؟ جس میں قرآن نازل کیا گیا اور لیلتہ القدر کے ساتھ بھی یہ مزین ہے۔ یا ماہ حرام میں سے کسی مہینے میں کیوں نہیں ہوئی۔ جن کی اللہ تعالیٰ نے جس دن سے آسمان و زمین پیدا فرمائے ہیں حرمت مقرر فرمادی ہے۔ یا شعبان المبارک میں کیوں نہیں ہوئی۔ وہ شعبان جس کے نصف میں لیلتہ مبارکہ (مبارک رات) ہے۔

میری شریک حیات نے اپنے سوال کو ختم کیا اور جواب کے انتظار میں میری طرف دیکھا تو میں نے اس کے بعد والے صفحہ میں جو کچھ آرہا تھا نظر دوڑائی تو جواب کے لیے اس میں مجھے کچھ نہ مل سکا۔ میں نے اس سے مہلت چاہی تاکہ تحقیق کرسکوں اور غور و فکر کروں۔ اب میں اپنے آپ سے پوچھنے لگا کہ کس وجہ سے خالق عظیم نے چاہا کہ اس معزز بچے کو خاص ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو سوموار کے دن اس دنیا میں ظاہر فرمائے۔ لازمی طور پر اس میں کوئی بہت بڑی حکمت ہوگی۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کی تحقیق کریں، تاکہ اس کی معرفت اور اس سے مستفید ہونے کا شرف حاصل کرسکیں۔ چنانچہ میں نے سیرت کی بنیادی کتب کی طرف رجوع کیا۔ ان کی ورق گردانی کرنے لگا اور علماء مورخین اور محققین نے اس حکم تک پہنچنے کی کوشش میں جو کچھ کیا ہے اس کی چھان بین کرنے لگا۔ تحقیق و تفتیش میں کئی گھنٹے گزارنے کے بعد کتابوں نے اس کی کئی وجوہات ذکر کرکے مجھے جواب مہیا کردیا۔

پہلی وجہ یہ ہے جیسا کہ:

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درخت کو سوموار کے دن پیدا

Marfat.com

فرمایا۔ (امام احمد نے اپنی مسند ج ۲، ص ۲۲۲ میں یہ حدیث روایت کی ہے) اس میں بڑی تنبیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ روزی، رزق، پھل اور تمام بھلائیاں جن کے سہارے بنی آدم پھلتے پھولتے ہیں، زندہ رہتے ہیں ان سے اپنا علاج معالجہ کرتے ہیں اور انہیں دیکھ کر ان کے دل خوش ہوتے ہیں، پیدا فرمائے کیونکہ حکیم مطلق کی حکمت کے مطابق جو چیز ان کی زندگیوں کی بقاء کی ضامن تھی وہ انہیں حاصل ہو گئی۔

چنانچہ جس دن میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی وہ دن تمام آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، امام محمد یوسف الصالحی، ج ۱، ص ۴۰۶)

اس میں کچھ بحث نہیں کہ سوموار کا دن مبارک دن ہے۔ جس نے جناب رسول کریمﷺ کی اس میں ولادت کی باعث عزت پائی۔

"وقدسئل عنه ﷺ فقال ذاك يوم ولدت فيه. اوقال انزل علی فيه" (صحیح مسلم، کتاب الصیام، حدیث ۱۹۷، مسند احمد ۲/ ۲۰۰)

"اس دن کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا۔ فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا ہوں یا فرمایا اس میں مجھ پر وحی نازل کی گئی"۔

یعقوب بن سفیان نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی۔ ابن عباس نے فرمایا:

"ولد رسول الله ﷺ يوم الاثنين و استنبئ يوم الاثنين ورفع الحجر الاسود يوم الاثنين"

"جناب رسولؐ سوموار کے دن پیدا ہوئے۔ سوموار کے دن آپؐ کی بعثت ہوئی اور سوموار کے دن حجر اسود اٹھایا"

دوسری وجہ

بے شک ماہ ربیع الاول میں آپ ﷺ کے ظہور میں اس شخص کے لیے کھلا اور واضح اشارہ پایا جاتا ہے جس نے کلمہ "ربیع" کے اشتقاق کا ادراک کر لیا۔ کیونکہ اس میں اچھا شگون اور امت کے لیے بشارت ہے۔ الشیخ الامام ابو عبد الرحمٰن الصقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

"ہر انسان کو اس کے نام سے حصہ ملتا ہے۔ یہ اشخاص وغیرہ پر منطبق ہوتا ہے۔ جہاں تک موسم ربیع کا تعلق ہے اس میں زمین کے پیٹ میں جو اللہ تعالیٰ کی بہت ساری نعمتیں پوشیدہ ہیں ظاہر ہوتی ہیں اور وہ ان ارزاق کو نکال باہر کرتی ہیں جو بندگان خدا تعالیٰ کا سہارا ہیں۔ انہیں پر انسانی زندگیوں، ان کی معاش اور ان کی اصلاح احوال کا دارومدار ہے۔ دانہ، گٹھلی اور قسم قسم کی نباتات جو زمین میں پوشیدہ ہوتی ہیں پھوٹ پڑتی ہیں دیکھنے والا انہیں دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی زبان حال سے مستقبل قریب میں اسے اپنے پک جانے کی خوشخبری دیتی ہے۔ اور اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شروع ہونے کی خوشخبری کی طرف ایک عظیم اشارہ پایا جاتا ہے۔

جناب نبی کریم کی ولادت باسعادت میں کچھ اشارات ایسے پائے جاتے ہیں جن میں بعض کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور یہ نبی عظیم ﷺ کے عظیم مرتبے کی تشہیر اور تنویہ کی سمت واضح اشارہ ہے اور آپ تمام جہانوں کے لیے بشارت ہیں۔ دونوں جہانوں میں مہالک اور مخاوف (ہلاکتوں اور خوفوں) کے مقابلے میں رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر احسانات میں سے سب سے بڑا احسان جناب رسول کریم کا ان کو اللہ تبارک تعالیٰ کے سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کرنا ہے۔ اے حبیب (بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں"۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، امام محمد یوسف صالحی، ج ٦، ص ٤٠٧)

تیسری وجہ جہاں تک آپ کی شریعت کا تعلق ہے، اس میں اور موسم ربیع میں قدر مشترک پائی جاتی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ موسم ربیع تمام موسموں میں سے معتدل ترین اور خوبصورت ترین موسم ہے۔ کیونکہ اس میں نہ پریشان کن سردی ہوتی ہے اور نہ تکلیف دہ گرمی اور نہ ہی اس کی راتوں میں خلاف

Marfat.com

عادت طوالت پائی جاتی ہے اور نہ ہی اس کے دنوں میں بلکہ سارے کے سارے معتدل ہوتے ہیں۔ یہ ایک موسم ہے جو موسم خریف، موسم سرما، اور موسم گرما کے نقائص اور خرابیوں سے پاک ہوتا ہے۔ بلکہ اس میں لوگ خوشی و نشاط میں ہوتے ہیں اور ان کی صحت درست ہو جاتی ہے۔ قیام کے لیے ان کی راتیں اور صیام کے لیے ان کے دن بہت عمدہ اور موزوں بن جاتے ہیں۔ یہ اس موسم اور اس آسان شریعت میں جو جناب علیہ السلام لے کر آئے۔ ایک قدر مشترک ہے۔

چوتھی وجہ

اس حکیم مطلق سبحانہ وتعالیٰ کی مشیت یہ ہوئی کہ زمان و مکان آپؐ کے وجود سے شرف حاصل کریں۔ نہ کہ آپ ان سے مشرف ہوں اور وہ زمان و مکان جو آپ کی شخصیت کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھا اسے دوسرے زمان و مکان پر بہت بڑی فضیلت اور بہت بڑا امتیاز حاصل ہو جائے۔ مگر وہ زمان و مکان اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جن میں اعمال خیر کی کثرت ہوتی ہے اور یہ سچ ہے کہ اگر آپ ماہ رمضان یا ماہ ہائے حرام یا شعبان المبارک میں پیدا ہوتے تو بعض کو یہ گمان ہوتا کہ چونکہ ان مہینوں کی پہلے سے کچھ قدر و منزلت ہے۔ اس بنیاد پر آپؐ ان سے مشرف ہوئے ہیں مگر اس حکیم جل جلالہ نے یہ چاہا کہ آپؐ ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوں تاکہ یہ مہینہ آپ کی ذات کریمہ سے عزت پائے۔ آپ سے مزین ہو اور آپ کی ولادت کا جو شرف اسے حاصل ہوا ہے اس پر تاقیامت فخر کرتا رہے اور اس طریقہ سے بلند و برتر اور قدیر سبحانہ وتعالیٰ کی اپنے نبی کریمؐ پر عنایت اور آپ کے ساتھ انتہائی درجہ اہتمام کا اظہار ہو۔

احمد شوقی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

بك بشر الله السماء فزينت
وتضوعت مسكاً بك الغبراء
يوم يتيه على الزمان، صباحه
و مساؤ بمحمد وضاء

"اللہ تعالیٰ نے آسمان کو آپؐ کی ولادت باسعادت کی بشارت دی اور اس کو سجا دیا گیا اور زمین آپ کی بدولت مشک کی خوشبو سے

Marfat.com

مہک اٹھی۔ جس دن آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اس دن کی
صبح سارے زمانے پر اترا رہی ہے اور اس دن کی شام حضرت محمدؐ
کے دم قدم سے روشن و تاباں ہے۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مصطفیٰ ﷺ کی میلاد کا منانا آپؐ کی یاد تازہ کرنا ہے اور جب یہ علمی اور پند و نصائح پر مبنی مجالس دین اسلام کے آداب کے دائرہ کار میں ہو تو یہ ایک ایسا عمل ہے جس کو اہل علم نے بہ نگاہ پسندیدگی دیکھا ہے۔ کیونکہ اس ذریعے سے آپ کی سیرت طیبہ کے ساتھ ایک گونہ تعلق پیدا کرنا، آپؐ کے معجزات، آپ کی سیرت اور آپ کے خصائل کے درپے ہونا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی اقتداء کرنے اور آپ کے طریقے پر چلنے کا حکم دیا ہے اور بے شک آپؐ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ آپؐ کے خصائل اور آپ ہی کی صفات کی معرفت آپؐ پر کمال ایمان کی داعی ہے۔ آپ ہی کی سیرت کے درپے ہونا آپ کی محبت کو گہرا کرتا ہے اور نفوس مومنہ میں اس کو راسخ بناتا ہے۔ چنانچہ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اللہ عزوجل اپنی کتاب کریمہ میں فرماتے ہیں:

"وکلانقص علیك من انباء الرسل مانشبت به فؤادك"
"اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں"۔

"اے اللہ ہمارے دلوں کو اسلام پر ثابت و قائم کر دے۔ ایمان ان کی گہرائیوں میں پہنچا دے اور ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم کی محبت نصیب کر" آمین۔

Marfat.com

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور

السلام علیک یا رسول اللہ
السلام علیک یا حبیب اللہ

ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نے امانت ادا کر دی۔ پیغام رسالت کما حقہ پہنچا دیا۔ امت کی خیر خواہی کی اور تادم آخر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں کہ ہم آپؐ سے محبت رکھتے ہیں اور اس سے بھی محبت رکھتے ہیں جو آپؐ سے محبت کرتا ہے اس امید پر کہ شاید اللہ تعالیٰ اپنے فضل، اپنے عفو عام اور اس ذخیرہ محبت کے صدقے ہمیں روز قیامت آپ کی معیت میں اٹھائے اور ہمیں آپؐ کے حوض پر لا کھڑا کرے اور ہم اس سے بڑی آسانی اور سکون کے ساتھ اور خوشی خوشی ایسا گھونٹ پانی کا پئیں جس کے پینے کے بعد ہم پھر کبھی بھی پیاسے نہیں ہوں گے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے لیے یہ بہت بڑی سعادت اور بہت بڑی خوشی ہو گی اور جب خوشبوؤں سے مہکتی ہوئی سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں کا ذکر ہم دہرا رہے ہوتے ہیں تو یقیناً ہم اس کے اثرات کو اپنے دلوں کی گہرائیوں میں محسوس کرتے ہیں۔

یادوں کے ان واقعات اور اسی ماحول میں ان کے ذریعے سے ہم اپنے نفوس کو معطر بناتے ہیں، اپنے ایمانوں کو تقویت دیتے ہیں، اپنی ہمتوں کو تیز کرتے ہیں اور ان سے اپنے جذبات کو بھر دیتے ہیں۔ مگر سیرت طیبہ کے اس ذکر میں نہ تو کوئی تبدیلی

Marfat.com

لاتے ہیں اور نہ ہی کوئی انداز بدعت وضلالت اختیار کرتے ہیں۔ یہ تو محض ان معزز یادوں کی گونج کا ایک گونہ تکرار اور ان کا پیچھا کرنا ہے جس نے کائنات کو رونق اور خوشی سے اس صورت میں بھر دیا ہے جس صورت میں یہ امت ہمیشہ ہمیشہ شعلہ ایمان سے روشنی حاصل کرتی رہے گی تاکہ اس روشنی کے صدقے امت محمد علی صاحبہ السلام کی آنے والی نسلوں کے سامنے نسلاً بعد نسل لگاتار ان کا راستہ روشن رکھ سکے اور وہ حضرت محمد ﷺ اور آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب کی محبت کے وارث ہوتے رہیں۔ اور اس سے ان کا ایمان مکمل ہو اور قیامت میں آپؐ کی معیت میں ہوں اور یہی بات آپؐ اس بدو سے فرماتے ہیں جو آپؐ کی خدمت میں کچھ پوچھنے کے لیے حاضر ہوتا ہے عرض کرتا ہے :

یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی ؟

آپؐ (علیہ ازکی الصلوۃ والتسلیم) اس سے فرماتے ہیں :

وما ذا اعددت لھا؟ قال الاعرابی ما اعددت لھا کثیر صلاۃ ولا صیام ولا صدقة الاانی احب اللہ و رسولہ

بھلا آپ نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے ؟

بدو نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے اس کے لیے نہ تو بہت ساری نمازیں تیار کی ہیں، نہ بہت سارے روزے اور نہ ہی صدقے مگر ایک بات ضرور ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو جو جواب دیا وہ اس کو مطمئن کرنے والا اور ایک مکمل جواب تھا۔ جس نے آپ ﷺ کی محبت کو اس کی دل کی گہرائیوں میں پہنچا دیا وہ جو آپ کی محبت کی طرف اسے بلانے والا تھا اور اس سے اس کے نفع مند اور فیض یاب ہونے کو یقینی بنا رہا تھا وہ جواب آپؐ نے اسے ایک ایسے جامع کلمے میں دیا جس کا شمار آپ کے جوامع الکلم میں ہوتا ہے وہ یوں ہے :

"المرء مع من احب"

"آدمی کا حشر اسی شخص کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہے"

Marfat.com

راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس پر اپنے قول سے یوں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مارایت المسلمین فرحوا بعد الاسلام کفر حھم بذلک

"میں نے مسلمانوں کو دولت اسلام سے مالا مال ہونے کی خوشی کے بعد کسی اور بات سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا اس کلمے سے انہیں خوش ہوتے دیکھا"۔

بلا شبہ ان حضرات نے آپؐ سے محبت کی۔ آپ کی مدد کی اور ہمیں جنابؐ سے محبت کے مطلب سے روشناس کرایا۔

"انھم رجال صدقوا فیما عاھدوا اللہ علیہ"

"بے شک یہ وہ لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے اپنے عہد اور جناب رسول اللہؐ کی محبت میں اور آپ کیساتھ ایمان رکھنے میں سچے ثابت ہوئے"

اور انہوں نے کہا:

"ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا"

"اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان لانے کے لیے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے"

اور انہوں نے دعوت اسلام کی راہ میں اپنی جانوں کو سستا سمجھتے ہوئے نچھاور کر دیا، جھک گئے، تواضع اختیار کی۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور اپنی آوازیں دھیمی کیں۔ جناب رسول اللہ کی خاطر اپنی جانوں کی بازی لگا دی۔ ایمان بالغیب اور رسول اللہ کی محبت میں ان سے عجیب و غریب باتوں کا ظہور ہوا اور آخرت کو دنیا پر، ہدایت کو حصول مال پر ترجیح دی۔ اور سنو اب ہم پر اس معزز مہینہ میں خوشبوؤں بھری یاد سایہ فگن ہے۔ ماہ ربیع الاول کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں اکثر روایات کے مطابق جناب رسول اللہ کی ولادت باسعادت ہوئی اور اسی مہینہ میں آپ مکہ تشریف لائے اپنے دوست کے ہمراہ مکہ کے زیریں علاقہ میں واقع جبل ثور (ثور پہاڑ) کی ایک غار کی

Marfat.com

طرف نکلے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے :

"ثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا"

صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے غم نہ کھا بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے"

پھر اسی مہینہ میں حضرت ابو بکر صدیق کی معیت میں آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ یہ ہجرت خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہوئی۔ جس نے آپ کو اپنے سب سے پسندیدہ خطہ زمین کی طرف نکالا اور یہ بڑا پاکیزہ موقع ہے۔ جس میں ہم معطر یادوں کی خوشبوئیں دوبارہ سونگھ کر لطف اندوز ہو رہے ہیں اور کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت کے ضابطوں کے مطابق ہم سیرت مصطفیٰ ﷺ کے مطالعہ میں مگن ہوتے ہیں۔ جب ہم ایسا عمل کرتے ہیں تو گویا ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے طریقہ پر چلتے ہیں۔ ایک حدیث میں جس کی روایت امام نسائی نے کی ہے، یوں آیا ہے کہ :

"ایک دفعہ جناب رسول کریم ﷺ اپنے حلقہ احباب میں تشریف لائے۔ ان سے پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا ہے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم یہاں اس لیے بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اور جو اس نے ہمیں اپنے دین کا راستہ دکھایا ہے اور آپ کو ہماری طرف مبعوث کر کے ہم پر جو احسان کیا ہے اس پر اس کی حمد بجا لائیں۔ فرمایا کیا اللہ کی قسم دے کر کہتے ہو کہ کیا تمہیں اس چیز نے یہاں بٹھلایا ہے ؟ عرض کی بخدا ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں نے تم سے اس لیے قسم نہیں لی کہ تم پر کسی قسم کی کوئی تہمت ہے۔ میرے پاس تو جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں۔ انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی جماعت میں تم پر فخر کر رہے ہیں"۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء نے ایسے طریقے ایجاد کیے جن کے ساتھ تمسک گویا اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تصدیق، خدا تعالیٰ کی اطاعت کا عملاً بجا لانا اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قوی کرنا ہے۔ کسی کو ان میں کسی قسم کا تغیر کرنے اور انہیں تبدیل کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ جو شخص ان

Marfat.com

کی مخالفت کرے اس کی رائے کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ بلاشبہ جو ان کی پیروی کرے گا وہی ہدایت یافتہ ہے اور اگر ان کے ذریعے اور ان پر عمل پیرا ہو کر غلبہ چاہے تو وہی موید و منصور ہے اور جو ان کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستہ کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے وہاں پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور اسے جہنم رسید کریں گے۔ بے شک وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ ہم کتاب عزیز میں اللہ تعالیٰ کے اس قول پر غور کرتے ہیں جو پہلے گزر چکا ہے کہ

''اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسولؐ ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے''۔

اور اللہ تعالیٰ کے ان درج ذیل اقوال پر غور وفکر کرتے ہیں:

''من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلنک علیھم حفیظا''

''جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا''

''لقدکان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجواللہ والیوم الاخروذ کر اللہ کثیرا''

جب ہم ان مذکورہ بالا آیات میں سوچ بچار کرتے ہیں تو ان کے اندر ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو آپ کی اطاعت اور آپ کی محبت کا حکم جھلکتا ہوا نظر آتا ہے اور ان میں ہمیں آپ کے مقام و مرتبہ کی وضاحت اور مسلمانوں کے دلوں میں اس سلسلہ میں جو کچھ ہونا ضروری ہے، دکھائی دیتا ہے۔ پھر ہم آپ کی اس حدیث پر غور و خوض کرتے ہیں جس میں آپؐ حضرت عمرؓ کو خطاب فرماتے ہیں۔ جس دن حضرت عمرؓ نے آپؐ سے عرض کی:

انك یا رسول اللہ احب الی من کل شئی الانفسی
قال: لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیك من نفسك فقال عمرؓ فانك الان واللہ احب الی من نفسی

Marfat.com

"قال الآن یا عمر"

"اے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ بے شک آپ مجھے ہر چیز سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ سوائے میری اپنی جان کے۔ فرمایا نہیں قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب تک کہ میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہوں (تم کامل الایمان مسلمان نہیں بن سکتے) حضرت عمرؓ نے عرض کی بے شک اب آپؐ بخدا مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ فرمایا اب اے عمر یعنی اب آپ کامل الایمان ہیں"

اس طرح جناب رسول اللہ نے بڑے صریح اور واضح انداز میں محض اپنی محبت کے ذریعے سے ہی ایمان کامل ہونے کی وضاحت فرمادی۔ پھر ہم جناب رسول اللہؐ کی اس حدیث میں بھی غور و خوض کرتے ہیں جس میں آپؐ اس محبت میں شرک کے انجام سے ڈراتے ہیں۔ جس کی وضاحت خود جناب رسول اللہؐ نے اپنے الفاظ میں یوں فرمائی ہے:

"میری مدح میں اتنا غلو نہ کیجئے جس قدر نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کی مدح میں کیا"

نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی مدح میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ انہوں نے طاقت و قدرت کے لحاظ سے انہیں اللہ کا شریک و ہمسر ٹھہرالیا اور کہنے لگے معاذ اللہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ وہ تینوں ہستیوں کے تیسرے ہیں۔ چنانچہ ان کی محبت ایک ایسی محبت ہے جس میں شرک کی آمیزش ہے اور اس محبت کو بدعت نے خراب کر دیا اور ان کو (Labyr inth) بھول بھلیاں میں لا کھڑا کیا۔ اور انہوں نے ان کی محبت میں اتنا مبالغہ کیا جس کا آپ نے ان کو حکم نہیں دیا تھا۔ چنانچہ اسی حقیقت کو قرآن پاک یوں بیان فرماتا ہے:

"کبرت کلمتہً تخرج من افواھھم ان یقولون لا کذبا"

"اور قیامت کے دن گواہوں کے سامنے اللہ تعالیٰ ان کے اس جھوٹ کی قباحت کا انکشاف فرمائیں گے"

Marfat.com

کتاب عزیز یوں گویا ہے :۔

"واذ قال اللہ یا عیسی بن مریم أ انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ قال سبحانک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم مافی نفسک انک انت علام الغیوب"

اسی لیے حدیث شریف وارد ہوتی ہے جو اس مدح سرائی کی آخری حدود، اس کے مراحل اور اس کے خطرات کی وضاحت کرتی ہے اور اس محبت سے باخبر کرتی ہے جس میں شرک کی آمیزش ممکن ہے۔ چنانچہ بڑے واضح انداز میں اس صورت کا نصاریٰ کی حضرت عیسیٰ کی ثناخوانی کے ساتھ تعلق جوڑ دیا۔

مگر جہاں تک آپ کی محبت، آپ کی تعظیم، آپ کے اجلال واکرام اور آپ کی اتباع کا تعلق ہے تو ان سب پر آپ نے ہمیں آمادہ فرمایا ہے اور راہ راست کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ آپ تمام لوگوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:

"ان اعرفکم باللہ أنا"

"بے شک تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا میں ہوں"

اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں۔ اور اس کی محبت بھی جو تجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور ہر اس عمل کی محبت جو مجھے تیرے قریب کر دے۔ یہاں تک کہ آپ کے لیے ہماری محبت ایسی مثبت اور موثر صورت اختیار کرتی ہے جو اپنے پاکیزہ نتائج لانے کا سبب بنتی ہے۔ بے شک اس محبت کا صحیح طریقہ کار کے ساتھ ربط پیدا کرنا ہمارے لیے واجب ہے۔ اس طریقہ کار کا قرآن کریم یوں اعلان کر رہا ہے:

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ"

اسوۂ حسنہ کو بطور مثال اپنے سامنے رکھنے کا جو یہ درج ذیل حکم ہے۔ اس کے ساتھ ہماری اس محبت کا تعلق ہونا ضروری ہے۔

Marfat.com

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر"

"بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرے"

جناب رسول کریمؐ فرماتے ہیں:۔

من احب سنتی فقداحبنی ومن اجبنی کان معی فی الجنۃ

"جس شخص نے میری سنت سے محبت کی بے شک اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا"

جناب رسول کریمؐ سے آپ کی سنت کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا

"المعرفۃ راس مالی والحب اساسی والشوق مرکبی وذکر اللہ انسی والتقی کنزی والحزن رفیقی والعلم سلاحی والعبر ردائی والرضی غنیمتی و العجز فخری والزھد حرفتی والیقین قوتی والصدق شفیعی والطاعۃ حسبی والجھاد خلقی وقرۃ عینی فی الصلاۃ"

(معرفت میرا سرمایہ ہے۔ محبت میری بنیاد اور اصل ہے، شوق میری سواری ہے، ذکر الٰہی میرا مونس و غمخوار ہے اور تقویٰ میرا خزانہ ہے۔ غم میرا ساتھی ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میری چادر ہے، رضا میرے لیے غنیمت ہے، عجز میرا فخر ہے زہد میرا پیشہ ہے، یقین میری قوت ہے، سچائی میری شفیع ہے، اطاعت میرا حسب ہے، جہاد میرا اخلق ہے، نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے)۔

ایک اور حدیث میں درج ذیل کلمات بھی مروی ہیں۔

"وثمرۃ فوادی فی ذکرہ وعملی لا جل امتی وشوقی الی ربی عزوجل"

Marfat.com

"میرے دل کا پھلنا پھولنا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے اور میرا عمل میری امت کے لیے ہے اور میرا شوق میرے رب عزوجل کی طرف ہے"۔

یہ ہے جناب رسول اللہ کی سنت یا آپ کا طریقہ یا اسلوب جس کے ساتھ تمسک ذکر حکیم کی آیات کے بعد لازم ہے۔

چنانچہ سورہ الحشر میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں:

وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھا کم عنه فانتھوا و اتقوا اللہ شدید العقاب

"جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سورۃ احزاب میں فرماتے ہیں:

وما کان لمومن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسوله امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم

"نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمائیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے"۔

صحابہ کی تگ ودو

اللہ کے رسول کی محبت وہ منزل ہے جس کی طرف مسلمان سبقت کرتے ہیں، اس پر مرمٹتے ہیں اور اس تک پہنچنے کی کوشش میں عمل پیرا ہیں اور کیوں نہ ہوں آپ وہی تو ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کے ساتھ یوں تعریف فرمائی ہے:

"وانك لعلی خلق عظیم"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور آپ کو مومنین کے ساتھ بہت زیادہ نرمی کرنے والا اور رحم کرنے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بذات خود بھی اور اس کے فرشتے بھی آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

Marfat.com

"انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذیر التومنوا باللہ و رسولہ و تعذروہ توقوروہ"

"یا ایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ"

"اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے"۔

"یا ایھا الذین امنو لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی"

"اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی سے"

"لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا"

"رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں سے ایک دوسرے کو پکارتا ہے"۔

حضرت عبداللہ بن عباس اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ کی قدر کرو اور آپؐ کی تعظیم کرو۔

مبرد نے اس کی تفسیر میں کہا: آپ کے مرتبے کو پہچانو اور آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔

روایت کی گئی ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی:

"بخدا اے اللہ کے رسول، میں اب ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ کے ساتھ ایسے کلام کروں گا جیسے ایک سرگوشی کرنے والا کرتا ہے اور حضرت عمرؓ جب بھی آپؐ سے گفتگو کرتے تو ایسے کرتے جیسے کوئی کانا پھوسی کرنے والا کرتا ہے"

حضرت عمرو بن العاص سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا:

ماکان احدا حب الی من رسول اللہ ولا اجل فی عینی منہ و ماکنت اطیق ان املأ عینی من اجلالہ ولو سئلت ان أصفہ ما اطقت لانی لم اکن أملاعینی منہ

Marfat.com

"جناب رسول اللہ سے زیادہ مجھے کوئی بھی محبوب نہ تھا اور نہ ہی میرے نظر میں آپ سے زیادہ کوئی معزز و مکرم تھا مگر اس کے باوجود آپ کی عزت و اکرام کے باعث میں نظر بھر کر آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اگر مجھ سے آپ کا سراپا بیان کرنے کو کہا جائے تو یہ بھی میری وسعت میں نہیں کیونکہ میں نظر بھر کر کبھی بھی آپ کو نہ دیکھ سکا"۔

ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار میں سے اپنے بعض صحابہ کے پاس تشریف لاتے تھے اور وہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ بھی موجود ہوتے۔ سوائے ابو بکرؓ اور عمرؓ کے کوئی بھی حضور ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ وہ دونوں آپ کی طرف دیکھتے رہتے اور آپؐ ان کی طرف دیکھتے۔ وہ دونوں آپ کو دیکھ کر تبسم کرتے اور آپ بھی ان کو دیکھ کر مسکراتے۔ ابو ابراہیم التجیبی کہتے ہیں (ہر مومن کے لیے واجب ہے کہ جب بھی وہ آپ ﷺ کا ذکر کرے یا اس کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ جھک جائے، عاجزی اختیار کرے، باوقار رہے، کسی قسم کی نقل و حرکت نہ کرے اور آپ ﷺ کی ہیبت اور عظمت ایسے اس پر طاری ہو جائے جیسے اگر وہ آپ کے سامنے موجود ہوتا تو اس پر طاری ہوتی۔

امیر المومنین ابو جعفر منصور نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حضرت امام مالک سے مناظرہ کیا۔ حضرت امام مالک نے اس سے فرمایا یا امیر المومنین ولا ترفع صوتك في هذا المسجد فان الله تعالیٰ ادب قوما فقال (لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي) (الحجرات)

(اے امیر المومنین اس مسجد میں اپنی آواز بلند مت کیجئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی سرزنش کی اور ان کو ادب سکھاتے ہوئے ان سے فرمایا (اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو) اور ایک قوم کی تعریف فرمائی اور ان کے بارے میں فرمایا (ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله) اور ایک قوم کی ملامت کی اور فرمایا ان الذين ينا دونك اور بے شک وفات کے بعد بھی آپ کی حرمت ایسے

Marfat.com

ہی ہے جیسے کہ آپ کی اس دنیا کی زندگی میں تھی۔ چنانچہ ابو جعفر یہ آیات سن کر جھک گیا۔ مصعب بن عبداللہ نے کہا کہ حضرت امام مالک کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور وہ جھک جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کی یہ حالت آپ کے ہمنشینوں پر بڑی گراں گزرتی۔ اس بارے میں ایک دن آپ سے پوچھا گیا۔ فرمایا:

جس چیز کو میں نے دیکھا ہے اگر تم نے دیکھا ہوتا تو تم جو میری ایسی حالت دیکھتے ہونا گوارنہ گزرتی۔

میں محمد بن المنکدر جو سید القراء تھے کو دیکھتا تھا کہ جب بھی ہم ان سے کوئی حدیث پوچھتے تو وہ رونے لگ جاتے۔ یہاں تک کہ ہمیں ان پر رحم آجاتا اور میں جعفر بن محمد کو دیکھتا تھا۔ وہ بہت زیادہ دعا کرنے والے اور مسکرانے والے تھے۔ جب بھی ان کے ہاں جناب نبی کریم ﷺ کا تذکرہ ہوتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا اور میں نے انہیں بغیر وضو کے کبھی بھی جناب نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتے نہیں دیکھا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا ذکر اور ان کی صفت آسمانی کتابوں میں درج ذیل طریقے سے آئی ہے۔

احمد نے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملا۔ میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ تورات میں آپ کی جو صفات مذکور ہیں مجھے بتائیے۔ انہوں نے کہا اچھا خدا تورات میں بھی آپ کی ویسی ہی صفات مذکور ہیں جیسی قرآن کریم میں۔

اے غیب کی خبر دینے والے ہم نے آپ کو گواہ، جنت کی خوشخبری دینے والا، جہنم کا ڈر سنانے والا، ان پڑھ لوگوں کی پناہ گاہ اور عرب کے امیوں کی حفاظت گاہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل (توکل کرنے والا) رکھا ہے۔ آپ سخت گیر، سخت دل، اور بازاروں میں شور و شغب کرنے والے نہیں۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ درگزر سے کام لیں گے اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان کو دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ وہ کج رو ملت کو راہ راست پر نہ لے آئیں۔ اور وہ یہ اقرار نہ کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو کھول دیں گے۔ بہرے کانوں اور بستہ دلوں کو (یعنی دھیان نہ دینے والے دلوں کو) واگزار کر دیں گے۔

امام بخاری نے بھی عبداللہ سے اور بیہقی نے ابن سلام سے بعینہ اسی طرح کی ایک حدیث روایت کی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے "حتی یقیم به الملة العوجاء" ابن اسحاق نے کعب الاحبار سے اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی ہے اور بیہقی نے حضرت عائشہ سے مختصراً بیان کی ہے۔ وہب بن منبہ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یوں وحی کی:

> اے داؤد (علیہ السلام) بے شک عنقریب تیرے بعد ایک نبی تشریف لائے گا۔ اس کے نام نامی احمد و محمد ہوں گے۔ صادق (سچ بولنے والا) ہو گا، سردار ہو گا۔ میں اس پر غصہ نہیں ہوں گا اور وہ کبھی بھی مجھے ناراض نہیں کرے گا۔ پیشتر اس کے وہ میری نافرمانی کرے میں نے اس کے پہلے گناہ اور پچھلے گناہ (بفرض محال) اگر ہوں بخش دیئے ہیں۔ اس کی امت پر رحم کیا گیا ہے۔ میں نے ان کو اتنے نوافل عطا کیے ہیں جتنے تمام انبیاء سابقین کو عطا کیے تھے اور ان پر اتنے فرائض فرض کیے ہیں جتنے تمام سابقہ انبیاء اور رسل علیہم السلام پر فرض کیے تھے۔ حتی کہ روز قیامت وہ میرے پاس آئیں گے اور ان کا نور انبیاء کے نور کی مثل ہو گا۔ یہاں تک کہ آخر میں فرمایا اے داؤد میں نے حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔

سعید بن ابی ھلال سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے کعب احبار سے کہا کہ مجھے حضرت محمد ﷺ اور انکی امت کے بارے میں کچھ بتایئے۔ انہوں نے کہا میں ان کا ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یوں پاتا ہوں: "بے شک احمد اور ان کی امت اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد و ثناء بیان کرنے والے ہوں گے۔ وہ ہر خیر اور شر کے موقع پر اللہ عزوجل کی حمد بجا لائیں گے۔ ہر اونچی جگہ پر اللہ کی بڑائی بیان کریں گے۔ (شرف: اونچی جگہ کو کہتے ہیں) اور ہر اترنے کی جگہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔ فضائے

Marfat.com

آسمانی میں ان کی پکار بلند ہو گی۔ (ذوی الصوت وہ آواز ہوتی ہے جو بلند نہ ہو) ان کی نماز میں ان کی ایسی بھنبھناہٹ ہو گی جیسے شہد کی مکھیوں کی چٹانوں پر ہوتی ہے۔ وہ نماز میں فرشتوں کی صفوں کی مانند صفیں باندھیں گے اور لڑائی میں بھی ان کی ایسی ہی صفیں ہوں گی جیسے نماز میں صفیں باندھتے ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں گے تو فرشتے ان کی امداد و حفاظت کے لیے تیز نیزے لے کر ان کے آگے پیچھے ہوں گے اور جب اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے صف میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ایسے سایہ فگن ہو گی اور ایسے ان کا احاطہ کیے ہوئے ہو گی جیسے گدھیں اپنے گھونسلوں پر اپنے پروں کو پھیلا دیتی ہیں اور وہ دشمنوں پر حملہ آور ہونے سے کبھی بھی گریز نہیں کریں گے۔ انہوں نے دوسری اسناد کے ساتھ کعب کے حوالے سے بھی اس قسم کی حدیث کی روایت کی ہے۔ اس حدیث کا مضمون یوں ہے:

اور آپ ﷺ کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہو گی۔ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لائیں گے اور ہر اونچی جگہ پر اللہ کی بڑائی بیان کریں گے۔ سورج پر نظر رکھنے والے ہوں گے (رعاۃ الشمس: سورج کے نگہبان یعنی اپنی نمازوں کے اوقات معین کرنے کے لیے سورج پر نظر رکھیں گے۔ وہ وقت پر پانچوں نمازیں پڑھیں گے خواہ انہیں کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر بھی کیوں نہ ادا کرنا پڑیں۔ وہ اپنے جسموں کے درمیانی حصوں پر ازار بند باندھیں گے۔ وضو کے وقت اپنے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں اور سر دھوئیں گے۔ انہوں نے دوسرے واسطوں سے بھی یہ حدیث کعب سے بڑی طوالت کے ساتھ روایت کی ہے۔

(العلامۃ محمد یوسف الکاندھلوی حیاۃ الصحابۃ، ۳۱۸، ۱ج)

اسی طرح یعقوب بن سفیان الفسوی الحافظ نے حضرت حسینؓ بن علی سے روایت کی انہوں نے فرمایا اپنے ماموں ہند ابی ہالۃ جو حضور ﷺ کا سب لوگوں سے بڑھ کر وصف بیان کرنے والے تھے سے جناب رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں پوچھا اور میں نے ان سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ وہ اس کے بارے مجھ سے قدرے بیان کریں تاکہ آپ کا کچھ تصور میرے ذہن میں آئے۔

انہوں نے میری گزارش پر آپ کا حلیہ یوں بیان کیا:

Marfat.com

جناب رسول اللہ ﷺ بڑے عالی قدر، انتہائی معزز اور بلند مرتبت شخصیت تھے۔ آپ کا رخ انور ایسے چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔ آپؐ درمیانہ قد والے آدمی سے ذرا لمبے تھے۔ (مربوع وہ ہوتا ہے جو دراز قد اور پس قد کے بالکل درمیان درمیان ہو) اور دراز قد اور کم گوشت والے سے ذرا چھوٹے تھے۔

آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا۔ (الھامتہ الراس یعنی سر) آپ کے بال مبارک نہ ہی بالکل چھلے دار یعنی گھنگھریالے اور نہ بالکل لٹکے ہوئے تھے۔ حافظ ابن حجر نے کہا بلکہ ایسے جن میں تھوڑا سا خم آجاتا جب کہ زلفیں بکھر تیں۔ (العقیصتہ بٹے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں۔ وجہ ان بالوں کے قبیل سے ہوتے ہیں جنہیں فغفور کہا جاتا ہے) العقص کا اصل اور بنیادی معنی مروڑنا اور بالوں کی اطراف کا ان کی جڑوں میں داخل کرنا ہے۔ اور میں کہتا ہوں (یعنی مصنف کتاب) صحیح عبارت یوں ہے۔

(ان انفرقت عقیقتہ) مگر جہاں تک کلمہ عقیقتہ کا تعلق ہے تو یہ لفظ عقیقہ کی تصحیف ہے اور جناب رسول کریم ﷺ کے بال بٹے ہوئے نہیں تھے۔ بلکہ آپ کے بالوں کے درمیان مانگ ہوتی تھی جیسا کہ کلمہ عقیقتہ سے ظاہر ہے اگر مانگ والا معنی مراد نہ ہو تو پھر اس کا اور کوئی معنی نہیں بنتا آپ ﷺ کے بال مبارک آپ کے دونوں کانوں کی نرم جگہ سے تجاوز کر جاتے تھے اور گھنے تھے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کے بال تجاوز اس وقت کرتے تھے جب آپ انہیں پھیلاتے تھے۔

آپ چمکتے دمکتے رنگ اور کشادہ پیشانی والے تھے۔ بھویں مبارک لمبی اور قوس کی مانند ٹیڑھی تھیں۔ (الزجج دونوں بھوؤں کا ٹیڑھا ہونا اور ان میں طوالت کا پایا جانا) مراد ہے۔ جیسا کہ قاموس میں آیا ہے یا جیسا کہ فائق میں آیا ہے کہ آپؐ کی بھویں باریک اور گھنی تھیں۔ (بہت گھنی تھیں مگر ملی ہوئی نہ تھیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھے جو غصہ کے وقت پھول جایا کرتی تھی۔ یعنی غصہ کی وجہ سے اس میں خون بھر جاتا تھا۔ (در۔ یدر ادرار سے ہے) أقنی آپ کی بینی مبارک لمبی تھی۔ (القنا کا معنی ہے ناک کی لمبائی اور اس کی چونچ کی باریکی اور درمیان میں کجی۔ العرنین ناک کے سخت حصے یا تمام ناک کو کہتے ہیں یا جو حصہ دونوں پلکوں کے اکٹھے ہونے کی جگہ کے نیچے ہوتا ہے اور وہ ناک کا پہلا حصہ ہوتا ہے جہاں سے انسان سونگھتا ہے اس کی جمع

Marfat.com

عرانین آتی ہے۔ آپ کا ایک نور تھا جو ہر وقت آپ پر چھایا رہتا۔ جس شخص نے آپ کو غور سے نہ دیکھا ہو تا وہ یہ گمان کرتا تھا کہ آپ کی بینی مبارک کی ہڈی میں بلندی پائی جاتی ہے اور اس کا اوپر والا حصہ برابر ہے۔ آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ (كث اللحية داڑھی کا گھنا ہونا) آپ کی دونوں آنکھیں بہت زیادہ سیاہی مائل تھیں۔ آپ کے رخسار مبارک نرم اور ملائم تھے۔ آپ کا دہن مبارک کشادہ تھا۔ (ضليع الفم۔ بڑا کشادہ منہ والا) اور عرب منہ کی کشادگی کو بہ نگاہ پسندیدگی دیکھتے ہیں اور اس کے چھوٹے پن کی مذمت کرتے ہیں۔ (اشب) آپ کے دانت مبارک پتلے اور بڑے چمکیلے تھے۔ (مفلج الاسنان) آپ کے اگلے دانتوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ (دقيق المسربة) گردن مبارک کے اگلے حصے کے نیچے سے لے کر ناف تک باریک بال تھے۔ یوں لگتا تھا کہ گویا آپ کی گردن مبارک کسی گڑیا کی گردن ہے جو سفید چھریا ہاتھی دانت سے بنائی گئی ہے، جس میں چاندی کی سی صفائی اور چمک پائی جاتی ہے (معتدل الخلق) جسمانی ساخت کے لحاظ سے آپ کا جسم مبارک معتدل تھا۔ بادنا آپ میں موٹاپا پایا جاتا تھا مگر یہ مٹاپا حد اعتدال میں تھا۔ (متماسکا) (التماسک ضد الاسترخاء) یعنی آپ کا جسم مبارک بڑا مضبوط تھا اور اعضاء جسمانی ایک دوسرے سے خوب پیوست تھے۔ (سواء البطن والصدر) ان میں ڈھیلا پن نہیں تھا۔ پیٹ اور سینہ ہموار تھا۔ (عريض الصدر بعيد مابين المنكبين) آپ چوڑے سینہ والے تھے۔ دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ (ضخم الكراديس) (اى رؤس العظام) ہڈیوں کے جوڑ بڑے اور بھاری بھرکم تھے۔ انور المتجرد (اى الاعضاء التى تجردت عن الشعر فيها) آپ کے وہ اعضاء مبارک جو بالوں سے خالی تھے وہ چمکتے تھے۔ (موصول مابين اللبة والسرة شعر يجرى كالخط) یعنی گردن کا اگلا حصہ اور ناف کا ایک بال جو خط کی مانند کھنچا ہوا تھا کے ذریعے ملتے تھے۔

(عارى الثدين والبطن مما سوى ذالك) آپ کے دونوں پستان مبارک اور پیٹ بالوں سے خالی تھے۔ (اشعر الذرعين والمنكبين واعالى الصدر طويل الزندين) آپ کے دونوں بازوؤں، دونوں شانوں اور سینہ مبارک کے اوپر والے حصوں پر گھنے بال تھے۔ کلائیاں لمبی تھیں (رحب الراحة) ہتھیلیاں چوڑی تھیں۔ (سبط القصب) اى مستقيم العظام الفارغة الجوف) ہڈیاں مبارک سیدھی تھیں۔ ان کا

Marfat.com

اندرونی حصہ خالی تھا۔ شثن (ای غلیظ الاصابع والراحته الکفین والقد مین) یعنی آپ کی دونوں ہتھیلیوں اور قدموں کی انگلیوں میں سختی وصلابت پائی جاتی تھی اور موٹی بھی تھیں۔ (سائل الاطراف) ای طویلها مع اعتدال واستقامه یعنی آپ کی دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں میں طوالت پائی جاتی تھی مگر ان میں اعتدال واستقامت تھی۔ (خمصان الا خمصین الا خمص من القدم الموضع الذی لا یلصق بالا رض منهاعند الوطء والجمصان: المبالغ فیه ای ان ذلك شدید التجافی عن الارض.)

الاخمص قدم کی اس جگہ کو کہتے ہیں جو پیر رکھتے وقت زمین کو نہیں چھوتی۔ الخمصان اس میں مبالغہ کے لیے ہے۔ یعنی جو زمین سے اوپر اٹھی رہتی تھی۔ اس سے مراد تلوے ہیں۔ مسیح القدمین (ای املسما لیس فیها تکسر ولا شقاق ینسوعنهما الماء اذ ازال زال قلعا (ای رفع رجله عن الارض رفا بائنا بقوة لا کمن یمشی اختیالا ویقارب خطاه تبخترا) آپ ملائم قدموں والے تھے ان میں کوئی ٹوٹ پھوٹ اور جھریاں نہیں پائی جاتی تھیں۔ آپ کے دونوں قدموں سے پانی نکلتا معلوم ہوتا تھا۔ آپؐ کی چال کا انداز یہ تھا کہ جب آپ چلتے تو پاؤں کو زمین سے اچھی طرح اٹھاتے مگر اس شخص کی طرح نہیں جو فخریہ انداز سے چلتا ہو اپنے قدموں کو ملاتا ہو اور انہیں قریب قریب رکھتا ہو (یخطو تکفئا (یتجه الی الامام) ویمشی هونا) جب آپ چلتے تو آگے کی طرف تھوڑے سے جھکے ہوئے معلوم ہوتے۔ ذریع ای سریع الهشیته اذا مشی کانما یخط من صبب ای موضع منحدر) دھیمے انداز میں چلتے یعنی جب چلتے تو تیز رفتار ہوتے۔ یوں لگتا کہ گویا کسی ڈھلوان سے نیچے اتر رہے ہیں (صبب ڈھلوانی جگہ کو کہتے ہیں) (واذا التفت التفت جمیعا) دوسری طرف دیکھنے لگتے تو پوری طرح دیکھتے۔ (خافض الطرف) آپ پست نظر تھے آسمان کی طرف آپ کی نگاہ بہ نسبت زمین کے زیادہ دیر تک رہتی اور تمام تر نظر مشاہدہ کے لیے ہوتی۔

(یسوق اصحابہ) یعنی صحابہ کرام کے پیچھے چلتے اور ان سے فرماتے (خلو ظهری للملائکة ای ان الملائکة تحرسه) فرشتوں کے لیے میری پشت خالی

Marfat.com

کرو۔ یہ اس لیے کہ چونکہ فرشتے آپ کی حفاظت کے لیے آپ کی پشت کے پیچھے رہا کرتے تھے۔ (ویبدأ من لقیه بالسلام) جس سے ملتے سلام میں پہل کرتے۔ پھر حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں سے مطالبہ کیا کہ مجھ سے جناب رسول اللہ کے انداز گفتگو کے بارے میں کچھ بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا (کان رسول اللہ ﷺ متواصل الاحزان دائم الفکرة لیست له راحته لا یتکلم فی غیر حاجته طویل السکون یفتح الکلام ویختمه باشداقه جمع شدق ای جوانب انعم) جناب رسول اللہ ﷺ متواتر مغموم رہتے اور ہمیشہ سوچتے رہتے تھے۔ آپ کو آرام میسر نہیں تھا۔ بغیر ضرورت کے کلام نہیں فرماتے تھے۔ بہت دیر خاموش رہنے والے تھے۔ آپ کلام شروع کرتے وقت یا ختم کرتے وقت دونوں صورتوں میں جوانب دہن کو کام میں لاتے (یعنی منہ بھر کر بات کیا کرتے) (یتکلم بجوامع الکلم کلامه فصل) (یتکلم بکلام مفصول عن بعضه البعض لوعده العاد لاحصاه) آپ کا کلام جامع کلمات پر مشتمل ہوتا تھا۔ ایسی کلام فرماتے جس کا ہر ہر حصہ اور ہر ہر لفظ ایک دوسرے سے جدا ہوتا تھا۔ حتی کہ اگر کوئی گنتی کرنے والا آپ کے کلام کے الفاظ کو گننا چاہتا تو با آسانی گن سکتا تھا۔ (لا فضول لا یزید عن الحاجة ولا یقصر عنها ولا تقصیر) نہ ہی ضرورت سے زیادہ کلام فرماتے اور نہ ہی اپنی حاجت کو پیش کرنے میں آپ سے تقصیر سرزد ہوتی۔ (دمث) ارادبه انه کان لین الخلق فی سهولته واصله من الدمث وهوالارض السهلة الرخوة) اس سے یہ مراد ہے کہ نرمی طبیعت کی وجہ سے آپ بہت نرم اخلاق والے تھے۔ دمث کی اصل دمث ہے۔ اس کا معنی ہے استوار اور نرم زمین۔ (لیس بالجافی و لا المهین یعظم النعمة وان دقت لا یذم منها شنیا و لا یمدحه) آپ ﷺ نہ ہی بہت سخت مزاج اور نہ ہی بالکل عاجز تھے۔ آپ نعمت خواہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہوتی اس کی بڑی قدر فرماتے اور اس کی ذرا بھر بھی مذمت نہ فرماتے اور نہ ہی اس کی بے جا مدح کرتے (ولا یقوم لغضبه اذا تعرض للحق شئی حتی ینتصرله وفی روایته لا تغضبه الدنیا وما کان لها فاذا تعرض للحق لم یعرفه احدو لم یقم لغضبه شئی حتی ینتصرله لا یغضب لنفسه ولا ینتصرلها.)

Marfat.com

حق کو نشانہ بنایا جاتا تو آپ کے غصے کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ یہاں تک کے آپ اس کا بدلہ نہ لے لیتے۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ دنیا و مافیہا آپ کو غصہ میں نہیں لا سکتے تھے مگر جب حق کو نشانہ بنایا جاتا تو آپ اتنے بدل جاتے کہ آپ کو کوئی پہچان بھی نہیں پاتا تھا اور آپ کے غصے کے آگے اس وقت تک کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی جب تک آپ اس کا بدلہ نہ چکا لیتے آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے غضبناک نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی اس کے لیے بدلہ لیتے۔ جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے۔ جب کبھی متعجب ہوتے تو اپنے ہاتھ کو الٹ دیتے۔ جب گفتگو فرماتے تو ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی سے ملاتے۔ اپنی دائیں ہتھیلی سے بائیں انگوٹھے کے اندر والے حصہ کو مارتے۔ جب غصہ میں آتے تو منہ پھیر لیتے اور اعراض میں مبالغہ فرماتے۔ جب خوش ہوتے تو اپنی نظریں جھکا لیتے۔ آپ کی اکثر ہنسی تبسم تھا۔ جب ہنستے تو آپ کے دانت ایسے چمکتے کہ گویا بادلوں سے اولے گر رہے ہوں۔ حسنؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو حسین بن علی رضی اللہ عنہما (ایسے ہی اصل نسخے میں ہے اور غالباً یہ حسن بن علیؓ ہیں) سے کچھ عرصہ چھپایا۔ پھر میں نے ان سے بیان کر دیا مگر میں نے یہ دیکھا کہ وہ اس معاملے میں مجھ سے سبقت لے گئے ہیں۔ انہوں نے بھی ھند بن ابی ہالہ سے وہی کچھ پوچھا جو میں نے ان سے پوچھا تھا اور مجھے ان کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے حضور ﷺ کے اپنے گھر میں داخل ہونے، گھر سے نکلنے، آپ کے بیٹھنے اور آپ کی شکل و صورت کے بارے میں اپنے باپ سے پوچھا تھا اور اس میں سے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی تھی۔

حضرت حسینؓ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے گھر میں داخل ہونے کے بارے میں اپنے باپ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی ذات کے لیے اپنے گھر میں داخل ہونے کے سلسلے میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن دیا گیا تھا۔ جب کبھی آپ اپنے گھر تشریف لے جاتے تو اپنے اس دخول اور خلوت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے وقف ہوتا، ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے اور ایک حصہ اپنی ذات کے لیے۔ پھر مزید آپ اپنے حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے۔ عام و خاص کو شرف باریابی بخشتے اور ان سے کچھ بچا کے نہ

Marfat.com

رکھتے۔ امت والے حصہ میں آپ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ اہل فضل کو دین میں ان کی فضیلت کے مطابق اپنے اذن اور تقسیم (باری) کے لحاظ سے ترجیح دیتے۔ ان لوگوں میں کوئی ایک حاجت والا ہوتا، کسی کی دو حاجتیں ہوتیں۔ کسی کی بہت ساری حاجات ہوتیں۔ آپ ان سب کے ساتھ مصروف رہتے اور ان کے حالات پوچھ کر اور انہیں اس بات کی خبر دے کر جو ان کے لیے ضروری ہوتی ان کو اس بات میں مصروف کیے رکھتے جس میں ان کی اور ساری امت کی مصلحت ہوتی اور آپ ان سے فرماتے تھے لیبلغ الشاهد الغائب وابلغونی حاجة من لا یستطیع ابلاغی حاجته فانه من ابلغ سلطانا حاجته من لا یستطیع ابلاغها اياه ثبت الله قدمیه یوم القیامة لا یذکر عنده الا ذلك ولا یقبل من احد غیره یدخلون علیه روادا ولا یفترقون الا عن ذواق و یخرجون ادلة یعنی علی الخیر (جو یہاں حاضر ہے اسے چاہیے کہ وہ غائب کو پہنچادے اور مجھ تک اس شخص کی حاجت پہنچادو جو اپنی حاجت پہنچانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ جو شخص اس شخص کی حاجت کو بادشاہ تک پہنچاتا ہے جو خود اس کے پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کے دن اسے ثابت قدم رکھیں گے اور آپ ﷺ کی مجلس میں صرف اور صرف لوگوں کی حاجات کے بارے میں گفتگو ہوا کرتی تھی اور آپ کسی سے بھی یہ گوارا نہیں فرماتے تھے کہ وہ اس دوران کوئی اور بات کرے۔ لوگ جب ان کے حضور باریابی کا ارادہ کرتے تو وہ ان میں سے ایک نمائندہ بنا کر اس کی قیادت میں آپ کے ہاں داخل ہوتے اور وہاں سے اس وقت نکلتے جب پوری طرح مطمئن ہو جاتے اور ہادی بن کر نکلتے۔

انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے حضور ﷺ کے گھر سے باہر نکلنے کے بارے میں پوچھا۔ یعنی جب آپ گھر سے باہر تشریف فرما ہوتے تو اس وقت کیا کیفیت ہوتی؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ بیرون خانہ مجلس میں اپنی زبان کو بچا کے رکھتے (یعنی گفتگو سے اجتناب فرماتے) صرف وہی بات کرتے جو آپ کے مطلب کی ہوتی۔ آپ لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیتے تھے، انہوں متنفر نہیں کرتے تھے۔ ہر قوم کے سردار کا اکرام فرماتے اور اسے ہی ان پر حاکم مقرر فرماتے۔ لوگوں کو ڈراتے اور ان سے محتاط رہتے۔ مگر ایسے انداز میں نہیں کہ انہیں

Marfat.com

بالکل اپنے چہرے کی بشاشت اور اپنے اخلاق سے محروم کر دیں۔ آپ اپنے ساتھیوں کی چھان بین اور احوال پرسی کرتے۔ جن لوگوں کے جو حالات ہوتے انہیں کے بارے میں ان سے پوچھتے۔ اچھے اور خوبصورت کام اور بات کو اچھا اور خوبصورت کہتے۔ قبیح کو قبیح بتاتے۔ اس سے منع کر کے اس کی مذمت کرتے۔ آپ معاملہ میں اعتدال سے کام لیتے۔ اس میں اختلاف نہ کرتے اور اس خوف کے پیش نظر اس سے غافل نہ ہوتے کہ کہیں وہ لوگ بھی غافل نہ ہو جائیں اور اس سے روگردانی اختیار کر لیں۔ ہر حالت کا سامنا کرنے کی آپ کے اندر استعداد تھی۔ نفاذ حق میں کمی نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی اس سے چشم پوشی فرماتے۔ وہ جنہیں لوگوں میں سے آپ کا قرب حاصل تھا آپ کے نزدیک ان میں سے بہتر اور فضل وہ تھے جن کی خیر خواہی عام ہوتی اور مرتبے کے لحاظ سے آپ کے نزدیک بڑے وہ تھے جو لوگوں کی ہمدردی اور ان کی معاونت کے لحاظ سے بہتر تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس کے بارے میں ان سے پوچھا کہ وہ کیسے تھی۔ اور اس کی کیا کیفیت تھی؟ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ مختلف جگہیں بطور اپنی نشست گاہ کے استعمال فرماتے۔ اور "ایطان" یعنی مسجد یا کسی جگہ میں ہر شخص کے ایک معین نشست گاہ اپنے لیے مخصوص کر لینے سے روکتے تھے۔ جب آپ ﷺ کسی قوم کے پاس جاتے تو جہاں بھی مجلس میں آپ کو جگہ مل جاتی وہیں بیٹھ جاتے اور ایسا ہی کرنے کا حکم دیا کرتے۔ اپنے ہر ہمنشین کو مجلس میں اس کا حصہ اسے عطا فرماتے۔ آپ کا کوئی ہمنشین بھی یہ خیال نہیں کرتا تھا کہ آپ کے نزدیک اس کا کوئی دوسرا ساتھی اس سے افضل ہے۔ کسی اہم اور روک رکھنے والی ضرورت کے پیش نظر جب کسی کے پاس بیٹھتے یا کھڑے ہوتے تو اس کے ساتھ اس وقت تک بیٹھے یا کھڑے رہتے جب تک وہ آپ کے ہاں سے چلا نہ جاتا۔

جو شخص بھی اپنی کسی حاجت کے بارے میں آپ سے سوال کرتا آپ اس کی حاجت پوری کیے بغیر اسے نہ لوٹاتے ورنہ نرم انداز میں اسے اچھی بات کہہ کر اسے رخصت کر دیتے۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے کشادگی اور خلق کی اتنی وسعت پائی کہ وہ آپ کو اپنا باپ سمجھنے لگے اور وہ سب آپ کے ہاں حقوق کے لحاظ سے برابر برابر تھے۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی مجلس حلم وحیا اور صبر وامانت کی مجلس تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہیں کی جاتی تھیں اور نہ ہی اس میں عزتوں پر عیب لگائے جاتے اور نہ ہی اس کی لغزشوں اور خامیوں کی اشاعت کی جاتی تھی۔ "فلتات" سے مراد وہ خامیاں اور زیادتیاں ہیں جن کا ارتکاب اس مجلس میں ممکن تھا۔ مگر یہاں تو بذات خود "فلتات" یعنی زیادتیوں کی نفی مراد ہے۔ ان کی اشاعت کے وصف کی نفی مراد نہیں یعنی آپ کسی کے عیب کے تذکرہ کو بھی روکتے تھے اور اس کی اشاعت کو بھی۔ آپ کے ہم نشین ایک دوسرے کے ساتھ عدل وانصاف کرنے والے تھے۔ وہ آپ کی مجلس میں محض تقوے کی بنیاد پر ایک دوسرے پر فضیلت لے جاتے تھے۔ وہ تواضع اختیار کرنے والے تھے وہ اس مجلس میں آپ سے بڑے کی عزت کرتے تھے اور چھوٹے پر رحم کھاتے تھے۔ صاحب حاجت اور ضرورت مند کو ترجیح دیتے تھے اور اجنبی کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ہمنشیوں کے مابین آپ کے طرز عمل کے بارے میں اپنے باپ سے پوچھا۔ فرمایا آپ ﷺ کے چہرہ انور پر ہمیشہ بشاشت چھائی رہتی۔ آپ نرم اخلاق والے، بردبار اور مہمان نواز تھے۔ آپ بد خلق، سخت، بہت چلانے والے۔ فحش گو، بہت عیب لگانے والے اور بہت زیادہ مذاق کرنے والے نہیں تھے۔ جس چیز کی خواہش نہ ہوتی اس سے بے نیازی اور تغافل برتتے۔ آپ کے ساتھ اپنی امید باندھنے والا آپ سے ناامید نہ کر دیا جاتا۔ اور اس امید میں اسے ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ تین چیزوں سے آپ دستبردار تھے۔ لڑائی جھگڑا، کثرت کلام اور اسی طرح دیگر کسی شخص کی مذمت نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی کو عار دلاتے۔ کسی کی عیب جوئی نہیں کرتے صرف اسی چیز میں گفتگو فرماتے جس میں ثواب کی امید رکھتے۔ جب گفتگو فرماتے تو آپ کے ہم نشین ایسے سر جھکائے بیٹھے رہتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

جب آپ کلام کرتے تو وہ ساکن وصامت رہتے اور جب آپ خاموش ہوتے تو اس وقت وہ بولتے۔ آپ کے ساتھی آپ کے ہاں آپس میں جھگڑتے نہیں تھے، یعنی لگاتار بولتے نہیں جاتے تھے۔ جیسا کہ شمائل میں ہے:

"ومن تکلم عندہ انصتوالہ حتی یفرغ حدیثھم عندہ

Marfat.com

حدیث اولهم ومعنی العبارة الاخیرة ای ان النبی ﷺ کان یستمع لمن حضر اولا ثم لمن ولیه وهکذا

آپ کے حضور جو کلام کرتا دوسرے لوگ اس کی بات سننے کے لیے خاموش رہتے یہاں تک کہ وہ اپنی بات سے فارغ ہو جاتا۔ آپ کے حضور جو پہلے آتا وہی پہلے گفتگو شروع کرتا۔

اس آخری عبارت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص پہلے آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا وہ پہلے بات کرتا پھر اس سے بعد آنے والا۔ جس بات سے آپ ﷺ کے صحابہ ہنستے آپ بھی اس سے ہنستے اور جس چیز سے وہ تعجب کرتے آپ بھی اس سے تعجب فرماتے۔ جب کوئی اجنبی آدمی آتا اور آپ کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آتا آپ اس پر صبر کا مظاہرہ کرتے۔ (البدایۃ والنہایۃ میں اسی طرح وارد ہوا ہے) اور کنز میں لیستجلبونہ کی بجائے لیستجلبو نہم کا لفظ آیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ لیستجلبو نہم ہی صحیح ہے۔ جیسا کہ کنز اور شمائل ترمذی میں آیا ہے اور آپ ﷺ فرماتے ہیں اذا رایتم صاحب حاجته فارفدوه (ای اعینوه وفی الکنز فارشدوه جب تم کسی ضرورت مند کو دیکھو تو اس کی مدد کرو اور کنز میں ہے اس کی رہبری کرو۔ اور آپ تعریف ہرگز قبول نہ فرماتے۔ مگر صرف اسی سے جو آپ کی طرف سے کسی مہربانی کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ایسا کر رہا ہوتا تھا اور آپ کسی گفتگو کرنے والے کی گفتگو قطع نہیں کرتے تھے۔ جب تک کہ دوران گفتگو وہ حق سے کنارہ کشی اختیار نہ کرتا۔ جب وہ ایسا کرتا تو اس وقت آپ اسے روک کر یا کھڑے ہو کر اس کو ٹوک دیتے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ آپ کی خاموشی کیسی تھی۔ فرمایا آپ کی خاموشی چار چیزوں پر مشتمل تھی۔ بردباری، ہوشیاری، صحیح اندازہ اور غور وفکر۔ جہاں تک آپ کے صحیح اندازہ اور جچی تلی رائے کا تعلق ہے تو اس کا راز تو آپ کا لوگوں کے مابین توجہ کے لحاظ سے مساوات قائم رکھنے اور ان کی باتیں بغور سننے میں پوشیدہ ہے اور جہاں تک آپ کی سوچ وچار اور غور وفکر کا تعلق ہے تو وہ ان چیزوں میں ہوتا تھا جو باقی رہنے والی ہیں اور فانی ہونے والی ہیں (یا جیسا کہ

Marfat.com

راوی نے کہا) حلم و صبر آپ کی ذات میں جمع ہو گئے تھے۔ کوئی چیز آپ کو غصہ میں نہیں لا سکتی تھی۔ اور نہ ہی برانگیختہ کر سکتی تھی۔ چار چیزوں میں سے بیدار مغزی اور ہوشیاری آپ کی ذات میں جمع کر دی گئی تھیں۔ آپ لوگوں کے لیے ہمیشہ اچھی چیز اختیار فرماتے۔ اس چیز کا بے حد اہتمام کرتے جس میں ان کی دنیا و آخرت کی بھلائی ہوتی یا پھر ان دونوں میں ان کے لیے موجب ضرور ہوتی۔ امام ترمذی نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مفصل طور پر اپنی شمائل میں نقل کی ہے۔ حضرت حسن نے فرمایا میں نے اپنے ماموں سے پوچھا انہوں نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اسی شمائل میں ان کے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے جو انہوں نے اپنے والد ماجد سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے۔ اس حدیث کو بیہقی نے "دلائل" میں حضرت حسن کی روایت سے حاکم سے ان کے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا۔ انہوں نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اسی طرح الحافظ ابن کثیر نے (البدایۃ) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ میں نے کہا اور اس حدیث کے اسناد حاکم اپنی "مستدرک" میں لائے ہیں۔ پھر کہا کہ انہوں نے مفصل طور پر اس حدیث کا ذکر کیا۔ "کنز العمال" میں ہے کہ رویانی، طبرانی اور ابن عساکر نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور بغوی نے بھی جیسا کہ "الاصابۃ" میں اور کنز میں ہے۔ اس حدیث کے سلسلے میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے بہر حال اس کے آخر میں یوں آیا ہے **وجمع له الحذ رفى اربع اخذه بالحسنى ليقتدى به وا. ترك القبيح ليتنا هى عنه و اجتهاده الراى فيما اصلح امته والقيام فيما جمع لهم الدنيا والا خرة هكذاذكره فى اللجمع عن الطبرانى** (العلامتہ محمد یوسف الکاندھلوی حیاۃ الصحابۃ ۱۳۱۸ ہجری)

درج ذیل چار چیزوں میں احتیاط پسندی اور بیدار مغزی آپ کے لیے جمع کر دی گئی تھیں۔ آپ کا اچھی بات کو اختیار کرنا تاکہ اس میں آپ کی پیروی کی جائے۔ اور برائی کو چھوڑنا تاکہ اس سے رکا جائے اور جو چیز آپ ﷺ کی امت کے لیے بہتر ہو اس کا اختیار فرمانا، اس میں رائے سے کام لینا اور اس چیز کو سر انجام دینا جس میں ان کی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہو۔ اس طرح انہوں نے "المجمع" میں طبرانی کی روایت سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

Marfat.com

ہم اللہ تعالیٰ کے رسول محمد بن عبداللہ (کامل شخص ہمیشہ کمال کی طرف دعوت دیا کرتا ہے) سے محبت کیسے نہ کریں۔ وہ تکمیل انسانیت اور ارتقائے بشریت کی اعلیٰ مثال اور بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے رب نے ان کی تربیت کی اور بہت عمدہ طریقہ سے کی اور آپ کو تمام لوگوں کی طرف خاتم النبیین بنا کر بھیجا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے :

یتلو علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ
(آل عمران ۶۴، القرآن الکریم)

ترجمہ : ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

بے شک ہماری اس دنیا نے زمانہ کے اندر رچی بسی طویل تاریخ میں کبھی بھی کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس میں بیک وقت وہ ساری صفات جمع ہو گئی ہوں جو حضرت محمد بن عبداللہ کے لیے جمع ہو گئی تھیں۔ آپ بچے تھے مگر دوسرے بچوں کی طرح نہیں ، لڑکے تھے مگر دوسرے لڑکوں کی طرح نہیں، جوان تھے مگر دوسرے جوانوں سے مختلف، نبی تھے مگر انبیاء سے نرالے۔ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کی وہ واحد اور منفرد صنعت اور بناوٹ تھے جس کی نظیر نہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو آپ کا خلق بنایا اور آپ کو دعوت حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ تاکہ انسانیت کو کمال کی طرف دعوت دیں۔ جب ہم عقل کا تذکرہ کریں تو ہم آپ کو عقلی لحاظ سے پختہ، کامل اور روشن عقل والا پاتے ہیں۔ آپ غور و فکر کرتے تھے، سوچ وچار میں کھو جاتے تھے اور آپ نے بہت پہلے سے اس حقیقت کبریٰ کی طرف راہ پالی تھی اور جس شرک کفر اور گمراہی کو آپ کی قوم نے اختیار کیا ہوا تھا آپ اس کو رد کر دیتے ہیں۔ آپ کسی بت کو سجدہ نہیں کرتے تھے، آپ ان کے ساتھ مل کر کسی بت کے لیے عید نہیں مناتے تھے۔ شراب نوشی کے قریب تک نہیں پھٹکتے تھے۔ جوا نہیں کھیلتے تھے اور اولاد قریش میں سے جو کچھ آپ کے ہمعصر کرتے، وہ آپ بالکل نہیں کرتے تھے۔ آپ سوچ بچار کے لیے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار فرماتے اور اس دنیا اور اس دنیا کے بنانے والے کی پوچھ گچھ اور چھان بین میں اپنے اوقات گزارتے تھے۔ یہ نوجوان قوت و فوقیت، عقل اور نقائص سے مبرا

دانائی کے جس درجہ پر فائز تھا قریش نے اس کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ ہمیشہ جب بھی ان کی مشکلات بڑھ جاتیں اور ان کا حل ناممکن ہو جاتا تو آپ سے مدد لیتے اور آپ کا دامن پکڑتے اور حقیقت وجود کی تلاش میں اپنے نفس سے مناقشہ و مجادلہ اور مذاکرہ کرتے اور ہم میں سے ہر ایک قصہ تحکیم سے خوب واقف ہے اور اسے یہ بھی پتہ ہے کہ جب کہ قبائل کے درمیان اختلاف کی خلیج وسیع ہو گئی، بعض نے اپنے خون کی نذر مان لی، اسے چاٹ بھی لیا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے تو کیسے قریش کے ہر قبیلہ نے آپ کو ثالث چن لیا۔ یہ تو بعثت سے پہلے کی بات ہے مگر بعثت کے بعد دعوت کے معاملات کی تدبیر اور صحیح سمت کی طرف اس کا رخ موڑنے کے سلسلہ میں اس قوت عقل اور اس عظیم صلاحیتوں کا ظہور ہوا جو اس دعوت کی اشاعت، اس کی نشوونما اور اس کی راہ میں تمام رکاوٹوں اور محاذ آرائی کے سارے محاذوں پر حصول غلبہ کی ضامن بنیں۔ جو اس وقت ظہور پذیر ہوئے حالانکہ آپ ابھی اس دعوت کے اصولوں کی بنیاد رکھ ہی رہے تھے اور جن ستونوں پر یہ قائم تھی انہوں مستحکم بنا رہے تھے۔

(یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کا کلام ایک لڑی کے موتی ہیں جو یکے بعد دیگرے گر رہے ہوں)

جب کبھی ہم فصاحت، بلاغت اور شیریں کلام کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو فوراً ہی ہمیں ام معبد کا آپ کا وہ سراپا یاد آجاتا ہے جس میں وہ یوں گویا ہے "اذا صمت فعليه الوقار واذا تكلم سما و علا البهاء، حلوا لمنطق فصل لا نزرو لا هزر و كان منطقه خزرات نظم ينحدرون"

جب آپ خاموش ہوتے تو آپ پر وقار غالب رہتا اور جب گفتگو فرماتے تو آپ کی شان اور نمایاں ہو جاتی اور آپ مجلس پر چھا جاتے۔ حسن و بہا آپ کا احاطہ کر لیتے۔ آپ شیریں کلام تھے۔ جب گفتگو فرماتے تو آپ کی گفتگو کا ہر ہر حرف ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہوتا۔ آپ نہ تو قلیل الکلام تھے اور نہ ہی آپ کا کلام بیہودگی پر مبنی تھا۔ جب کلام کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا وہ ایک لڑی کے موتی ہیں جو یکے بعد دیگرے گر رہے ہیں۔ ہمیں جاحظ کا وہ وصف بھی یاد آرہا ہے جو یوں ہے:

Marfat.com

اکلام الذی قل عدد حروفه و کثر عدد معانیه و جل عن الصفته و تنزه عن التکلف استعمل المبسوط فی موضع البسط و المقصود فی موضع القصد، و هجر الغریب والوحش و رغب عن الھجین السوقی فلم ینطق الا عن میراث حکمته ولم یتکلم الا بکلام و صف بالعصمته وشعر بالتائیدو یسر بالتوفیق و ھذا الکلام کلام الذی القی اللہ تعالیٰ المحبۃ علیه و غشاہ بالقبول و جمع له بین المھابته و الحلاوۃوبین حسن الالھام وقلته عدد الکلام و ھو مع استغنائه عن اعادته و قلته حاجة السامع الی معاودته لم تسقط له کلمته ولا زلت له قدم ولا بارت لاحجتہ و لم تقم له خصم ولا افحمه خطیب بل یبداء الخطب الطوال با لکلام القصیر ولا یلتمس اسکات الخصم الا بمایعرفه الخصم ولا یحتج الا بالصدق ولا یطلب الفلج الا بالحق ولا یعجل ولا یھب ولا یحصر ثم لم یسمع بکلام قط اتم نفعا لا اصدق لفظا ولا اعدل وزنا ولا اجمل مذھبا ولا اکرم ولا احسن موقعا ولا اسھل مخرجا ولا افصح فی معناہ ولا ابین عن فحواہ من کلامه صلی اللہ علیه وسلم اللہ اکبر

”آپ کا کلام ایسا کلام ہے جس میں حروف کی تعداد کم ہے اور معانی کی تعداد زیادہ ہے۔ وصف سے ماورا ہے۔ تکلف سے منزہ و مبرا ہے۔ جہاں تفصیل کا موقع ہوتا آپ مفصل کلام فرماتے اور جہاں درمیانہ روی مقصود ہوتی آپ اپنے کلام میں اس کا پاس رکھتے۔ آپ نے اجنبی قلیل الاستعمال اور غیر مانوس کلام کو خیر باد کہہ دیا تھا اور سوقیانہ کلام سے روگردانی کر لی تھی۔ جب بھی گفتگو فرماتے تو ایسا حکیمانہ انداز ہوتا کہ گویا حکمت آپ کو ورثہ میں ملی

Marfat.com

ہے۔جب بھی کلام فرماتے تو ایسا کلام ہوتا جو وصف عصمت سے متصف و مزین ہوتا۔ (یعنی حفاظت الٰہی اسے حاصل ہوتی) آپ کو تائید ایزدی کا شعور رہتا اور ہمہ وقت توفیق الٰہی میسر رہتی"

اور یہ کلام وہ کلام ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے محبت کا پرتو ڈال دیا۔ اسے شرف قبولیت کے ساتھ ڈھانپ لیا اور اس کیلئے ہیبت اور حلاوت، حسن الھام اور قلت حروف کے مابین ایک رشتہ وربط پیدا کر دیا تھا اور باوجود اس کے کہ آپ کو اپنا کلام دہرانے سے استغناء حاصل تھا اور سامع کو بھی یہ کلام ایک دفعہ سن لینے کے بعد دوبارہ سننے کی حاجت نہ ہوتی۔ کبھی بھی کوئی کلمہ آپ کے کلام سے نہ چھوٹا اور آپ کے قدم کبھی نہ ڈگمگائے اور کسی کی حجت آپ کی حجت کا مقابلہ نہ کر سکی اور کبھی کوئی مدمقابل آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور نہ ہی کوئی خطیب کبھی آپ کو چپ کرا سکا بلکہ آپ بڑے بڑے خطبوں کا آغاز چھوٹے چھوٹے جملوں سے کرتے۔ آپ اپنے مدمقابل کو صرف اسی طریقہ اور انہیں دلائل سے خاموش کرانے کے طلبگار ہوتے جو وہ جانتا ہوتا۔ ہرگز دلیل نہ لاتے مگر سچائی کے ساتھ اور کامیابی صرف اور صرف حق کے ساتھ چاہتے۔ نہ تو جلدی کرتے نہ ہی بہت زیادہ بے فائدہ کلام کرتے اور نہ اس میں تنگی و کمی کرتے۔ کبھی بھی کوئی کلام آپ کے کلام سے زیادہ کامل نفع والا، سچے الفاظ والا، موزوں اور جچے تلے وزن والا، خوبصورت طریقے والا، عمدہ اور خوبصورت استعمال والا، آسان مخرج والا، فصیح معنی والا اور مقصود کلام کو کھول کر بیان کرنے والا نہیں سنا گیا۔ اللہ اکبر۔

یہ ہیں وہ جوہر اور وہ موتی جن کو حضرت محمد بن عبد اللہ نے اس دھرتی پر بکھیرا تاکہ وہ ان کی چمک دمک کے سامنے مبھوت ہو کر رہ جائے اور اس کے سامنے اس کی آنکھیں چندھیا جائیں۔ بے شک قاضی عیاض جیسا فصیح و بلیغ انسان اس سے متحیر رہ

Marfat.com

گیا جیسا کہ دیگر علمائے لغت اور عظیم اساتذہ نے اس کے آگے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے۔

جہاں تک فصاحت زبان اور بلاغت قول کا تعلق ہے تو بے شک اس میں آپ ﷺ ایسے افضل و اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز تھے جس میں ہوتے ہوئے سلامتی طبع، روانی و سلاست میں فوقیت، اختصار مقطع، وضاحت لفظ، عمدگی قول، صحت معانی اور قلت تکلف کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے اور انوکھی اور نرالی دانائی کی باتوں اور عربوں کی زبانوں کے علم کے ساتھ آپ کو خاص کیا گیا اور نوازا گیا۔ آپ ہر قوم کو اس کی زبان میں ہی خطاب فرماتے اور اس کی بولی میں ہی اس سے گفتگو فرماتے اور انہیں بلاغت و فصاحت سے عاری کر دینے میں ان سے مقابلہ کرتے۔

قاضی عیاض جناب رسول اللہ ﷺ کے روزمرہ کے کلام کا پیچھا کرتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ومنه مالا یوازی فصاحته ولا یباری بلاغته کقوله المسلمون تتکافا دمائوهم و یسعی بذمتهم ادناهم فصاحت وبلاغت میں کسی اور کا کلام آپ کے کلام کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے درج ذیل اقوال ہیں۔

مسلمان خون، دیت اور قصاص کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مساوی ہیں اور مسلمانوں کے لشکر میں سے ان کا ادنی ترین آدمی بھی جب دشمن کے لشکر میں سے کسی کو امان دے دے تو وہ سب کی طرف سے امان متصور ہو گی اور اس کی پابندی سب پر لازم ہو گی۔ "وهم يدعلى من سواهم" وہ اپنے سے علاوہ سب کے مقابلہ میں ایک قوت ہیں "الناس کاسنان المشط" تمام لوگ کنگھی کے دانوں کی طرح ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔ "لا خير فی صحبته من لا يری ما تری له" اس شخص کی صحبت میں کچھ بھلائی نہیں جو تیرے لیے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو تو اس کے لیے کرتا ہے۔ "الناس معادن" لوگوں کا اپنا اپنا جوہر ہے "ما هلك امرء عرف قدره" وہ شخص ہلاک نہیں ہو گا جس نے اپنی قدر پہچان لی۔ "المستشار موتمن" جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے پاس امانت رکھی گئی ہو۔ یعنی مشورہ لینے والے کے راز کی حفاظت اس پر واجب ہے۔ "رحم الله عبداقال خيرا فغنم

Marfat.com

اوسکت فسلم" اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے اچھی بات لی تو نفع پایا۔ اور اگر خاموش رہا تو نجات پا گیا۔

اور آپ ﷺ کا یہ قول مبارک "اسلم تسلم یوتك الله تعالیٰ اجرك مرتین" اسلام قبول کرے، سلامت رہے گا۔ اللہ تعالیٰ تجھے تیرا اجر دگنا عطا فرمائیں گے اور آپ ﷺ کا یہ قول "ان احبکم الی و اقربکم منی مجالس یوم القیامة احسنکم اخلاقا المؤطون اکنافا الذین یالفون" بے شک میرے نزدیک تم میں سے محبوب ترین اور مجالس قیامت کے لحاظ سے تم میں سے میرا قریب ترین وہ ہوگا جس کے اخلاق تم سب سے بہتر ہوں اور وہ نرم خو لوگ اور مہمان نواز جو لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور جاحظ کا یہ قول "ولعلة کان لا یتکلم بما لا یعینه ولا یبخل بما لا یغنیه" جو بات آپ کے مطلب کی نہ ہوتی آپ اس میں کلام نہ فرماتے اور جو آپ کو کفایت نہ کرتا آپ اس میں بخل سے کام نہ لیتے۔ اور آپ کا یہ قول "ذوالوجهین لا یکون عند الله وجیها" دو منہ والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعزت و صاحب وجاہت نہیں اور آپ ﷺ نے قیل و قیل، کثرت مال اور اس کے ضیاع اور جو چیز ادا کرنا لازم ہو اس کے روک رکھنے اور جو چیز تیری نہیں اسے طلب کرنے، ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا ہے اور آپ (علیہ ازکی الصلوۃ والسلام) کا یہ فرمان "اتق الله حیثما کنت واتبع السیئة الحسنة تمحها خالق الناس بخلق حسن" جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈر، برائی کے پیچھے نیکی کو لگا دے یعنی برائی کرنے کے بعد نیکی کر وہ اس کو ختم کر دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ۔

اور آپ ﷺ کا یہ قول "خیر الامور اوسطها" سب کاموں سے اچھے کام وہ ہیں جو اعتدال پر مبنی ہوں اور آپ ﷺ کا یہ قول "احبب حبیبك هونا ماعسی ان یکون بغیضك یوما ما" اپنے محبوب سے تدریجا اور دھیمے دھیمے محبت کر ہو سکتا ہے کسی دن وہی تیرا دشمن ثابت ہو اور آپ کا یہ قول "الظلم ظلمات یوم القیامة" ظلم قیامت کے دن کی اندھیریوں میں سے ایک اندھیری ہے اور آپ کی بعض دعاؤں میں سے آپ کی یہ دعا اللهم انی اسلك رحمة من عندك یهدی بها قلبی و

Marfat.com

تجمع بها امری و تلم بها شعسی و تصلح بها غائبی و ترفع بهاشاهدی و تزکی بها عملی و تلهمنی بها رشدی و ترد بها الفتی و تعصمی مها من کل سوء ......اللهم انی أسالك الفوز عندا لقضاء و نزل الشهداء وعیش السعداء والنصر علی الأعدا اے اللہ میں تیرے پاس سے ایسی رحمت مانگتا ہوں جس کے ذریعے تو میرے دل کو ہدایت دے میرے معاملہ کو اس کے ذریعے جمع کر دے۔ میری پراگندگی وانتشار کی شیرازہ بندی کر دے یعنی میری پریشان حالی کو خوشحالی میں بدل دے جس کے صدقے میرے باطن کی اصلاح کر دے اور میرے ظاہر کو بلندیوں سے ہمکنار کر دے اور میری ہدایت میرے دل میں ڈال دے، اور میری محبت کو قبول کر لے اور مجھے ہر برائی سے بچا۔ اے اللہ کریم فیصلے کے دن میں تجھ سے کامیابی اور شہداء کا سا مقام، ان جیسی ضیافت، نیک بختوں کی سی زندگی اور دشمنوں پر فتح چاہتا ہوں۔

اسی طرح ابوزہرۃ آپ کی بلاغیانہ خصوصیات سے متاثر اور متحیر ہوتے ہوئے آپ کے روزمرہ کلام کا پیچھا کرتے ہیں۔ یہ آپ کی ایسی خصوصیات ہیں جن کا سمجھنا صحیح عقول کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ بلکہ وہ انسانی عقلیں باوجود اس کے کہ ان خصوصیات میں عظمت معنی، گہرائی اور نفوس انسانی میں حد درجہ اثر و نفوذ پایا جاتا ہے بڑی آسانی اور معمولی محنت و مشقت سے ان کا ادراک کر لیتی ہیں۔ پھر خواص ان میں اس چیز کا علم پاتے تھے جس کو وہ نہیں جانتے تھے۔ اس کے بعد ابوزہرۃ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم ان اقوال کے محل استعمال پر غور و فکر کریں۔ لکھتے ہیں کہ امت مسلمہ کے اتحاد اور اس کے افراد کے مابین تعاون کے بارے آپ کے اس قول پر غور و فکر کیجئے "المؤمن للمومن کالبنیا ن یشد بعضه بعضا" وقولہ ﷺ "مثل المومنین فی توادھم و تراحمهم کمثل الجسد اذا اشتکی منه عضواً تداعی سائر الجسد بالسهر والحمی" "ایک مومن دوسرے مومن کے لیے اس عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت دیتا ہو اور آپ کے اس قول پر غور و فکر کیجئے "ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے پر رحم کرنے میں مومنین کی مثال اس جسم کی سی ہے جس کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو اس کی ہمنوائی میں سارے کا سارا جسم

Marfat.com

بیداری اور بخار کی تکلیف میں مبتلا ہو جائے گا اور ان معاہدات کے بارے میں آپ کے اس قول میں غور و فکر کیجئے جو لوگوں کے دل ایک دوسرے کے حق میں صاف نہ ہوتے ہوئے بھی کیے جاتے ہیں اور کینے سے پر ہوتے ہیں "هدنته علی دخن" صلح مبنی بر فساد۔ یہ ضرب المثل اس شخص کے بارے میں بیان کی جاتی ہے جس کی ظاہرا تو صلح ہے مگر دل میں ابھی تک دشمنی چھپائے ہوئے ہے۔

کام کی فضیلت کے بارے میں اس حیثیت سے کہ ایک انسان اپنے بوجھ خود اٹھاتا ہے اور دوسرے کا بوجھ اٹھانے کے لیے بھی تیار رہتا ہے اس سے مدد طلب نہیں کرتا۔ آپ ﷺ کے اس قول کو دیکھئے "الید العلیا خیر من الید السفلی" اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

اور ایسے معاملہ میں جس میں اختلاف نہیں کیا جاتا آپ کے اس قول میں نظر کیجئے "ولا ینتطح فیه عنزان" اس معاملہ میں دو مینڈھے ایک دوسرے کو سینگ نہیں مارتے) اس ضرب المثل کا مفہوم یہ ہے کہ اس مخصوص قضیۃ میں کوئی اختلاف یا جھگڑا نہیں پایا جاتا۔

اللہ تعالیٰ کی اس زمین میں اس کی طرف سے عطا کردہ بھلائیاں تقسیم ہونے کے سلسلے میں آپ اس قول میں تامل کیجئے "کل ارض بحصتها" ہر خطہ زمین کے لیے رزق میں سے حصہ مقدر ہے۔ "و کل ارض بسمائها" ہر ٹکڑہ زمین کے اوپر آسمان کا ٹکڑا ہے۔ یعنی ہر حصہ زمین میں اس کے باسیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی ضروریات کا سامان مہیا کر دیا ہے۔

ایک ہانکنے والا عورتوں کی سواریوں کو بڑی سختی کے ساتھ ہانک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ نرمی کرنے کے بارے میں جو اس سے فرمایا اس پر غور کیجئے۔ وہ یہ ہے:

(رویدك رفقاً بالقواریر آرام سے چلیے۔ شیشوں پر رحم کیجئے۔ اس سے پہلے قاضی عیاض اور دیگر تمام اساتذۂ لغت اور ناقدین نے جس حقیقت کا اعتراف کیا تھا ابو زہرۃ بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تراکیب اور تعبیرات عربی زبان میں نت نئی ہیں۔ کسی سبقت کرنے والے نے ان کی طرف سبقت نہیں کی۔ ان کا

Marfat.com

معنی واضح ہے، مقصد و مطلب نمایاں ہے۔ عام آدمی کے لیے ان کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں اور خواص کے کانوں پر بھی یہ بھاری نہیں (خاتم النبیین، الشیخ محمد ابو زہرۃ)

بعثت لا تمم مکارم الاخلاق

میں محض اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق کی اعلیٰ اور عمدہ خصوصیات کی تکمیل کروں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کامل محمد پیدا فرمایا اور اخلاق کی عمدہ باتوں کی تکمیل کے لیے آپ کو اعلیٰ نمونہ بنایا۔ آپ تمام لوگوں کے لیے بطور ہدیۃ دی گئی رحمت، ہدایت اور نور ہیں۔ آپ ان کو عدل، نیکی، رشتہ داروں کا حق ادا کرنے بردباری، تواضع، سخاوت، سچائی، امانتداری، کمزوروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے، معاف کر دینے، پاکیزگی، وعدہ پورا کرنے اور عہد کی پاسداری کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ ان کو ضبط نفس، غصہ پی جانے، سختی و درشتی سے باز رہنے، کینوں سے دل پاک کرنے، جاہلیت سے روگردانی کرنے اور جھگڑوں میں شدت اور بحث و جدال کو ترک کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نورانی چہرے والے، ہمیشہ ہشاش بشاش رہنے والے اور نرم خو تھے۔ آپ سخت مزاج اور درشت خو نہیں تھے۔ نہ ہی شور مچانے والے، نہ ہی فحش گو، نہ ہی بہت زیادہ عیب لگانے والے اور نہ ہی بہت زیادہ مذاق کرنے والے تھے۔ ہمیں رب تعالیٰ کے اس قول کو سننا چاہیے جو سورہ آل عمران میں وارد ہوا ہے۔

فما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الامر فاذا عزمت فتوكل على الله ان الله يحب المتوكلين (آل عمران ۱۵۹، القرآن الکریم)

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا پکا ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

Marfat.com

بے شک جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اخلاق سے لوگوں کی محبت جیت لی تھی اور اپنی عمدہ اور شریفانہ کارگزاریوں کے باعث ان کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا اور اپنے بدترین دشمنوں کو بھی اپنے مشفقانہ رویہ اور کریمانہ افعال سے کفر و طغیان کے اندھیروں سے ایمان کی کھلی فضاؤں اور اس کی وسعتوں کی طرف نکال لائے تھے۔

بلکہ انہیں تو داعی اسلام بنا ڈالا۔ چنانچہ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینك وبینه عدواة كانه ولی حمیم (۱)

"برائی کو بھلائی سے ٹال جھبی جب کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست"

غورث بن الحارث اچانک نبی کریمؐ کے پاس آن پہنچا۔ آپؐ دوپہر کے وقت ایک درخت کے نیچے محو خواب تھے اور دیگر تمام کے تمام لوگ بھی سو رہے تھے۔ جناب نبی کریمؐ کی آنکھ اس وقت کھلی جب تلوار غورث کے ہاتھ میں تنی ہوئی آپؐ کے سر مبارک پر لہرا رہی تھی اور وہ کہہ رہا تھا :

من یمعنك منی

"تجھے مجھ سے کون بچائے گا"

فقال اللہ آپؐ نے فرمایا "اللہ"

یہ سنتے ہی تلوار غورث کے ہاتھ سے گر پڑی اور وہ اسی جگہ جہاں کھڑا تھا خوف کے باعث سمٹ گیا۔ اب جناب رسول اللہؐ نے وہ تلوار اٹھائی اور فرمایا "اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا"۔ غورث نے کہا "اے عبداللہ جائے بدلہ لینے میں اچھے ہو" (یعنی تلوار مجھ پر نہ چلاؤ) یہ سن کر آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا اور اسے معاف کر دیا۔ چنانچہ غورث کا دل آپ سے متنفر اور دور ہونے کے بعد آپؐ کے قریب آگیا اور انکار کے بعد نرم پڑ گیا۔ پہلے وہ معاذ اللہ آپ کو دھوکہ سے قتل کرنا چاہتا تھا مگر اب آپ کا داعی بن گیا اور اپنی قوم کی طرف واپس گیا اور یہ کہہ رہا تھا :

جئتکم من عند خیر خلق اللہ

Marfat.com

"میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے بہتر کے ہاں سے
تمہارے پاس آیا ہوں"

سارے کے سارے لوگ جناب رسول اللہ کی نزدیک کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر تھے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل نہیں تھی۔ ماسوائے تقویٰ کے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام سب پر یکساں نافذ کیے جاتے تھے۔ آپ کے ہاں کسی قریبی یا کسی بڑی شخصیت کے لیے تنفید احکام کے ضمن میں کسی قسم کی کوئی خاص نوازش، رعایت، محبت یا جانبداری نہیں پائی جاتی تھی اور اس حقیقت پر دلالت کرنے والی چیز آپؐ کے اس دن کے طرز عمل سے بڑھ کر اور کوئی نہیں جس دن فاطمہ مخزومیہ نے چوری کی اور آپؐ نے اس پر حد سرقہ لاگو کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ حالانکہ اس کا مرتبہ اور اس کے قبیلے کا مرتبہ ان دنوں سب قبائل میں سر فہرست تھا۔ قریش پر یہ بات بڑی گراں تھی کہ جناب رسول اللہؐ اس کا ہاتھ کاٹ دیں۔ چنانچہ انہوں نے اسامتہ بن زید سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اس عورت کے لیے حضورؐ کی خدمت میں بطور سفارشی جائیں تاکہ اس پر چوری کی حد جاری نہ کی جائے۔ جب اسامہ نے اس بارے میں آپؐ سے عرض کی تو جناب رسول اللہؐ پر اس کا بڑا برا اثر پڑا۔ آپؐ نے اسے سخت ناپسند کیا اور اسامتہؓ سے فرمایا "کیا تو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرنے آیا ہے"۔ پھر آپؐ لوگوں کی طرف اٹھے اور انہیں یہ کہتے ہوئے خطبہ دیا:

"ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی ایک حد میں سفارش کرتے ہیں۔ بے شک تم سے پہلے لوگ محض اس لیے ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔ کہ جب ان کا کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے مگر جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے اور خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا"

چنانچہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو عملاً نافذ فرماتے ہیں:

Marfat.com

خذا العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين

"اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو"۔

اور اللہ جل وجلالہ کے اس قول کو عملی جامہ پہناتے ہیں:

ولا تستوی الحسنته ولا السیئته ادفع بالتی هی أحسن فاذالذی بینك و بینه عداوة كانه ولی حمیم

"اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی اے سننے والی برائی کو بھلائی سے ٹال جھبی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا گہرا دوست"

خاص طور پر آپؐ نے اپنے اس قول کریم کو فتح مکہ کے دن خوب عملی جامہ پہنایا اور اسے مکمل طور پر نافذ کیا جب کہ آپؐ نے ان لوگوں سے جنہوں نے طرح طرح کی آپؐ کو تکلیفیں دی تھیں اور آپؐ سے جنگ کی تھی یہ فرمایا:

اذهبوا فأنتم الطلقاء "جائیے آپ آزاد ہیں"

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"میں جناب رسول اللہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپؐ بڑی سخت اور کھردری قسم کی چادر زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں ایک بدو نے آلیا اور آپؐ کی چادر مبارک کو بڑی سختی کے ساتھ کھینچا۔ بعد ازاں جب میں نے جناب رسول اللہ کے کندھے مبارک کو دیکھا تو اس میں اس کے چادر کو زور سے کھینچنے کے سبب کناروں کے نشان پڑ گئے تھے۔ پھر اعرابی بولا اے محمد اللہ تعالیٰ کا مال جو آپؐ کے پاس ہے وہ مجھے عطا فرمانے کا حکم دیجئے۔ جناب رسول اللہ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور مسکرا دیے۔ پھر اس کو مال دینے کا حکم دیا"

کس قدر تکلیفیں آپؐ نے اٹھائیں اور راہ خدا میں کس قدر سختیاں جھیلیں اور کس قدر راہ اسلام میں طرح طرح کے بوجھ اٹھائے۔ ہاں اے اللہ تعالیٰ کے رسول اور

Marfat.com

اس کے حبیب! بے شک آپ کو مبتلائے عذاب کیا گیا۔ آپؐ نے اپنی قوم کی طرف سے مشقتیں اٹھائیں، سخت تکلیفیں جھیلیں مگر آپؐ نے صبر کیا اور ان کو برداشت کیا اور جس وقت جبریل ملک الموت کی معیت میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ان کی کارستانیوں کی سزا کے طور پر دونوں پہاڑ ان پر ڈال دیں تو آپؐ نے معاف کر دیا اور نرمی برتی اور فرمایا:

اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون

"اے اللہ میری قوم کو بخش دے بے شک وہ جاہل ہیں میری حیثیت کو نہیں سمجھتے ممکن ہے ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکلیں جو کلمہ توحید پڑھنے والے ہوں"

چنانچہ وہی کچھ ہوا جس کی آپؐ نے تمنا کی تھی اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابو عبیدہ جیسے لوگ ان سے پیدا ہوئے۔ یہ کسی عظمت ہے بے شک یہ اخلاق محمدیہ اور تربیت الھیہ کی عظمت ہے۔ انسانی کمال و تکمیل کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ کی عظمت ہے۔ یہ اس کی عظمت ہے جس کو اس کے رب نے ادب سکھایا اور بہت ہی اچھی طرح سکھایا ہے۔

یہ اس کل کا بعض ہے جس کی وجہ سے اے اللہ کے رسول لوگ آپؐ سے محبت کرتے ہیں، آپؐ پر فریفتہ ہیں۔ یہ وہی چیز ہے جس نے انہیں آپؐ کی محبت میں اونچے درجے پر پہنچا دیا اور آپؐ کی اور جو کچھ آپ لائے اس کی اطاعت میں فنا ہو جانے اور اس کو نافذ کرنے کے لیے اپنی جان تک کی بازی لگا دینے پر آمادہ کر دیا۔

اور ہم میں سے کون ہے جو اس انصاریہ عورت کو یاد نہیں رکھتا جس کے باپ بھائی، خاوند اور بیٹا جنگ احد میں شہید کر دیئے گئے۔ لوگوں نے جب اسے ان کی موت کی خبر پہنچائی تو اس نے کہا:

"جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ وہ خیریت ہیں اور الحمد للہ ایسے ہیں جیسے تو چاہتی ہے اس پر وہ کہنے لگی مجھے حضورؐ دکھایئے تاکہ میں ان کا رخ انور جی بھر کر دیکھ لوں پھر اے اللہ کے رسول جب اس نے آپ کو دیکھا تو آپ کو

Marfat.com

سلامت دیکھ کر مطمئن ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لائی اور کہنے لگی:

کل مصیبتہ بعدك جلل "تیرے بعد ہر مصیبت حقیر ہے"

اور زید بن الدثنہ قیدی کو کون یاد نہیں رکھتا جس کا صفوان نے پیچھا کیا تھا تا کہ اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے اسے قتل کر دے وہ حرم کعبہ کے اندر تھے۔

انہوں نے قتل کے ارادہ سے ان کو حرم کعبہ سے باہر نکالا۔ اس تماشہ کو دیکھنے کیلئے قریش کا ایک گروہ جمع ہوا۔ ان میں ابوسفیان بھی تھا جب وہ قتل کے لیے لائے گئے تو ابوسفیان نے ان سے کہا:

أنشدك الله يا زيد أتحب ان يكون محمد عندنا الان فی مكانك تضرب عنقه وإنك فی اهلك فقال و الله ماأحب أن محمدا الآن فی مكانه تصيبه شوكه توذيه وإنی جالس فی أهلی

"اے زید میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس وقت حضرت محمدؐ تیری جگہ میں ہوتے اور معاذ اللہ ان کی گردن ماردی جاتی اور تو اپنے گھر والوں میں ہوتا انہوں نے جواب دیا بخدا! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ حضرت محمدؐ اب اپنی جس جگہ میں ہیں انہیں وہاں کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر والوں میں آرام سے رہوں"

ابوسفیان یہ سن کر بہت متعجب ہوا اور کہا:

مارأيت أهدا يحب أحدا كحب أصحاب محمدٍ محمداً

"میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی دوسرے سے اتنی محبت کرتا ہو جتنی محبت حضرت محمدؐ کے ساتھی حضرت محمدؐ سے کرتے ہیں"

ہیبت جس میں تواضع و محبت نے لطافت پیدا کر دی تھی

جناب رسول اللہ کی ایسی ہیبت تھی کہ جب دشمنوں کے دلوں پر طاری ہوتی تو انہیں خوفزدہ کر دیتی اور ڈرا دیتی اور ان کے

Marfat.com

سارے منصوبوں اور تجویزوں مین شک اور خلل پیدا کر دیتی اور جب اسی ہیبت کا پر تو آپ کے اصحاب کے دلوں پر پڑتا تو تواضع اور حب کے رنگ میں انہیں رنگ دیتا۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے والوں میں سے ایک شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا اس پر کپکپی طاری ہو گئی اور دوران گفتگو لڑکھڑانے لگ گیا۔ جناب رسول اللہ اس کی طرف اٹھے اور آپ نے اس کو مطمئن کرتے ہوئے فرمایا:

وهون عليك فانى لست بملك انما انا ابن امراة من قريش كانت تاكل القديد

"معاملہ اپنے اوپر آسان بنائیے میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھے گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی" سبحان اللہ

تو وہ شخص آپ کی بات سن کر پر سکون اور مطمئن ہو گیا۔

"اے اللہ ہمیں آپ کا اچھے طریق سے اتباع کرنا سکھا اور آپ کی سچی محبت سکھا اور جو کچھ تو نے ہمیں سکھایا ہے اور ہم نے سیکھا ہے اس سے ہمیں بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرما ہمیں علم میں ترقی عطا کر اور اپنی وسیع رحمت کے ذریعے ہم پر رحم کر بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے"

Marfat.com

باب 9:

اس وقت اے عمر رضی اللہ عنہ

ان لوگوں کا شمار عقلمندوں میں سے ہے جو یہ رائے رکھتے ہیں کہ محبت رسول اللہ کا کمال ایمان کے ساتھ بلاواسطہ تعلق ہے۔ سنئے یہ ہیں رسول کریمؐ جو اپنی محبت اور اس کی حدود و مدارج کی وضاحت فرماتے ہوئے ہمیں آگاہ کرتے ہیں :

لا یومن احد کم حتی أکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین

آپؐ ہمیں سکھاتے ہیں کہ کیسے آپؐ کی محبت ہونی چاہیے اور یہ ہیں خلیفہ ثانی حق و سچ بولنے والے جو رسول اللہ سے عرض کرتے ہیں :

"اے اللہ تعالیٰ کے رسول آپ یقیناً مجھے ہر چیز سے بڑھ کر پیارے ہیں سوائے میری اپنی جان کے"

مگر آپ انہیں یہ جواب دیتے ہیں :

"نہیں قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہوں اس وقت تک تم کامل الایمان نہیں ہو سکتے۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کی یارسول اللہ! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں تو رسول اللہ نے فرمایا "اب اے عمرؓ (آپ اس درجہ پر پہنچے ہیں جو کمال ایمان کا درجہ ہے اور اب آپ کی محبت کامل محبت

Marfat.com

کہلانے کی مستحق ہے"

غار کے ساتھی اور چند دیگر جان نثاران رسول ﷺ :۔

اور یہ ہیں ابوبکر صدیقؓ دو میں سے دوسرے۔ مکہ میں آپ لوگوں کو خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ آپ انہیں اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ کفار نے ان کی چادر سے پکڑ کر انہیں گھسیٹا اور اسقدر مارا پیٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ جب قدرے افاقہ ہوا تو فرمایا مجھے حضرت محمدؐ دکھایئے جب ان کی والدہ انہیں دار ارقم میں لے آئیں تو بولے :

زال عنی کل ماا جد برو یتك یا رسول الله

"اے اللہ کے رسول آپ کا دیدار کر لینے کے بعد ہر تکلیف جو میں محسوس کر رہا تھا مجھ سے دور ہو گئی"

اے رسول اللہ کے خلیفہ اللہ تجھ سے راضی ہو آپ یہ سب تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اور طرح طرح کی مشقتیں جھیلتے ہیں مگر آپ کو کچھ فکر لاحق نہیں ہوتی اور یہ مشقتیں آپ کو مضطرب نہیں کرتیں۔ اگر آپ کو فکر ہے تو محض سلامتی رسول کا فکر ہے اور آپ پریشان ہیں تو صرف اسی کے لیے اور جب آپ کا دل سلامتی رسول سے مطمئن ہو جاتا ہے تو بس صرف اسی وقت اور اسی کے واسطے سکون آپ کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔

آپ خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں اور آپ کے سارے دکھڑے اور مشقتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حب صادق کے مفہوم کی کتنی ہی پیاری اور دلکش تصویر ہے یہ وہ حب جس نے جناب رسول اللہ کی سلامتی اور آپ کی عافیت کو اپنی سلامتی و عافیت سے بھی زیادہ محبوب بنا دیا۔ بے شک آپ ﷺ اے ابوبکر تیرے اس نفس اور تیری اس روح سے جو تیری دو پسلیوں کے درمیان ہے تجھے زیادہ پیارے ہیں۔ اے میرے سردار تجھے مبارک ہو یہ ذاتی و شخصی رفعتیں تیرے لیے باعث صد مسرت ہوں، اور مبارک ہو آپ کے لیے یہ کارنامہ جسے پیش کر کے آپ ہمیں یہ سکھا رہے ہیں کہ رسول اللہ کی محبت کے لیے یہ کارنامہ جسے پیش کر کے آپ ہمیں یہ سکھا رہے ہیں کہ رسول اللہ کی محبت کیسی ہونی چاہیے۔ اس میں کچھ اچنبے پن کی بات نہیں۔

Marfat.com

آپ ہی تو وہ پہلی شخصیت ہیں جس نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی اور وہ بہتر ہستی ہیں جس نے آپ کی پشت پناہی کی اور ان سب سے سچے ہیں جنہوں نے آپ سے دوستی کادم بھرا اور آپ کی امت میں سے جو آپ کے جانشین بنے اور آپ کی سنت کو مضبوطی سے تھاما آپ ان سب سے زیادہ بہادر ہیں اور بے شک آپ کی خواہشات اور آپ کے سارے اعمال اس کے تابع تھے جو آپ لے کر آئے اور پھر اس میں کچھ انوکھا پن نہیں کہ لوگ اسی راستہ پر چلیں جس پر آپ چلے اور بعینہ اس طریقہ کار کو آپ کی محبت کے سلسلہ میں اپنائیں جو آپ نے اپنایا۔ یہ انصار کی ایک عورت ہے جس کا بھائی، باپ اور خاوند جنگ احد میں شہید کر دیئے گئے۔ وہ جناب رسول اللہ کی معیت میں جنگ کر رہے تھے۔ جب لوگوں نے اسے ان کی موت کی خبر سنائی تو اس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ کیونکہ سلامتی رسول ہی اس کی تمنا اور اس کا مقصود زندگی تھا، جو ہر چیز سے پہلے بلکہ اس سے بھی پیشتر کہ وہ ان سب کی مصیبت کے بارے میں سوچتی اسے مشغول کیے ہوئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں دیکھتے ہی وہ چلا اٹھی:

مافعل برسول اللہ

"رسول اللہ کے ساتھ کیا کیا گیا"

وہ جناب رسول اللہ اور آپ کی سلامتی کے بارے میں افسوس و اضطراب میں مبتلا تھی گر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ آپ بحمد للہ تیری خواہش کے مطابق بخیر و عافیت اور صحیح و سالم ہیں تو اسی وقت آناً فاناً یہ خبر سن کر باوجود اپنی مصیبت کی شدت اور اپنی تکلیف کی زیادتی کے مطمئن ہو جاتی ہے اور کہتی ہے خدارا مجھے ان کا دیدار کرائیے تاکہ میں ان کی طرف ایک نظر بھر کے دیکھ لوں۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو اپنا وہ مشہور کلمہ کہا جو ضرب المثل بن چکا ہے مرورِ ادوار تاریخ کے ساتھ ساتھ ایک جگمگاتا ہوا نور ہے جو اس انصاری عورت کے ایمان پر گواہ ہے اور وہ یہ ہے:

کل مصیبته بعدك جلل یا رسول اللہ

"یارسول اللہ تیرے ہوتے ہوئے ہر مصیبت حقیر ہے"

اس انصاری عورت کے ایمان کی یہ کتنی دلکش تصویر ہے جس نے جناب رسول اللہ کی محبت کی حدود اس کے مراتب و مدارج اور اس کے کمال کے بارے ہمیں

Marfat.com

ایک دور رس سبق دیا ہے۔ جب ہم اس انصاریہؓ کا قصہ پڑھ رہے ہوتے ہیں تو ہم آج بھی اُس محبت کے مراتب کو اور اس کی چاشنی کو محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔

یہ وہ سچی محبت تھی جس کی مہک مرور تاریخ کے ساتھ ساتھ دم بدم تازہ بہ تازہ اور نو بہ نو ہوتی جارہی ہے۔ اب سنئے زید بن الدثنہ کے بارے میں جس وقت انہیں مشرکین مکہ نے قتل کرنے کی غرض سے حرم شریف سے باہر نکالا تو ابو سفیان نے جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے ان سے کہنے لگے:

''اے زید کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ حضرت محمدؐ اس وقت ہمارے پاس ہوتے اور ہم معاذ اللہ ان کی گردن مار دیتے اور تو اپنے گھر والوں میں آرام سے ہوتا۔ زید نے جو جواب دیا وہ ابواب تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ وہ کچھ یوں تھا نہیں ہر گز نہیں بخدا میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضرت محمدؐ کو کانٹا چبھے اور وہ تکلیف میں ہوں اور میں اپنے گھر والوں میں آرام سے بیٹھا رہوں۔ یہ سن کر اس دن ابو سفیان بول اٹھا میں نے لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں دیکھا جو کسی سے اتنی محبت رکھتا ہو جتنی محبت اصحاب محمدؐ کو محمدؐ سے ہے۔

تفحیم میں سولی چڑھتے وقت بعینہ ایسا ہی قصہ، ایسے ہی ثابت قدمی اور ایسی ہی محبت حضرت حبیب کے بارے میں منقول ہے۔

اسی طریقہ سے صحابہ کرام جناب رسول اللہ کی مدافعت میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کیا کرتے اور آپ پر قربان ہونے کے لیے اپنی روحوں کا نذرانہ پیش کیا کرتے اور آپ کی خوشی اور آپ کی راحت کی خاطر ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے اور تکلیف کو آپ سے دور کرنے میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے۔

اور یہ غزیۃ ہیں جب کہ انہوں نے جناب رسول اللہ کو اپنے جسم کے ساتھ ڈھانپ لیا اور آپ کے اوپر لیٹ گئے وہ کسی جنگ میں آپ کا دفاع کر رہے تھے۔ تیر آپ کی پشت پر آکر لگتے تھے۔ وہ جناب رسول اللہ کے اوپر جھکے ہوئے تھے اور ابھی تک حضور

Marfat.com

کے سر مبارک کے اوپر ہی تھے کہ انہیں شہید کر دیا گیا۔

جنگ احد کے موقع پر حضرت طلحہؓ نے عرض کیا:

نحری دون نحرك یا رسول الله ﷺ

"یارسول اللہ آپ کے سینہ مبارک کے بدلے میرا سینہ حاضر ہے"

چنانچہ اسی دن ان کا ہاتھ شل ہو گیا۔ ابو دجانہ نے بھی ایسا ہی کہا تھا تو ان کے سینے میں ایک تیر آ کے لگا اور ایسے ہی حضرت قتادہ کی زبان سے نکلا تھا اور ان کی ایک آنکھ میں ایک تیر آ کے لگا۔ جناب رسول اللہ نے اسی وقت ان کی آنکھ کو درست فرما دیا۔ چنانچہ ان کی یہ آنکھ دوسری آنکھ کی بہ نسبت زیادہ خوبصورت ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه

"یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ اپنے کیے گئے عہد کو اچھی طرح نبھایا اور جناب رسول اللہ کی محبت میں سچے ثابت ہوئے۔ اپنے محبوب رسول کی سلامتی کے لیے بڑی فراخدلی کے ساتھ اپنے مال، اپنی اولاد اور اپنی جانیں نچھاور کر دیں"

یہ ان کی محبت کی صداقت اور ان کی وفا کی انتہا ہے۔ عقیدہ میں پختگی اور ثابت قدمی ہے۔

بلاشبہ انہوں نے ہمارے لیے محبت کی خوبصورت ترین تصویریں نقش کر دی ہیں۔ انہیں اس بات کا یقین کامل تھا کہ بے شک نبی کریم مومنین کی جانوں کی بہ نسبت بھی ان کے زیادہ قریب ہیں۔ (اللہ ان سب سے راضی ہو)

اور وہ اس بات پر بڑا حرص رکھتے تھے کہ ان کی ساری خواہشات اور ان کے تمام تصرفات محض اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر لبیک کہنے کے لیے ہوں:

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله

اور زمانہ صلح اور زمانہ امن میں بھی وہ حضرات آپ کے اتباع میں ایسے ہی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوششیں کیا کرتے تھے جیسے جنگوں میں آپ کی

Marfat.com

مدافعت میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی تمنا رکھتے تھے۔

اصحاب السیر نے ذکر کیا ہے کہ قریش نے جناب رسول اللہ کی خدمت میں ایک سفارت بھیجی۔ اس وقت آپؐ حدیبیہ میں مقیم تھے۔ ان کے سفیر نے جناب رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ وضو فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام جناب رسول اللہ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو اپنے جسموں پر مل رہے ہیں۔ جب وہ مکہ واپس آیا تو مکہ والوں سے یوں مخاطب ہوا:

"اے اہل مکہ حضرت محمدؐ کا خون کیسے بہایا جا سکتا ہے۔ ان کے اصحاب تو ان کے وضو کے قطروں کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے وہ ان کے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑ پڑتے ہیں جس کو اس پانی سے کچھ نہ ملے وہ اپنے ساتھ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرہ پر پھیر لیتا ہے۔

اور یہ حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔ اب ان کی سنیئے فرماتے ہیں:

كان رسول الله احب الينا من اموالنا واولا دنا و ابائنا وامهاتنا من الماء البارد على الظماء

"جناب رسول اللہ ہمیں اپنے مالوں، اپنی اولاد، اپنے باپوں، اپنی ماؤں اور سخت پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ پیارے تھے"۔

آپؐ پر اللہ کی طرف سے درود و سلام ہو۔ اے میرے سردار، اے اللہ کے رسول بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور آپ کو خلق عظیم پر پیدا فرمایا ہے اور مومنین کے ساتھ بہت نرمی کرنے والا اور رحم کرنے والا بنایا ہے۔

اسی حقیقت کو قرآن یوں بیان فرماتا ہے:

وانك لعلى خلق عظيم

"اس میں کچھ انوکھا پن نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو چن لیا ہے"

Marfat.com

وہ خود اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ اس نے تمام رسالتیں آپ پر ختم کر دیں اور آپ کو اس دن منصب شفاعت سے نوازے گا جس دن اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش نہیں کر سکے گا اور اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں پر محیط ہے (یعنی اس کا علم وسیع و لامتناہی ہے)

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا
صلوا علیہ وسلموا تسلیما

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر درود پڑھو اور خوب سلام کرو"

امام مسلم نے حضرت واثانہ بن الاسقع سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد سے کنانہ کو چن لیا اور کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنی ہاشم کو بنی ہاشم سے مجھے"

تب تو اس بات میں ذرا بھر بھی شک نہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت ہی تکمیل ایمان ہے اور یہ وہ محبت تھی جس نے ان صحابہ کرام اور جو ان کے راستہ پر چلے ان کے نزدیک اللہ کے دین کی خاطر اور نبی کریم سے مدافعت میں قربانی دینے کو اور اپنی جانیں نچھاور کرنے کو محبوب بنا دیا اور اسی قاعدہ کلیہ کے مطابق مسلمان کا ہر عمل بجز حب رسول کے ناقص رہتا ہے اور اس کا ایمان نامکمل ہوتا ہے۔

یہاں اس کی یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ایک مسلمان سے مطلوب ہے کہ اس کا ایمان اس کے دل اور اس کے جوارح میں کامل صورت میں موجود ہو۔ ناقص ہر گز نہ رہنے پائیں۔

لیکن ایسا ایک ہی دفعہ فوری طور پر نہیں ہو جاتا۔ ہمیشہ اس کی ابتداء قبول اسلام سے ہوتی ہے۔ جب کہ ایک فرد اپنی زبان اور اپنے وجود کو دین کے تابع بنا دیتا ہے اور اس کے اعضاء کلمہ توحید اور جو کچھ جناب رسول اللہ لے کر آئے اس کے مطیع ہو

Marfat.com

جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ایمان کا نمبر آتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ صحیح تربیت کا ہونا ضروری ہے اور یہی وہ صحیح تربیت ہے جو نوجوانوں کے دلوں میں حب رسول کو اجاگر کرتی ہے اور اس ایمان کامل کی طرف ان کی راہنمائی کرتی ہے جو محبت رسول پر قائم ہے۔ یہ وہ قرآن ہے جو ان اشخاص کو مد نظر رکھتے ہوئے مذکورہ بالا حقیقت کو واضح کرتا ہے جو پہلی دفعہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے اسلام تو قبول کر لیا تھا مگر تاحال ایمان ان کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قالت الأعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولكن قولو أسلمنا ولما يدخل الايمان فى قلوبكم (الحجرات: ۱۴)

"گنوار بولے ہم ایمان لائے۔ تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا"

بے شک کمال ایمان بجز آپ کی محبت اور بجز آپ کی تعظیم کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے متحقق نہیں ہوتا۔ یہ تعظیم وہ تعظیم ہے جس میں نہ تو شرک کی آمیزش ہوتی ہے اور نہ ہی آپ کی ذات شریفہ میں اعتقاد ربوبیت ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے:

"میری مدح میں اس طرح غلو نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کہا کہ وہ (معاذ اللہ) اللہ کے بیٹے ہیں اور وہ تین میں تیسرے ہیں۔ اور یہ بہتان اور شرک عظیم ہے۔ بے شک یہ ایک پاکیزہ اور عمدہ موقع ہے اس میں گھڑی بھر کے لیے ہم اپنے ایمانوں کو جناب رسول اللہ کی محبت اور آپ کی سیرت کی تلاوت اور آپ کے خصائص و خصائل سے آگاہی کے جذبہ و شوق سے بھر دیتے ہیں۔ خصوصاً اس وقت جب کہ آپ کا ماہ ولادت ہم پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔ یہ مہینہ ہے جس میں آپ کا نور اس کائنات میں جلوہ فگن ہوا اور اس نے ساری کائنات کو روشن و منور کر دیا"

اسے سعادتوں سے بہرہ ور کیا (سبحان اللہ) اسے کفر کی آندھیریوں سے

Marfat.com

اسلام کی روشنیوں کی طرف نکال لایا۔ کیا ہی خوب ہے یہ یاد؟ ہمیشہ ہمیشہ اور تابد الاباد مبارک ہو مسلمان کا آپ کا یہ سرمایہ محبت اور پھر یہ یاد اس مہینہ میں سبحان اللہ کیسا شرف عظیم ہے یہ؟ سوموار کے دن روزے رکھنے کے بارے میں ایک سائل کے سوال کے جواب میں حدیث میں یوں آتا ہے:

فقال رسول اللہ ھذا یوم ولدت فیہ وانزل علی فیہ

"یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن میں مجھ پر وحی نازل کی گئی"

اور اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں سکھاتے ہیں کہ نعمت والے دن (یعنی جس دن نعمت ملی ہو) نعمت کا یاد کرنا ایک امر مشروع ہے اور لائق ستائش فعل ہے۔ آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو اے میرے سردار، اے اللہ کے رسول۔

Marfat.com

باب :10

دو شہروں میں بڑا آدمی

بعض اوقات برائی اور غرور ایک متکبر انسان کے حقیقت کے مشاہدے کی راہ میں آڑے آجاتے ہیں اور حقیقت کا خواب اور الہام اس سے پردے میں رہتا ہے اور یہ فخر و غرور اسے اتباع حق سے باز رکھتے ہیں بلکہ بعض دفعہ اسے محض عناد و عداوت کی وجہ سے ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔ پس وہ نہ تو حق کو بطور حق دیکھنے پر قادر ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے پیروکاروں میں شمار ہوتا ہے۔ اسی سبب سے اس کے لیے بہتر دعا درج ذیل ہے اور اسی کا اسے ورد کرتے رہنا چاہیے۔

"اے اللہ ہمیں حق، حق کی صورت میں دکھا۔

اور اس کی پیروی نصیب کر اور باطل کو باطل کی صورت میں اور اس سے بچنے کی توفیق عطا کر"۔ انسان کی اس بڑائی، تکبر اور اونچی کھینچے کا قصہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ اس کی اپنی آفرینش کا دن۔ اس قصہ کی ابتدا اس دن سے ہوئی جس دن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو اس حکم کے بموجب:

سب فرشتوں نے سجدہ کیا ایک ایک کر کے حتیٰ کہ کوئی بھی باقی نہ رہا مگر ابلیس نے..... اس نے غرور کیا۔ اور وہ تو تھا ہی کافروں میں۔ فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ کیا تجھے غرور آگیا یا تو تھا ہی مغروروں میں بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے

Marfat.com

بنایااور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندھا ہو گیااور تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک۔ ابلیس نے اپنی اس غلطی کے حجم اور اس کے خطرے کو پہچان لیا تھا۔ چنانچہ اس کے بدلے اس نے اپنے دشمن حضرت انسان کو بہکانا شروع کر دیااور وہ اسے ہمیشہ ہمیشہ اٹھنے کے دن تک بہکاتا ہی رہے گا۔

چنانچہ اس نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ جل مجدہ کی قسم کھا کر کہا تھا:

فبعزتك لا غوينهم أجمعين الا عبادك منهم المخلصين

"بولا تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا مگر جو ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں"

اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے تکبر و غرور سے ڈرایا ہے اور فرمایا:

الكبرياء ردائی فمن تردی به قصمته (الحدیث القدسی)

"بڑائی میری چادر ہے جس نے اسے اوڑھا میں اس کی کمر توڑ دوں گا"۔

یہ ہیں وہ سرداران قریش جن کی دانائی، عقل اور قیادت فی الرائے (رائے دہی میں سبقت و امتیاز) کی گواہی سارے عرب نے دی تھی چاہیے تو یہ تھا کہ اس دین متین کی طرف وہی سبقت کرنے والے ہوتے مگر تکبر و غرور ان کے اور حقیقت کے مشاہدے کی راہ میں حائل ہو گیا۔ باوجود اس کے کہ انہیں آپ کے صدق اور آپ کی امانت کا یقین تھا مگر اس کے باوجود بھی انہوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ سے جنگیں کیں، گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی۔ ضلالت کو صراط مستقیم پر، برائی کو اچھائی پر اور حق کا انکار کیا۔ حالانکہ اس کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ وہ اپنے تکبر و غرور اور اپنی عداوت میں سرمست رہے۔ یہاں تک کہ اس نے ان کو ہلاکت کے گھاٹ پر لا کھڑا کیا۔ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اخلاقی، خاندانی اور نسبی حیثیت کو پہنچانتے تھے اور آپ کی ثابت قدمی کی عظمت سے بھی خوب واقف تھے اور اس بات کا بھی انہیں ادراک (شعور) تھا کہ قریش کا کوئی بھی آدمی نیکی، بزرگی اور شرافت میں آپ کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔

آپؐ حضرت ابراہیم کی اولاد، حضرت اسماعیل کی کھیتی اور مضر کا عنصر ہیں۔

Marfat.com

آپؐ کے گھر والے بیت اللہ کے محافظ اور اس کے حرم کے نگہبان تھے۔ مگر باوجود اس کے بڑائی اور فخر نے مشاہدہ حق سے انہیں اندھا کر دیا اور وہ اپنے بتوں پر آسن مارے بیٹھے رہے اور وہ چیز جو انہیں پریشان کرتی تھی اور جس میں انہیں تعجب تھا وہ صرف یہی تھی کہ نبوت شخصیت محمد علی صاحبہا السلام میں کیسے ظہور پذیر ہوئی؟ اور یہ کہ قرآن کریم دیگر بڑے لوگوں کو چھوڑ کر ان پر کیوں نازل کیا گیا۔ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ کاش یہ کسی بڑے آدمی پر نازل ہوا ہوتا اور ایسے ہی انہوں نے اس عظمت کو اپنے ہی اوزانوں اور اپنے ہی پیمانوں میں دیکھا اور ایسے ہی ان کے نفوس نے انہیں ورغلایا۔ جو حسد، تکبر، شوق بڑائی اور غرور سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگے :

(لولا نزل هذا القرآن على رجل من انقريتين عظيم)

یہقی نے سند کے ساتھ ابو اسحاق سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ابو جہل اور ابو سفیان کے پاس سے گزرے۔ وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل نے کہا اے بنی عبد شمس! کیا یہ ہیں تمہارے نبی؟ ابو سفیان بڑا متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم میں سے کوئی نبی ہو۔ نبی تو ان میں سے ہو گا جو ہم میں سے تعداد میں کم اور گھٹیا ہیں۔ ابو جہل بولا نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ایک عجیب بات یہ ہے کہ بوڑھوں کو چھوڑ کر ایک لڑکا نبی بنے۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کی باتیں سن رہے تھے۔ آپؐ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابو سفیان جہاں تک تیرا تعلق ہے تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر غضبناک نہیں ہوا۔ تو نے اصل (ذات) کی حمایت کی ہے اور جہاں تک تیرا تعلق ہے اے ابو الحکم خدا کی قسم تو تھوڑا ہنسے گا اور بہت روئے گا۔ اس نے کہا اے میرے بھتیجے یہ کتنا برا وعدہ ہے جو تم اپنی نبوت کے ذریعے میرے ساتھ کر رہے ہو"

اسی مضمون مذکورہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے :

واذا رواك ان يتخذ ونك الا هذوا اهذالذى بعث الله رسولا.

Marfat.com

"اور جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا کیا یہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے"

اور اکثر آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ مسجد میں صہیب، عمار، حباب، اور ابو فکیھتہ یسار مولیٰ صفوان بن امیۃ جیسے اپنے کمزور اور مسکین ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ ان کے متکبر نفوس اس بات پر یقین کرنے سے انکار کرتے تھے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے نواز کر ان پر احسان کر سکتا ہے۔ اسی سبب سے وہ اکثر یہ سوال کیا کرتے:

اھولاء من اللہ علیھم من بیننا

"کیا یہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہم میں سے"

اور ایسے ہی ان کے نفوس نے انہیں یہ بات کہنے پر اکسایا کیوں کہ ان کے معیارات کے مطابق رسالت و ہدایت نازل نہیں ہوا کرتی۔ مگر صرف اغنیاء اور عظماء پر اور اسی خیال باطل نے انہیں آپ کی تکذیب پر آمادہ کیا۔ حالانکہ وہ آپ کی سچائی کو جانتے تھے اور اس کے معترف تھے۔ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کی ہے۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا:

"جب قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت وأنذر عشيرتك الاقربين" نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ کوہ صفا کی طرف تشریف لائے۔ اس پر چڑھ کر پکارا۔ یا صباحاہ (اس سے بچو) یہ سنتے ہی لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ کوئی تو خود آپ کی طرف آ رہا تھا، جو خود نہ آ سکا اس نے اپنا ایلچی آپ کی طرف بھیجا۔ جب سب جمع ہو گئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اولاد عبد المطلب، اے فہر کی اولاد اے ابن کعب تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے دامن سے ایک لشکر تم پر حملہ کیا چاہتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے بیک آواز اثبات میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا میں سخت عذاب آنے کا تمہیں ڈر سناتا ہوں، ابولھب لعنۃ اللہ نے کہا معاذ اللہ تمہارا ہاتھ سارا دن

Marfat.com

شل رہے کیا اسی لیے تم نے ہمیں بلایا ہے تو اس کے جواب میں
اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی تبت یدابی لھب و تب
(بخاری و مسلم نے اس حدیث کی روایت کی ہے)

اس میں کوئی نزاع نہیں کہ ابوالحکم (عمرو بن ہشام) یا ابو جہل جیسا کہ مسلمانوں نے اس کا نام رکھا ہوا ہے رسول اللہ ﷺ کا بہت سخت اور احمق مدمقابل تھا۔ شیطان اس کے سر پر سوار تھا۔ اس کی آنکھوں پر اس نے غرور کا پردہ ڈالا ہوا تھا۔ نتیجہ کے طور پر وہ حق کو دیکھنے سے اندھا ہو گیا۔ جب ایک دفعہ اس کے خفیہ طور پر قرآن سننے کے بعد اس کے دوستوں نے اس کی رائے پوچھی تو برگشتہ ہو کر کہنے لگا:

"ہمارے اور بنی عبد مناف کے درمیان اقتدار کی جنگ جاری ہوئی۔ انہوں نے لوگوں کو کھلایا پلایا تو ہم نے بھی ایسا کیا۔ انہوں نے لوگوں کو سوار کرایا تو ہم نے بھی سوار کرایا۔ انہوں نے مال عطا کیے تو ہم نے بھی کیے حتیٰ کہ جب ہم برابر ہو گئے اور ایسے ہو گئے جیسے شرط پر دوڑائے جانے والے دو گھوڑے ہوتے ہیں تو اچانک وہ کہنے لگے ہم میں نبی آئے ہیں اور آسمان سے انہیں وحی آتی ہے تو اب اس کی مثال ہم کیسے پائیں۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ لات کی قسم ہم کبھی بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی ان کی تصدیق کریں"

اس طرح اس نے محض براہ، تکبر، بڑائی، فخر اور جاہ طلبی کے حق کو ٹھکرا دیا۔ ابو جہل کے بعد اس بڑائی، تکبر، درشتی، فخر و غرور، اسلام دشمنی، ایذائے رسول ﷺ اور ایذائے صحابہ میں حد درجہ کوشش کے لحاظ سے نضر بن حارث یا شیطان قریش جیسا کہ مسلمان اس کا نام رکھتے تھے کا نمبر آتا ہے۔ وہ بھی وہی ابو جہل والا راستہ اپناتا ہے۔ ابن ہشام اپنی کتاب کی پہلی جلد ص ۲۹۸ میں لکھتے ہیں:

"نضر نے حیرۃ کا سفر کیا تھا۔ وہاں سے اس نے ایرانی بادشاہوں کے فسانے اور رستم و اسفندیار کی داستانیں سیکھی تھیں۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ مجلس لگاتے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور اپنے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ کے اس غضب سے ڈراتے جس کا شکار

Marfat.com

سابقہ نافرمان قومیں ہو چکی تھیں اور جب آپ کی مجلس برخواست ہوتی تو یہ بھی وہاں آدھکتا اور آکر لوگوں سے کہتا "میری گفتگو ان کی گفتگو سے بہتر ہے۔ میری طرف آؤ میں تمہیں شاہان فارس کی باتیں سناؤں گا اور رستم واسفندیار کی خبریں تم سے بیان کروں گا۔ پھر کہتا وہ کونسی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے حضرت محمد ﷺ گفتگو کے لحاظ سے مجھ سے بہتر ہیں۔ ابن اسحاق نے کہا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا ہے نضر بن حارث کے حق میں قرآن کریم کی آٹھ آیات نازل ہوئیں جو اللہ عزوجل کے اس قول پر ختم ہوتی ہیں "اذا تتلی علیہ ایاتنا قال اساطیر الاولین" "جب اس پر ہماری آیات پڑھی جائیں تو کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں"

جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کمال انسانی کی اپنی بدیع ترین صورتوں اور تکوین بشری کی خوبصورت ترین شکلوں میں ایک نمونہ کی حیثیت رکھتے تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا ذات علیم وخبیر نے آپ کا انتخاب فرمایا تھا تاکہ آپ خاتم الانبیاء والمرسلین بنیں اور تمام مخلوقات کی طرف اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام لے جانے والے ہوں بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام دنیا کی طرف نیکوکاروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا، بدکاروں اور نافرمانوں کو جہنم کا ڈر سنانے والا، سیدھی راہ دکھانے والا، رہبری کرنے والا، چمکتا ہوا چراغ اور حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپ کو رحمۃ للعالمین اور روز جزا کا شفیع بنا کر بھیجا ہے۔ پھر آپؐ سے فرمایا وانک لعلی خلق عظیم.

بے شک اللہ جل جلالہ کی مشیت یہ ہوئی کہ حق باطل پر غالب رہے اس کا سر کوٹ دے اور وہ چلتا بنے۔ سب کے سب جنہوں نے تکبر کیا، وہ جنہوں نے جھٹلایا، جنہوں نے اونچی کھینچی اور جنہوں نے محض براہ تکبر اسی نبی کریم ﷺ کی نبوت سے انکار کیا ان سب کے حق میں اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوئی کہ ان سب کے مقابلے میں آپ ﷺ کی مدد کرے اور اپنی تائید سے آپ کو نوازے اور یہ بھی اس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مشیت میں تھا کہ وہ لوگ اپنے اسی فخر وغرور کے نشہ میں سرمست رہیں اور تکبر کے آخری درجہ پر پہنچ کر قتل وہلاکت کا سامنا کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابو جہل جنگ بدر کے دن ہلاک ہوا۔ نضر بن حارث اور دیگر متکبر، سرکش اور مغرور سرداران قریش کو

Marfat.com

بھی ہلاکت کا سامنا ہوا۔ اس منظر کی یہ کتنی ہی پیاری تصویر ہے کہ جنگ بدر کے دن فتحیابی کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ چاہ بدر کے دہانے کھڑے ہو کر مقتولین کی نعشوں کو پکارتے ہوئے کہتے ہیں:

"کنویں والو! تم اپنے نبی کا کتنا برا خاندان تھے تم نے مجھے جھٹلایا، جب کے دوسرے لوگوں نے میری مدد کی، تم نے مجھے ملک بدر کیا جب کہ دوسروں نے مجھے پناہ دی۔ تم نے مجھ سے لڑائی کی جب کہ دوسروں نے میری مدد کی۔ کیا تم نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو میرے رب نے تمہارے ساتھ کیا تھا میں نے تو وہ وعدہ جو میرے رب نے میرے ساتھ کیا تھا سچا پالیا ہے"۔

مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قائدین شرک، شر اور متکبرین و مغرورین کے ایک گروہ کو ان کے نام لے لے کر پکارا اور فرمایا "ھل وجد تم ما وعدکم ربکم حقا" حاضرین نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ایسی قوم کو پکار رہے ہیں جواب بدبو دار نعشیں بن چکی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لا یستطیعون ان یجیبوا"

"جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں تم اس کو ان کی بہ نسبت زیادہ نہیں سن سکتے ہو البتہ ایک بات ہے کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے"

اس طرح ان لوگوں نے اپنے تکبر و غرور کا بدلہ پالیا اور انہوں نے اپنے اس فخر و تکبر کے نتائج بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے قرآن کریم ان کی زبان اور ان کے شہر میں نازل ہوا تھا۔ اگر انہوں نے اس عظیم حقیقت کی قدر کی ہوتی تو وہ نہ تکبر کرتے اور نہ ہی کسی قسم کے غرور میں مبتلا ہوتے مگر انہوں نے تو وہی کچھ کیا جو کچھ شیطان نے کیا تھا۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا تھا اس نے انکار کیا۔ بڑائی چاہی اور کہنے لگا "انا خیر منه" "میں ان سے بہتر ہوں" کاش اس معزز مہینہ میں ہم خود بھی عجز و انکساری اپنانا سیکھیں اور اپنے بیٹوں کو بھی تواضع کی محبت سکھائیں اور انہیں اس حقیقت سے آگاہ کریں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرمادیتے ہیں۔

Marfat.com

باب: 11

اے ابوھریرہ رضؓ ہمیں معاف کیجیے

جس وقت ثقافتی میدان میں عقلی فضا چھا جاتی ہے جو فکر و ثقافت کے ساتھ علمی اسلوب کے ذریعے معاملہ کرتی ہے تو یہ ایک ایسا صحتمندانہ رویہ سمجھا جاتا ہے جو دنیائے فکر کو گہرائی اور وسعت سے روشناس کراتا ہے اور حیات عقلیہ جو پیہم زمانوں کے ساتھ متصل اور رواں دواں ہے اس کے آسمان سے وہ بادل چھٹ جاتے ہیں جن کی ظلمتوں نے ماضی کو تاریک بنادیا تھا اور جن کے سائے میں علمی و عقلی ورثہ کی وہ چمک دمک اپنی ہر اس چیز کے ساتھ جس کو وہ تاریخ حال اور مستقبل کے لیے پیش کر رہی تھی غائب ہو گئی تھی۔ امت اسلامیہ کی فقہی، علمی اور فکری ورثے کی تحقیق اور اس کا تجزیاتی مطالعہ کرنے والا ان علمی معارف اور خزینوں کا کھوج لگاتا ہے جو اس ورثہ کا شاخسانہ ہیں اور اپنے آغاز سے ہی تہذیب اسلامی کی تصویر، اس کی ترقی، اس کے جمود اور اس کے تحرک و بیداری کا مع ان طوفانوں اور مراحل جن کا اپنے ہر دور میں اسے سامنا رہا ہو۔ عکس پیش کر رہے ہیں اور عنقریب اہل عقل یہ ملاحظہ کریں گے کہ تہذیب کے اس اتار چڑھاؤ اور سیلاب کو ہمیشہ سے حتی کہ اس کے اپنے زمانہ عروج میں بھی پابہ زنجیر کرنے والے پھسلاووں و بہلاووں کا سامنا رہا ہے۔ جن کا مقصد واحد اس کو تھام لینا یا اسے مسخ کر دینا یا کم از کم جو کچھ یہ پیش کر رہا تھا اس کا انتقام لینا تھا اور وہ حضرات واضح طور پر اس کا بھی مشاہدہ کریں گے کہ قدیم اسرائیلیات کے وقت سے لے کر جدید اسرائیلیات تک طعن و تشنیع کی ابتدا اسلامی تہذیب کے مآخذ اور بنیادوں پر سے شروع ہوئی اور عظیم لوگ اور علماء جو اس تہذیب کے سرخیل، اس کے ستون

Marfat.com

اور اس کے ترجمان تھے ان کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کی گئیں۔ پھر صلیبی جنگوں کے ذریعے اس کو بالکل زندہ درگور کر دینے کا تہیہ کر لیا گیا۔ فی الحقیقت ہر اسلامی کردار کا سرے سے انکار ہی مقصد تھا۔

عالم اسلام کی بیخ کنی اور مغرب کی طرف سے عیب جوئی کے عزم و پیمان کے بعد مغرب پر مسلمانوں کی فضیلت کے اعتراف کا شعور پیدا ہوا۔ وہ مغرب جس نے اس معاملہ میں ابھی تک نرم رویہ اختیار کر رکھا تھا۔ اب ان لوگوں کے علاوہ جنہوں نے کینہ، حسد کی وجہ سے مسلمانوں کے کسی بھی کردار کی نفی کر دی تھی وہ لوگ بھی ظاہر ہوئے جو ان کی فضیلت و سبقت کو رومانی اور یونانی تہذیب کے نقل و ترجمہ کے دائرہ تک محدود کرتے ہیں۔ ایسے ہی وہ لوگ بھی منصۂ شہود پر آئے جو کدورتوں اور ہر قسم کے احساس کمتری اور کینہ سے ماوراء تھے اور عدل و انصاف کے زیور سے آراستہ تھے انہوں نے مسلمانوں کی فضیلت کے اعتراف میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ یورپ کو متمدن بنانے اور تاریک زمانوں اور اس کے اکھڑپن سے اسے صبح تمدن و حضارت اور اس کے نور کی طرف منتقل کرنے کا ذمہ دار ہی مسلمانوں کو گردانا اور اس کا سہرا انہیں کے سر باندھا۔

اسلام کے خلاف ان کا یہ کینہ پرور کردار جاری و ساری رہا (مزے کی بات تو یہ ہے کہ اسلامی دنیا ٔ وقت پستی و تنزل گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی)

محض اس خیال کے پیش نظر کہ اسلام ہی عالم اسلام کا مصدر قوت ہے جس کی حدیں دور دراز تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے خلاف کینہ کے بیج بو دیئے گئے۔ حتی کہ یورپی طریقہ ہائے تعلیم و تربیت بھی اسی رنگ میں رنگے گئے۔ جنہوں نے صلیبی جنگوں سے ورثہ میں حاصل کردہ نفرت و کراہیت پر قانونی چھاپ لگا دی۔

اب یورپ اس سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے اپنی بعض کوششوں کی تصدیق کرتا ہے۔ تاریخی طور پر جب ان کی ان کوششوں کا اس نفرت کے ساتھ امتزاج ہوا جو دین عیسوی کے لیے ان کے دلوں میں موجود تھی تو ان کا یہ خیال اور بھی پختہ ہو گیا کہ دین ہی ان کی پسماندگی، جمود اور ان کی ترقی و بیداری کے خلاف ہے بلکہ ان کے خلاف عداوت رکھنے کا واحد ذمہ دار ہے۔ چنانچہ نتیجۃً یہ خبیث تصور اسی طرح کی

Marfat.com

دینی عداوت کی شکل میں ہماری ان اقوام اور ہمارے ان عوام میں بھی منتقل ہو گیا۔ جو اپنی لمبی نیند سے اب بیدار ہونے کے خواہاں تھے۔ ان کا مذکورہ بالا خیال اس بات کے پیش نظر تھا کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ دین نام کی ہر چیز ترقی و تمدن کے خلاف ہے۔ چنانچہ اسی لیے وہ تہذیب و تمدن کو پروان چڑھانے میں اسلام کے کردار سے نابلد رہے۔ مگر عیسائیت کے برعکس اسلام نے تہذیب و تمدن کی تعمیر و ترقی میں جو کردار ادا کیا اس سے آنکھیں میچ کر انہوں نے اسلام اور میسحیت میں کوئی فرق روا نہ رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سلبی اور منفی اثرات اتنے گہرے ہوئے کہ بہت ساری شخصیات جنہوں نے اپنی تعلیم یورپ میں حاصل کی تھی ان کی رگ و پے میں رچ بس گئے اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہی شخصیات تعلیمی، ثقافتی، قانونی اور اجتماعی تحریکات کی قیادت کا بیڑا اٹھانے کے لیے یورپ سے اپنے وطن واپس آگئیں۔ اور ان میں سے کچھ وہ سامنے آئیں جن کا نظریہ یہ تھا کہ اسلام کو ایک جانب پھینک دیئے بغیر عالم اسلام کی ترقی ممکن نہیں یا اس مقصد کے حصول کے لیے اسلام کو کم از کم عملی زندگی سے تو ضرور معزول کر دینا چاہیے۔ اور ان میں سے چند ایک کا عقیدہ تو یہ تھا کہ اہل مغرب کے طریق اور تہذیب کی پیروی لازم ہے خواہ وہ اچھے ہوں یا برے، موافق ہوں یا غیر موافق۔ مشاہدہ بلاد اسلامی پر ہمیشہ فوجی قبضہ قائم رہنے کی مشکل کا پتہ دیتا ہے۔ اسی لیے منصوبہ بندی ان عقول پر غلبہ کے ذریعے سے ہی افکار کی دنیا میں اپنے قبضہ کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہتی ہے۔ وہ عقول جو حقیقتوں کو مسخ کرتے ہوئے اور اسلام دشمن طاقتوں کا روپ دھارتے ہوئے سامراجی طاقتوں کی محبت اور غلامی کا دلوں میں شوق پیدا کر دیتی ہیں اور اس منصوبہ بندی کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا جب تک اسلام کو کمزور نہ کیا جائے اور ان کی نشانیوں اور ارکان کو منہدم نہ کر دیا جائے اور یہ سلسلہ طعن و تشنیع عیسائی خرافات اور آساطیر کے قدیم ادوار سے لے کر جدید زمانے تک برقرار رہا اور ان طعن و طنز اور مضحکہ خیزی کا نشانہ اسلامی سرچشمے اور ان کی شاخیں تھیں۔ بایں صورت فکری ہتھیار، علمی دعوے، آزادی رائے، تنقید، علمی تحقیق اور اس قبیل کی دیگر چیزیں اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششوں کے سلسلہ میں عصر حاضر کے اہم حربے اور چالیں ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسرائیل کی جانب سے فلسطینی اور لبنانی اقوام پر آخری کھلم کھلا

Marfat.com

ظلم اور دست درازی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جنگ دباؤ اور قلع قمع، اظہار کینہ اور دائمی عداوت کے مختلف طریقوں کا نام ہے۔ اگر غیر معمولی توجہ دے کر ان کی ترکیب و ترتیب کا اعادہ کیا جاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں کہ موجودہ دور کی جھوٹی اور چکنی چپڑی عبارات کے پردہ میں ان کو چھپایا جائے بلکہ اس لیے کہ قتل، بربادی، تخریب اور بہ تمام وکمال نیست و نابود کرنے کے ضمن میں ٹیکنالوجی کے فیضان اور اس کے ثمرات سے (انہیں استعمال میں لا کر) مستفید ہوا جائے۔ یہ بیخ کنی اور یہ وحشیانہ قتل و غارت ان حوادث اور حقائق کو بیان کرتے اور ان سے پردہ اٹھاتے ہیں جن کو مہذب دنیا خوشی اور اور جوش یا تنقیدی عبارات یا محض خالی خولی اظہار ناپسندیدگی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔ اب ہم اسلام پر حملہ آور ہونے کی خاطر موجودہ زمانے کے پوشیدہ ہتھکنڈوں اور چالوں کا دوبارہ ذکر چھیڑتے ہیں۔ اس گفتگو میں ہم ایک ایسا نمونہ پیش کرنے پر اکتفا کریں گے جس میں صاحب مرتبت اور عظیم ہستیوں کی کسر شان، ان کی تنقیص اور ان پر طعن و تشنیع کی کوشش کی ایک عملی مثال اور اس کے خطرناک آثار بیان کریں گے۔ پہلے پہل یہ واضح امر ہے کہ جب کوئی قوم اپنے دشمنوں کی طرف سے اس کے ہیروؤں اور عظیم ہستیوں کو زک پہنچانے کے لیے طرح طرح کے حیلوں اور فریب کاریوں کا سامنا کرتی ہے تو وہ ان کے دفاع کیلئے سینہ سپر ہو جاتی ہے۔ یہ ہیرو ہر میدان میں اس امت کے جہاد، اس کے تاریخی آثار، اس کی فکر اور اس کے ارتقاء کی علامات بن جاتے ہیں اور یہ کارروائی بذات خود ذات سے دفاع اور اس کی بنیادی قدروں سے تمسک اور اس کی قدردانی کا نام ہے اور اس قسم کی کوئی بھی کوشش ایک ایسا لاشعوری رد عمل پیدا کرتی ہے جس کا محرک دشمنوں کے مقاصد سے آگاہی ہوتا ہے۔ مگر امت کے خلاف اس قسم کی مذموم کوششیں جب اس کے اندر سے اور اس کے اپنوں کے ذریعے سے بروئے کار لائی جاتی ہیں تو یہ بہت زیادہ خطرناک اور مہلک ہوا کرتی ہیں اور ایک متعدی بیماری کی طرح قوموں میں سرایت کر جاتی ہیں۔ عام طور پر عادتاً لوگ اپنے بھائیوں (ہم قوموں) سے نہ تو خوف زدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی ان سے خیانت کی توقع رکھتے ہیں اور جب تک اپنے دشمنوں سے امن میں رہیں اس وقت تک وہ اپنے ماضی، حال اور مستقبل کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر بسوئے اتفاق

Marfat.com

دشمن ان کے اپنوں سے ہی پیدا ہو جائے تو اس سے آگہی حاصل کرنے کے لیے وقت درکار ہوا کرتا ہے جیسا کہ العیاذ باللہ کسی خطرناک بیماری کی صحیح تشخیص اور اس کے علاج کے لیے وقت درکار ہوتا ہے مناسب وقت ہاتھ سے نکل جانے سے پیشتر بیداری اور معاملہ بینی میں جس قدر تندی و تیزی اور پختگی ارادہ ہو گی اسی قدر امید بھی ہو گی ۔ یہی وہ چیز تھی جس کا امت مسلمہ کے دشمنوں نے ادراک کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اس کے اندر سے ہی اس پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی اور ایسے عناصر کا سہارا لیا جن کی عقلوں اور ارادوں پر ان کو مکمل غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ یہ عناصر بطور ان کے نائبین کے ان کے اس طے کردہ عمل کو سرانجام دینے کا بیڑا اٹھائیں۔ میں اس مسئلہ کو عملی شکل میں پیش کرنے اور اس کی وضاحت کے لئے عنقریب ایک ہی مثال بیان کروں گا۔

یہ ہیں وہ صحابی جلیل اور مرد صالح جن کو ابو ہریرہؓ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ سنت نبویہ علی صاحبہا السلام کی انتہا درجہ محافظت پر حریص ہونے کے باعث کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں جو اس یمنی دوسی عالم کی فضیلت کا معترف نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ یہ وہ ہستی ہیں جو صدق ایمان، تقویٰ مروت، اخلاق اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے تلقین کردہ آداب واخلاق کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہونے اور پرہیزگاری و تقویٰ کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ اصحاب صفہ کے حق میں قرآن کریم کی اس آیت "یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف" کے بعد بڑا کوئی درجہ ہے ہی نہیں۔ صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی اس قدر دشنام طرازی، طعن و تشنیع اور جامہ تلاشی کا سامنا نہیں ہوا۔ جس قدر حضرت ابو ہریرہؓ کو ہوا۔ یہاں تک کہ معاندین میں سے بعض نے تو کوئی معیوب اور دل آزار قول تک بھی نہ چھوڑا جو ان کی ذات پر چسپاں نہ کیا ہو اور ان کی عزت کو مجروح کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔ یہ ظالمانہ حملے نظام اور اس جیسے لوگوں کے وقت سے ان پر کیے جا رہے ہیں اور قدیمی ہیں۔ ان کے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر فرمایا۔ یہ وہ شخصیت ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی خدمت کا کام لیا۔ جو "تاویل مشکل القرآن" کی صورت میں ہمارے سامنے آئی۔ اسی طرح انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی

Marfat.com

حدیث کی خدمت کے پیش نظر "تاویل مشکل الحدیث" نامی کتاب لکھی۔ جس میں انہوں نے محدثین اور خصوصاً حضرت ابو ہریرہؓ کا دفاع کیا ہے اور ان سے مبتدعین اور دشمنان دین کے شر اور مکارانہ چالوں اور ہتھکنڈوں کو دور کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان جیسے قدماء حضرات اور اسلاف نے اس جذبہ اور ان بنیادی خیالات کا پردہ چاک کیا ہے۔ جن کو ان کینوں اور عدوات اسلام نے پروان چڑھایا۔ جو کینے اور عدواتیں بعض زندیقوں کے دلوں میں گڑے ہوئے تھے۔ پھر مستشرقین نے ان میں پھونک بھری۔ بعد ازاں اس کینہ پروری کی راہ پر وہ لوگ چل نکلے ہیں جو فکری جنگ تقلید اور نقص جوئی کے معاہدہ کے اسیر (پابند) ہیں۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے اس حد تک ظلم وزیادتی کا ارتکاب کیا ہے کہ اس نے براہ تمسخر آپ کو "شیخ المضیرۃ" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مگر اس کی تحقیر شان کے پیش نظر ہمیں اس کا نام لینا بھی گوارا نہیں۔ کوئی شخص ہرگز ہرگز یہ گمان نہ کرے کہ بعض اشخاص کی طرف سے حضرت ابو ہریرہؓ پر جو یہ رکیک حملے ہوئے ہیں، ہماری طرف سے ان کا ذکر اشاعت و تشہیر کی غرض سے ہے۔ حاشاو کلا بے شک جو شخص اس قدر اعلیٰ مرتبت اور بلند وبالا قدر و منزلت کا مالک ہو اس طرح کے خرافات اور اباطیل: اسکی خاک پا تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ ہماری یہ خواہش ہے کہ نوجوان خصوصی طور پر یہ جان لیں کہ علم کے نام پر یا آزادی رائے اور اس قبیل کی دیگر چیزوں کے نام پر طعنہ زنی محض ایک جھوٹی اور بناوٹی پردہ پوشی ہوتی ہے جو عداوت اسلام کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہوتی ہے۔ انسان جو بھی ہو اور جیسا بھی ہو کیا اس کے لیے یہ عیب کی بات ہے کہ کسی کھانے کی رنگت اور شکل اسے بھلی معلوم ہو کیا اس کے لیے یہ عیب کی بات ہے کہ کسی کھانے کی رنگت اور شکل اسے بھلی معلوم ہو کیا ہوا اگر ابو ہریرہؓ کو "مضیرہ" پسند آگیا۔ مضیرہ ہے کیا؟ یہ شوربا کی ایک قسم ہے جس کی کھٹے دودھ کے ساتھ آمیزش کر دی جاتی ہے اور کبھی کبھی اس میں تازہ دودھ بھی ملا دیا جاتا ہے۔ بخدا اس کا بھلا لگنا کوئی عیب کی بات نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ دشمنی اور بغض رکھنے والوں کا فساد ذہن ہو۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ کھانا تو حضرت معاویہؓ کے ساتھ کھاتے تھے مگر جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیچھے پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ جب اس بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ "مضیرۃ"

Marfat.com

حضرت معاویہؓ کا زیادہ چکنائی والا اور زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ مگر نماز حضرت علیؓ کے پیچھے افضل ہے۔ یادہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نماز حضرت علیؓ کی جماعت میں پڑھتے تھے اور کھانا حضرت معاویہ کی جماعت میں کھاتے تھے۔

جب صفین کی لڑائی کے موقع پر جنگ کا بازار گرم ہوا آپ ایک پہاڑ کے ساتھ لگ گئے اور فرمارہے تھے:

علیؑ اعلم ومعاویۃ ادسم والجبل اسلم

"علی کرم اللہ وجہہ زیادہ علم والے، معاویہ رضی اللہ عنہ کا مضیرہ زیادہ چکنائی والا ہے اور پہاڑ زیادہ سلامتی والی جگہ ہے"

یہ نہ تو کوئی کلام ہے اور نہ ہی علمی تنقید۔ ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ کے لیے یہ کیسے ممکن ہوا کہ وہ مضیرہ تو شام میں کھائیں اور نماز حضرت علیؓ کے پیچھے عراق میں پڑھیں اور سکونت پذیر حجاز میں ہوں۔ تو پھر یہ کیسے ان سے ہو سکا کہ وہ ایک ایسی لڑائی میں جس میں وہ شریک ہی نہیں ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے والے شخصوں کے ساتھ بیک وقت بنا کے رکھیں۔ بصورت دیگر اگر شریک ہوئے بھی تو ایسا کرنا ان کے لیے کیسے ممکن ہوتا۔

یہ مسئلہ نہ تو تنقیدی ہے اور نہ ہی کسی قسم کی علمی بحث پر مبنی ہے۔ بلکہ یہ تو جناب رسول کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابہ پر طعنہ زنی کے روپ میں ہے۔ اگر ایسا ہو تو تب تو یہ اسلام کو منہدم کرنے کی ابتدائی کوشش ہے اور اس میں ذرا بھر بھی مبالغہ نہیں۔ اسلام نے بلاشبہ ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان صحابہ کرام کا احترام کریں جنہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا ہے اور وہ سب کے سب ثقہ ہیں۔ جناب رسول کریم ﷺ پر تماماً جھوٹ نہیں بولتے اور ان کے لیے اچھائی اور سبقت (فضیلت) قرآن کریم سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس.

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار

مذکورہ بالا آیت سب صحابہ کو شامل ہے۔

Marfat.com

ہمیں جناب رسول کریم ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے کہ ہم صحابہ کرام کے شرف اور ان کے مقام و مرتبہ کو پہچانیں۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"میرے صحابی کو گالی نہ دو، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر ڈالے تو پھر بھی ان میں سے کسی ایک کے خدا کی راہ میں خرچ کیے گئے ایک صاع یا اس کے نصف کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا"

اور فرمایا:۔

"میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنالینا۔ جو ان سے محبت کرتا ہے وہ محض میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ محض میری ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بھی بغض رکھتا ہے۔ جس نے ان کو تکلیف پہنچائی بے شک اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی گرفت کرے"

صحابہ میں سے کسی ایک پر حملہ صحابہ کے اس حصار محبت و شرف کو منہدم کرنے کے مترادف ہے جو حضور ﷺ نے ان کے لیے قائم فرمایا۔

اس سے تو پھر دیگر صحابہ پر ٹوٹ پڑنے اور زبان طعن و تشنیع دراز کرنے کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے اور تیسری یہ کہ ان کی طعن و تشنیع اور تنقیص کا یہ سلسلہ اس سنت رسول علی صاحبہا السلام تک بھی پہنچتا ہے۔ جس کی نقل و روایت انہوں نے ہم تک کی ہے۔ جب سنت کو اس کے راویوں اور ثقہ حضرات پر طعن کر کے منہدم کر دیا گیا تو پھر اسلام کی دوسری بنیاد بھی گر گئی اور سنت تو قرآن کی شرح کرنے والی، اس کی وضاحت کرنے والی اور اس کی قانون سازی کی ذمہ دار ہے۔ بے شک جناب رسول کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کی کتاب ہم تک پہنچائی اور جو کچھ

Marfat.com

ان پر اتارا گیا تھا ان کی ان حضرات سے وضاحت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اپنی کتاب اتاری اور اس کے ساتھ حکمت بھی نازل کی۔ یعنی سنت بھی قرآن کریم کی طرح آپ پر اتاری گئی۔

جیسا کہ محدث الشیخ السید صقر نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب معاندین نے حافظین حدیث اور اس کے ثقہ رواۃ، ناقلین اور ان یگانہ روزگار محققین جنہوں نے حفاظت وصیانت حدیث کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں میں سے بلند مرتبت شخصیات کی تنقیص کی تو بے شک انہوں نے قرآن و سنت کے ابطال کے لیے ہمارے گواہوں کی تنقیص کی۔ جناب شیخ ابو شہبہ نے اپنی مستند کتاب "دفاع عن السنۃ" میں کیا ہی خوب محققانہ بات کی ہے۔ جب کہ انہوں نے امام ابو زرعہ الرازی کا مقالہ نقل کیا جس میں وہ لکھتے ہیں:

"جب تو کسی ایسے شخص کو دیکھے جو اصحاب رسول اللہ ﷺ کی شان گھٹاتا ہے۔ تو جان لے کہ وہ مرتد ہے اور یہ اس لیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ برحق ہیں۔ قرآن اور جو کچھ آپؐ لائے ہیں، برحق ہیں اور یہ سارا کچھ ہم تک صحابہ کرام نے ہی پہنچایا ہے اور یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ کتاب وسنت کو باطل کرنے کے لیے ہمارے ان گواہوں پر طعن و تشنیع کریں۔ درحقیقت طعن و تشنیع تو ان کا طرہ امتیاز اور ان کے زیادہ لائق ہے کیونکہ وہ مرتد ہیں۔ یہ کچھ عجیب نہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے پہلی بار حضرت ابو ہریرہ کی شخصیت پر اپنے حملے سے ابتداء کی دوسری بار ان احادیث پر حملہ کیا جو انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کیں اور سہ بارگی وہ بذات خود سنت پر حملہ آور ہوئے اور اس میں شکوک و شبہات پیدا کیے۔ پھر آخر کار جب قرآن کریم پر حملہ کرنے کی طرف پلٹے تو اس کے محتویات کو شعر خیال کیا اور اس قسم کی حماقت جہالت اور بے ادبی کا اظہار کیا تو کھل کر سامنے آگئے۔ تو پھر اس میں کچھ اچنبے کی بات نہیں کہ اگر صرف ایک مانسٹرو کی بجائے بہت سارے مستشرقین کی زبانوں پر ان حملوں کے الفاظ گونج رہے ہوں اور ان کا سرگروہ کوئی یہودی ہو تاکہ اسرائیلیات قدیمہ اور اسرائیلیات جدیدہ کا آپس میں ربط رہے۔ خواہ نام مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔

Marfat.com

یہ سارے کے سارے بھول گئے یا انہوں نے بھول جانے کا بہانہ بنایا جیسا کہ محمد زیان عمر کہتے ہیں کہ "امت اسلامیہ جناب رسول اللہ ﷺ سے محض نقل روایت کے جذبہ سے متاثر نہیں تھی بلکہ ان کا اصل مقصد حدیث کی تحریف سے حفاظت تھی اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ روایت کے قوانین کا اتباع کیا جاتا اور کم سے کم روایت کرنے کے اصول کو اپنایا جاتا اور اس میں خوب تحقیق کی جاتی اور اسی سبب سے راویوں کے علم کا ترازو جسے جرح و تعدیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، وجود میں آیا۔ جس کو مصطلحات حدیث کے علم کے لیے ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا ہے اور یہ سند (سلسلہ راویان) کے مطالعہ کے ذریعے ہی ممکن تھا اور سند سے مراد وہ محدثین حضرات ہیں جنہوں نے یکے بعد دیگرے جناب سیدنا رسول اللہ ﷺ تک حدیث پہنچائی" (کتاب دراسات تاریخیۃ ص ۴۳ اور اس کے بعد کے صفحات)

راویوں کی جرح و تعدیل کے میزان کی بنیاد پر اصطلاح حدیث کے علم نے متن کی صحت کی تحقیق کے لیے کڑی شرائط وضع کی ہیں۔ جرح و تعدیل کے میزان سے مراد ان پر جرح کرنا، ان کی کج روی یا ان کی عدالت و استقامت کا اثبات مقصود ہے۔ نیز متن کا اسی طرح کا امتحان لینے کے لیے بھی سخت شرائط ہیں۔ کہ کیا یہ متن نصوص قرآنیہ سے موافقت رکھتا ہے یا کیا یہ روح اسلام کے مخالف تو نہیں یہ شرائط واقعات کی درستگی کو ثابت کرنے کے سلسلے میں جدید مورخین کے طریقہ ہائے کار کی بہ نسبت زیادہ محکم و مستند (شرائط ہیں) ان جدید مورخین کے طریقہ ہائے کار کا دارو مدار خود مورخ کے اجتہاد، اس کے فلسفہ اور ان معیارات اور ان بنیادی اصولوں پر ہوتا ہے جس پر وہ خود ایمان رکھتا ہو۔ حتی کہ یہ کہنا ممکن ہے کہ تاریخ کی کتابت کا نئے سرے سے اعادہ ممکن ہے۔ مگر نتائج اور ثمرات مختلف ہوں گے۔ کیونکہ ایسے واقعات جنہیں دوام حاصل ہے ان کی مختلف تفسیریں کی جا سکتی ہیں۔ بشرطیکہ کہ انہیں نئے اسلوب میں پیش کیا جائے اور ایک ایسے دائرہ کار (Frame Work) کے اندر ان کی

Marfat.com

حفاظت کے عمل کو دہرایا جائے جو مورخین کی نظر و فکر میں اختلاف کے باعث مختلف ہو گا۔ جہاں تک علم حدیث، اس کے راویان اور اس کے متون کی تصحیح کا تعلق ہے تو معاملہ مختلف ہے۔ جہاں تک روایت کا تعلق ہے تو اس کو تو اسناد (سلسلہ راویان) اور قانون جرح و تعدیل محکم بناتا ہے اور یہ بہت سخت اور منصفانہ قانون ہے۔ اس کے ذریعے بغیر ثبوت کے کسی کی تنقیص نہیں کی جاتی اور نہ ہی بغیر استحقاق کے کسی کو ثقہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ صحیح روایت صحیح متن تک پہنچاتی ہے۔ لیکن علم حدیث محض اسی پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ نص پر بھی حکم لگاتا ہے اور متن کو اس کے مضمون کے ذریعے نص قرآنی سے اتفاق یا انحراف کی بنا پر پرکھتا ہے۔ وہ قرآن جس کی طرف باطل راہ نہیں پا سکتا یا پھر روح اسلام سے اتفاق یا انحراف کی بناء پر جیسا کہ مسلمانوں کے عظیم القدر اور ثقہ علماء نے سمجھا ہے اور اسے اپنی رگ و پے میں سمویا ہے۔ جب ہم حضرت ابو ہریرہؓ کی شخصیت کو اپنا مطمح نظر بنائے ہوئے ہیں جو ایک صحابی جلیل ہیں تو پھر ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم کی بہت ساری آیات کی طرف بھی اشارہ کریں جو رسول کریم ﷺ کے صحابہ کے ثقہ ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔ ان آیات کا صحابہ کرام کی طہارت و تقویٰ پر اجماع ہے اور ان کی نزاہت اور ثقاہت پر فیصلہ کن موقف ہے۔ صحابہ کرام کی ثقاہت کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہی کے بعد جو ان کی نیات سے بھی مطلع ہے کسی اور کی گواہی کی ضرورت نہیں۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں شک و شبہ پیدا کرنا خواہش نفس پر مبنی فعل ہے اور یہ ان کی طرف سے احادیث کے اسناد اور متن میں چھان بین یا انہیں اسلامی طریقہ ہائے کار کے مطابق پرکھنے کی بنا پر نہیں۔ پھر کیا یہ بھی عجیب بات نہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی محض اس بنیاد پر گرفت کی جائے کہ انہوں نے بکثرت روایت کی بقیہ بن کی سند پانچ ہزار تین سو پچھتر (۵۳۷۵) ان احادیث پر مشتمل ہے جو ابو ہریرہؓ کی روایت سے ہیں۔ ہاں ہاں، بے شک یہ چیزیں جس قدر روایت کی گئیں اسی قدر دشمنان اسلام کی دشمنی کو ابھارتی ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر ہم پر فرض ہے کہ ہم دو باتوں پر خاص طور پر زور دیں جو اس تہمت کو بے فائدہ اور لغو بنا دیں یا اسے ایک ایسی سازش ثابت کریں جو محض خواہشات نفسانی پر قائم ہے۔

Marfat.com

ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہؓ کی نسبت زیادہ قریب رہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یتیمی میں پلے بڑھے اور مسکینی کی حالت میں یمن سے ہجرت کی، عمر بھر کنوارے رہے۔ لہٰذا لگاتار تین سال جناب رسول اللہ ﷺ کے مہمان اور مصاحب رہے۔ ان حالات کے پیش نظر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ان کو روایت حدیث میں وافر حصہ ملا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اکثر ان سے کہا کرتے تھے "اے ابو ہریرہؓ آپ ہم سب سے بڑھ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑنے والے اور ہم سب سے زیادہ آپ کی احادیث کے عالم ہیں" اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم (جیسا کہ پروفیسر محمد ضیاء الرحمن الاعظمی اپنی ایک مستند کتاب میں لکھتے ہیں) ان احادیث کو ان دنوں پر تقسیم کریں جن دنوں میں ابو ہریرہؓ جناب نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہے تو ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ روزانہ جو کچھ آپ سے سیکھتے تھے اس کا تناسب یومیہ ایک حدیث یا نصف حدیث بنتی تھی۔ جن میں صحیح اور ضعیف دونوں قسم کی احادیث شامل ہیں اور یہ تناسب بڑی حد تک معقول ہے۔

ان مذکورہ بالا دونوں باتوں کی روشنی میں ہم یہ ملاحظہ کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ پر کثرت کے ساتھ احادیث روایت کرنے کی تہمت بے سند اور بے بنیاد ہے۔ اگر کثرت روایت صحیح بھی ہو تو پھر بھی اس میں نہ کوئی اچنبے کی بات اور نہ خوف زدہ ہونے کی۔

اس پر مزید ہم یہ کہتے ہیں کہ احادیث کا وافر حصہ جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اور ان کی طرف منسوب ہے وہ دیگر روایوں سے بھی منقول ہے جہاں تک صحیح احادیث کا تعلق ہے جن کی روایت میں ابو ہریرہؓ منفرد و ممتاز ہیں وہ تقریباً دو سو بیس سے متجاوز نہیں۔ تو پھر کیا مروی احادیث کی یہ تعداد بھی ابو ہریرہؓ پر کثرت روایات کا الزام سچا ثابت کر سکتی ہے۔ جب اس قدر روایت سے کثرت روایت کا الزام ہی ثابت نہیں ہو سکتا تو چہ جائیکہ یہ کہا جائے کہ کثرت روایت کا یہ عمل کسی قسم کے مبالغہ، غرض، طبعی میلان یا خواہش نفسانی کا آئینہ دار تھا۔ اب ملاحظہ کیجئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس شہادت کا جو حضرت ابو ہریرہؓ کے روایت حدیث میں ذمہ دارانہ طرز عمل اور

Marfat.com

ان کی امانتداری کی بات ہے۔

ایک بار ان سے پوچھا گیا کہ کیا ابوہریرہؓ کی کثرت روایت کو آپ بہ نگاہ پسندیدگی دیکھتے ہیں؟ فرمایا "بات یہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے تو اس سلسلہ میں سبقت کی اور ہم پیچھے رہ گئے"۔

ہمارے نزدیک اعلیٰ وارفع چیز صحت حدیث ہے۔ نہ کہ اس کی عددی کثرت۔ بلاشبہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ہم پر بڑا احسان ہے کہ اس نے حضرت ابوہریرہؓ جیسی ایک شخصیت کو اس عظیم کام کے لیے وقت نکالنے کی توفیق بخشی۔ جب کہ دیگر صحابہ اس وقت تجارت یا دیگر کاموں میں مصروف رہتے تھے۔

آیئے اس سلسلہ میں بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے جو کچھ روایت کیا ہے اسے بغور سنیں اور ہم اس بات پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں کہ اس مسئلہ نے صحابہ کے زمانے میں سر اٹھایا۔ مگر یہ اسے ٹال دیا گیا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ ہمارے اس زمانے میں اس کا جواب دیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بارہا یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قرآن کریم میں یہ درج ذیل دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔

> ان الذين يكتمون ما انزلنا من البينات والهدى من بعدما بيناه للناس فى الكتاب اولئك يلعنهم الله و يلعنهم الاعنون الاالذين تابوواصلحوا و بينو فاولئك أتوب عليهم وأنا التواب الرحيم.
>
> "بے شک وہ جو ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں کے لیے ہم اس کتاب میں وضاحت فرما چکے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں توبہ قبول کرنے والا مہربان"۔

بے شک ہمارے مہاجر بھائی بازاروں میں خرید و فروخت میں مصروف رہتے اور ہمارے انصار بھائیوں کو اپنے مال و اموال کی تجارت مصروف کیے رہتی۔

Marfat.com

مگر ان کے برعکس ابو ہریرہؓ سائے کی طرح اپنے پیٹ کی تسکین کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لگے رہتے۔ یہی سبب ہے کہ آپ وہ کچھ پیش کر سکتے تھے جو دیگر صحابہ نہیں کر سکتے تھے وہ کچھ یاد رکھتے جو انہیں یاد نہیں تھا۔ مسلمان جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک کی تحقیق کے سلسلہ میں بہت تحقیق اور باریک بینی سے کام لیا کرتے تھے اور اس میں ذرہ بھر بھی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ مثال کے طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے جب کہ انہوں نے ان سے حضور ﷺ کی ایک حدیث سنی۔ یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے ساتھ کوئی گواہ لائیں جو یہ گواہی دے کہ انہوں نے یہ حدیث حضور ﷺ سے سنی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ان سے یہ بھی فرمایا کہ "اے ابو موسیٰ سنو میں تم پر تہمت نہیں لگا رہا ہوں چونکہ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا معاملہ ہے اس لیے آپ سے یہ کہہ رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مروان نے بھی اسی طریقہ کار کے مطابق عمل کیا تھا"۔ یہ سب کچھ ابو ہریرہؓ کی شخصیت میں شک کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے کہ یہ تو حضور ﷺ کی حدیث کا معاملہ ہے۔ قصہ یوں ہے جیسا کہ مروان کا کاتب بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ مروان نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بلا بھیجا اور ان سے باتیں کرنے لگا اور مجھے اپنی چارپائی کے پیچھے بٹھا دیا تاکہ جو کچھ ابو ہریرہؓ کے منہ سے نکلے میں وہ لکھتا جاؤں۔ میں نے سب کچھ لکھ لیا۔ ایک سال بعد مروان نے ان کو دوبارہ بلا بھیجا اور ان سے ان باتوں کے بارے میں پوچھا جو ایک سال پہلے ان سے کہی تھیں اور مجھے حکم دیا کہ میں غور کروں کہ وہ کیا بتاتے ہیں۔ چنانچہ من وعن انہوں نے وہی باتیں سنا دیں اور ایک حرف کی بھی ان میں تبدیلی نہیں کی۔ کیسا ہی یہ امتحان تھا اور کیا ہی یہ تحقیق تھی؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کرتے تھے آپ ہم سب سے بڑھ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنے والے اور ہم سب سے زیادہ آپ کی حدیث کی معرفت رکھنے والے ہیں۔ حضرت امام شافعی سے اللہ راضی ہو۔ فرماتے ہیں:

"ابو هريرةؓ أحفظ من روى الحديث في عصره" (ابو ہریرہؓ اپنے زمانہ کے تمام راویان حدیث سے زیادہ حدیث کے حافظ تھے) یہ قبیلہ دوس کا وہ لڑکا تھا جو اس

Marfat.com

وقت آپ ﷺ کی دعا سے مشرف بہ ایمان ہوا۔ جب آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسے علم کی دعا کی تھی جو بھلایا نہ جائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اپنی ماں کے ساتھ انتہا درجہ نرمی کرنے والے اور ان کے فرمانبردار تھے۔ یہی وہ چیز ہے جو ان کے ایمان واخلاق کی گہرائی کا پتہ دیتی ہے۔ ابو مرۃ مولیٰ عقیل سے مروی ہے کہ مروان اکثر اوقات حضرت ابو ہریرہؓ کو اپنی نیابت سونپ دیتا تھا اور حضرت ابو ہریرہؓ ذوالحلیفہ میں ہوتے تھے۔ ان کی ماں ایک مکان میں رہتی تھیں اور وہ خود دوسرے میں۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ابو ہریرہؓ باہر جانے کا ارادہ کرتے تو دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے السلام علیك یا اماہ ورحمة الله وبرکاته (اے ماں تجھ پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، اس کی برکت ہو) وہ جواب میں کہتیں وعلیك یابنی و رحمته الله وبر کاته (اے میرے بیٹے تجھ پر سلام ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس کی برکت ہو) وہ جواب میں کہتے رحمك الله کما ربیتنی صغیرا (اللہ تعالیٰ تجھ پر ایسے رحم کرے جیسے تو نے بڑے رحیمانہ اور مشفقانہ انداز میں بچپن میں میری پرورش کی ہے) وہ پھر جواب میں کہتیں رحمك الله کما بررتنی کبیرا (اللہ تعالیٰ تجھ پر ایسے رحم کرے جیسے تو نے بڑا ہو کر میرے ساتھ احسان کیا۔ بعد ازاں جب کبھی بھی وہ اپنی ماں کی زیارت کے لیے آتے تو ایسے ہی کہتے (الادب المفرد للبخاری)

بیان کیا گیا ہے کہ ایسا آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک "وقل رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا" کے نازل ہونے کے بعد کیا کرتے تھے۔ کیا یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا دفاع ہے بجدا ہرگز نہیں۔ وہ اس سے کس قدر بے نیاز ہیں یہ تو فقط قدیم وجدید کے حق میں لمحہ فکریہ ہے اس کے بارے میں دل سے یہ حقیقت محو نہیں ہوتی کہ بعض عقول پر تسلط حاصل کر لینا اور انہیں اسرائیلیات قدیمہ اور جدیدہ کی خدمت میں لگا دینا عظیم اور بلند مرتبت شخصیات کو فی نفسہ نشانہ بنانا نہیں ہے بلکہ نشانہ اس کو بنانا ہے جو وہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ذاتی وفکری احساس شکست خوردگی پیدا ہو۔ ارکان دین منہدم ہو جائیں، امت کا اپنی ذات اور اپنی تاریخ میں اعتماد متزلزل ہو جائے اور ماضی کی یاد دلوں سے محو ہو جانے کے بعد اس کے بنیادی قواعد واصولوں کا اختلاف و انتشار اور حل پذیر ہونا پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ وہ امت جس کی نہ مضبوط بنیادیں ہوں،

Marfat.com

نہ اس کی اپنی کوئی ثقافت ہو، نہ اصول ہوں اور نہ ہی کوئی عقیدہ ہو وہ تباہ شدہ امت ہے اور ایسی امت کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔ اس طرح کی امت ایک ایسے مجاہد کی سی شخصیت میں ڈھل جانے کے قابل ہوتی ہے جس نے اپنا تشخص مٹادیا ہو اور اس کے باوجود فقط یہی انتہا نہیں بلکہ :

ولن ترضی عنك الیهود ولا النصاری حتی تتبع ملتهم

"اور ہرگز تم سے یہود و نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو"

اور جب کہ ہم اس صحابی جلیل کے بارے محو گفتگو ہیں تو ہمیں معاف فرمایئے اور ابوہریرہؓ میرے لیے یہ بس ہے کہ میں وہ کلمات بیان کروں۔ جو آپ کی تعریف میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے نکلے تھے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح کے باب "الحرص علی الحدیث" میں ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث بیان کی کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ کونسا شخص ہوگا جس کو آپ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ فرمایا اے ابوہریرہؓ مجھے معلوم تھا کہ کوئی بھی شخص آپ سے پہلے اس بارے میں مجھ سے سوال نہیں کرے گا۔ کیونکہ حدیث پر آپ کا حریص ہونا مجھے معلوم ہے۔ تو سنو قیامت کے دن میری شفاعت اس شخص کو نصیب ہوگی جس نے بدل و جان اور خلوص کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" پڑھا ہوگا۔ جناب رسول اللہؐ کی طرف سے ابوہریرہؓ کے حق میں اس گواہی کے بعد نہ کسی اور قائل کے قول کی گنجائش رہتی ہے اور نہ کسی اضافہ چاہنے والے کے اضافہ کی۔

Marfat.com

باب :12

یہ تیرے خاندان سے نہیں

اسلام اس لیے آیا کہ لوگوں کی از سر نو تربیت کرے اور ان کے مابین ربط و تعلق کے معیار کو بلند کرے مگر بلا عصبیت اور ان کے آپس میں ایک دوسرے کے تعلقات کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرے مگر جذبہ تعلّی نہ ہو۔ ان کی آزادیوں کو رفعتوں سے ہمکنار کرے، مگر سوائے حق کے تسلط کے ان پر کسی کا تسلط نہ ہو۔ پس توحید ہی کل آزادی کا حقیقی و اصلی سبب ہے۔ اسلام ایک ایسے وقت میں آیا جب کہ انسانی علاقت میں انسانی فطرت کے تقاضا کے مطابق اور زمانہ قدیم سے بہت ساری قابل اعتناء چیزیں کار فرما تھیں۔ جن میں ہمیشہ سے اہم ترین چیز نسلی و خونی رشتے اور قرابت کے بندھن، خاندان اور رحمی اور قبائلی تعلقات رہے۔ افراد ہمیشہ کے پے در پے چلنے والے خاندانی دائروں سے منسلک رہے۔ نیز خطہ ہائے ارض سے ان کا تعلق رہا اور یہ وابستگی یا تو کسی جنگل سے تھیں یا کسی گاؤں میں شہری آبادی نے یا کسی ملک کے کسی شہر سے یا کسی حکومت سے یا قوم سے۔ پھر یہ تعلقات زندگی، اعمال اور تغیر مکانی کے دائرہ کار کی وسعت کے لحاظ سے وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ مثال کے طور پر ایک کنبہ کے درمیان اختلاف اور ایک خاندان کے اندر بہت سارے کنبوں کے مابین اختلاف یا ایک قبیلہ کے دائرہ کار میں کنبوں میں اختلافات ایسے معاملات ہیں جن کے کئی پہلو ہیں اور ان کے کئی حل بھی ہیں۔ جو غالبا تقالید اور ورثہ میں حاصل کی گئی بنیادی قدروں اور رسم و رواج کے تابع ہوتے ہیں۔ جن کے مصادر بعض اوقات متعدد ہو

Marfat.com

اکرتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ یہ اکثر خونی رشتوں کے زیراثر ہوتے ہیں مگر جونہی دائرہ وسیع ہوا اور مختلف کنبوں کے افراد کے درمیان یا خاندانوں اور مختلف قبائل میں کنبوں کے درمیان اختلافات جڑ پکڑ گئے تو آناً فاناً عصبیت وحمیت اپنے کئی رنگوں میں جلوہ گر ہوئی۔ جس میں نوبت خون ریزی، قتل نفس، بربادی نسل و کھیتی تک جا پہنچی اور اگر آپ اس صورت کا بالتفصیل اور بالاستیعاب جائزہ لیں تو آپ اسے حالات کے مطابق انسانی تاریخ کے ارتقاء کے مراحل میں چھوٹا اور بڑا دونوں طرح پائیں گے اور تم اس کی تعبیر اور اس کی جھلک قوموں کے ادب، ان کے اشعار، ان کے آپس کے جھگڑوں اور جنگوں میں دیکھ پاؤ گے اور جب کبھی بھی حق نزاع اور جنگ و جدل کا محور بن جاتا ہے تو آپ یہ ملاحظہ کریں گے کہ اکثر اوقات خاندانی، قبائلی اور جنسی عصبیت ان لڑائیوں اور جھگڑوں کا محرک ہوا کرتی ہے۔ اکثر اوقات قبیلہ کے کسی ایسے فرد کی مدد کے لیے جو زیادتی کا نشانہ بنتا تھا یا قتل کر دیا جاتا تو اس کا بدلہ لینے کے لیے آپس میں جھگڑے اور آویزشیں بپا ہو جاتیں اور قتل و قتال کی آگ بھڑک اٹھتی۔ خواہ فی الحقیقت وہی زیادتی کا مرتکب ہی کیوں نہ ہوتا۔ شاعر کا درج ذیل قول ایک ایسی ہی صورت حال کا ترجمان ہے:

"نحن قوم لانسال من دعانا لاية حرب اولأی زال"

ہم ایک ایسی قوم ہیں کہ جو ہمیں کسی بھی جنگ یا مقابلہ کی دعوت دے تو ہم اس دعوت دینے والے سے اس دعوت کی وجہ نہیں پوچھتے۔

اکثر اوقات قبائل اور خاندانوں کے مابین جنگیں کسی پانی کے چشمے یا کسی ایسی بکری یا اونٹ جو اپنے مالک کے علاوہ کسی دوسرے کی چراگاہ میں چر رہا ہوتا تھا، کی وجہ سے بپا ہوئیں۔ یا عصبی، جنسی اور ملکی تعصب کے جوش یا دوسرے لفظوں میں اپنی مٹی اور اپنی سرزمین کے ساتھ محبت اور تعلق میں مبالغہ کے سبب کسی قطعہ زمین پر ہوئیں یا سرحدوں کے تعین پر جھگڑا ہو جانے کے باعث چھڑ گئیں۔ اگرچہ انتساب اور اس رشتہ کے سلسلہ میں آپس کی خونریزی بعض اوقات حاکمیت حق سے بھی خالی نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ حق واضح رائے رکھتا ہے اور اس کے لیے ہر حال میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ فریقین میں سے کسی نہ کسی فریق کے ساتھ ہو۔

Marfat.com

اسلام نے لوگوں اور انسانیت کے ساتھ کیا کیا؟ حالانکہ جب اسلام اس کے پاس آیا تو سابقہ تہذیبوں اور انسانی عادات و رسم و رواج کی وجہ سے موروثی خلل و فساد اس کی بنیادوں میں جاگزیں ہو کر انہیں متزلزل کر چکا تھا اور افراد اور سوسائٹیوں کے آپس کے تعلقات پر بھی چھا چکا تھا۔ انسانی نفس ہمیشہ فطری طور پر خونی تعلق اور نسبی اور رحمی رشتہ کے ساتھ شفقت والفت سے پیش آنے کی طرف میلان رکھتا ہے خواہ حق اس کا طرفدار نہ بھی ہو تو اگر نفس انسانی ناحق ایسے تعصب اور ایسے میلان کا مظاہرہ کرے تو وہ عاری از عقل قرار پائے گا۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم اسی قسم کے مسئلہ کے بارے میں نازل ہوتا ہے اور عدل کی سطح پر ہمیں ان سلبی (منفی) احساسات سے پاک و منزہ کر دیتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے:

ولایجرمنکم شنان قوم علی الاتعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوی

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل

"جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو"

شوذب سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ جنگ بدر کے دن ابو عبیدہ بن الجراح کا والد اپنے بیٹے ابو عبیدہ کا آمنا سامنا کرنے لگا۔ مگر ابو عبیدہ ان سے کنارہ کش ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن جب اس کی طرف سے اس رکاوٹ اور مخالفت میں اضافہ ہوا تو ابو عبیدہ نے اس کا رخ کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ جب انہوں نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی:

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباء هم اوابناء هم اواخوانهم وعشیرتهم اولئک کتب فی قلوبهم الایمان

"تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مخالفت کی۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا۔ اسحاق بن عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سلول جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یارسول اللہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ اس گستاخی کی پاداش میں جس کی اطلاع آپ کو ملی ہے میرے باپ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں آپ اگر واقعی یہ ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے حکم دیجئے میں خود اس کا سر قلم کر کے خدمت عالیہ میں پیش کردوں گا۔ بخدا خزرج والے اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ اپنے والد کا فرمانبردار کوئی نہیں اور مجھے یہ ڈر ہے کہ آپ اس کے قتل کا کسی اور کو حکم دیں گے، وہ اس کو قتل کردے گا تو مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکے گا کہ میں عبداللہ بن ابی کا قاتل لوگوں میں چلتا پھرتا دیکھوں اور ایک کافر کے بدلے ایک مومن کو قتل کر بیٹھوں اور جہنم میں داخل کیا جاؤں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہیں ہم اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں گے اور جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے ہم اس کے ساتھ رابطہ رکھیں گے۔

(اسلام خونی رشتوں کی بیخ کنی چاہتا ہے تاکہ اس کی جگہ عقیدت پر مبنی ایک نیا رشتہ پروان چڑھائے)۔

ابن ہشام نے ابو عبیدہ اور دیگر اہل مغازی (جنگوں) کا علم رکھنے والے صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے سعید بن العاصؓ سے فرمایا اور آپ اس وقت ان کے قریب سے گزر رہے تھے۔ اے سعید میں تیرے بارے میں یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے دل میں میرے بارے میں کچھ نہ کچھ ہے۔ میرا تیرے بارے یہ خیال ہے کہ تو یہ سوچتا ہے کہ غالباً میں نے تیرے باپ کو قتل کیا ہے۔ سن لے اگر میں نے واقعی اس کو قتل کیا ہوتا تو میں اس کے قتل سے تجھ سے عذر خواہی نہ کرتا مگر میں نے تو اپنے ماموں عاص ابن ہشام ابن مغیرہ کو قتل کیا ہے۔ جہاں تک تمہارے باپ کا تعلق ہے وہ اس وقت ایسے زمین کھود رہا تھا جیسے ایک بیل اپنے سینگوں سے کھودتا ہے۔ میں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اسی اثناء میں اس کے چچا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا قصد کیا اور اس کو قتل کردیا۔ "البدایۃ و النہایۃ" میں ایسے ہی وارد ہوا ہے الاستیعاب اور الاصابۃ میں یہ اضافہ ہے کہ سعید بن العاص نے جواب میں کہا:

Marfat.com

لو قتلته لکنت علی الحق و کان علی الباطل

"اگر آپ نے اسے قتل کر دیا ہوتا تو آپ حق پر ہوتے اور وہ باطل پر"

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ قول بہت پسند آیا۔

ابن جریر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے یوں روایت کی ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مقتولین بدر کے بارے میں حکم صادر فرمایا کہ انہیں گھسیٹ کر چاہ بدر میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ انہیں بموجب حکم اس میں پھینک دیا گیا۔ بعد ازاں آپؐ اس کنوئیں کے دہانے پر کھڑے ہوئے اور کنوئیں والوں سے یوں مخاطب ہوئے کہ اے کنوئیں والو کیا تمہارے رب نے جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تم نے سچا پالیا ہے؟ بے شک میں نے تو وہ وعدہ جو میرے رب نے میرے ساتھ کیا تھا سچا پالیا ہے۔ یہ سن کر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مردہ قوم سے گفتگو فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک انہوں نے جان لیا ہے کہ ان کے رب تعالیٰ نے ان سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ سچا ثابت ہوا ہے۔ جب ابو حذیفہ نے دیکھا کہ ان کے باپ عتبہ کو گھسیٹ کر کنوئیں میں ڈالا جا رہا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے چہرے پر آثار ناپسندیدگی دیکھ کر فرمایا اے ابو حذیفہ گویا آپ جس چیز کو دیکھ رہے ہیں اس کو ناپسند کر رہے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بے شک میرا باپ ایک سردار آدمی تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس کا رب اسے اسلام کی راہ دکھائے گا مگر جب اس کا یہ انجام ہوا تو اس نے مجھے مغموم بنا دیا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں بھلائی اور خیریت کی دعا فرمائی۔

ہم مسئلہ توحید کو خواہ کتنا ہی عقیدہ کے ساتھ جڑا ہوا کیوں نہ ہو فی الحقیقت تمام شرائع اسلام کا محور اور ان کا جامع پاتے ہیں۔ وہ ہر مبدا اور ہر قانون کی اصل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انسانی جان کی آزادی میں اس کا جو کردار ہے وہ ان قوانین کی سربلندی کے لیے اصلی اور پائیدار مرکز فراہم کرتا ہے جو ایک فرد، خاندان، سوسائٹی، حکومتوں اور قبائل کی نگرانی کرنے والے ہیں۔ اس میدان میں وہ فی الفور خونی قرابت کے کردار کو اس کی تمام تر قوت سمیت بے دست و پا کر دیتا ہے۔ تاکہ اس کی جگہ وہ نئی قسم کا رشتہ لے لے جو عقیدہ والا رشتہ ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ اس نے انسانی فطری

Marfat.com

روابط و تعلقات کو قربان کر دیا ہے۔ بلکہ اس نے تو الٹا ان کی حفاظت کی ہے اور انہیں مضبوط بنیادوں پر استوار کیا ہے۔ البتہ ان کا منزل مقصود اور مطمح نظر ہونا بے اصل و بے بنیاد قرار دیا ہے اور انہیں محض ایک وسیلہ و ذریعہ کی حیثیت دی ہے اور ان سے منسوب ہونے کی سطح کو حق سے منسوب ہونے کی سطح تک پہنچا دیا ہے، وہ حق جسے اقتدار مطلق حاصل ہے۔

اور ان کو خونی، جنسی یا قبائلی تعصب یا ملکی و نسلی اثرات سے پاک کر ڈالا ہے اور ان کو اس سطح تک بلند کر دیا ہے کہ وہ صرف اور صرف حق اور اس کے بنیادی اصولوں اور مثال اعلیٰ کے لیے تعصب رکھیں۔ ایسی مثال اعلیٰ (اعلیٰ نمونہ) جس میں نسب و قرابت کا کوئی دخل نہیں اور اس کے برعکس ایسی مثال اعلیٰ جس میں رشتہ و قرابت کا عمل و خل ہو تو اس میں عقول کے معیار بھی مختلف ہوتے ہیں یا اس لیے مختلف ہوا کرتے ہیں کہ شخصی اندازوں اور فیصلوں پر اثر ڈالنے والے اور غالب آنے والے متعدد روابط و صلات ہیں۔ اس مناسبت سے حاکمیت مطلقہ خدا تعالیٰ کے کلمات یعنی حق کے بنیادی اصولوں کے حصہ میں آئی جن کا منبع شریعت الٰہیہ ہے۔ وہ کسی انسان کے لکھوائے ہوئے نہیں۔ اسلام نے فطری طور پر اسی طریقہ کار کے مطابق مسلمانوں کی تربیت شروع کر دی۔ کیونکہ انسانوں میں بنیادی چیز مساوات ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے:

"اے لوگو اگر تمہیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تاکہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہیں ایک مقررہ معیاد تک پھر تمہیں نکالتے ہیں بچہ پھر اس لیے کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے ہی مر جاتا ہے اور کوئی سب میں نکمی عمر تک ڈالا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور زمین کو دیکھے مرجھائی ہوئی پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا ترو تازہ ہوئی اور ابھر آئی اور رونق دار جوڑا اگا لائی"

کسی طرح بھی کسی انسان کی یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اس گردش کے دائرہ

Marfat.com

سے نکل سکے۔ نیا بھائی چارہ جو اسلام کا قائم کردہ ہے وہ ایمانی بھائی چارہ ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا "إنما المومنون اخوة" "سوا اس کے نہیں کہ مسلمان ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں"۔ اس نئی برتری کا پیمانہ تقویٰ بنایا گیا نہ کہ حسب و نسب اور جاہ کو۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔

معاشی و مادی تفاوت ایک دوسرا معاملہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام اس کا اعتراف کرتا ہے مگر ایک طبقے اور دوسرے طبقے کے مابین ایک قوم اور دوسری قوم کے درمیان، اسی طرح ایک جنس اور دوسری جنس کے درمیان امتیاز کا قائل نہیں ورگرنہ بنیادی قضیہ سے ہمارا ٹکراؤ ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ورفع بعضکم فوق بعض درجات یہاں بعض کا لفظ انفرادی امتیاز کا پتہ دے رہا ہے نہ کہ طبقاتی اور جنسی تفاوت کا۔ ضروری تھا کہ اسلام اپنے پیروکاروں کی تربیت مخلوق کے مابین مساوات ایمانی، بھائی چارے، حق کی نگرانی میں اس بھائی چارے کی بالادستی اور برتری کے اس معیار کے مطابق کرے جس کی بنیاد تقویٰ اور عمل صالح ہے۔ قرآن پاک نے جو قصے بیان کیے ہیں وہ ہمارے لیے سامان عبرت ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے لقد کان فی قصصھم عبرۃ بے شک ان کی خبروں سے عقلمندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ ان کا مقصد آپ کی ثابت قدمی تھی۔

وکلا نقص علیك من انباء الرسل مانثبت به فوادك

"اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھنڈا ہو"

یہ ہیں حضرت نوح علیہ السلام جو اپنی قوم میں دعوت الی اللہ دیتے ہوئے ساڑھے نو سو سال گزارتے ہیں تو جب ان کی قوم پر عذاب نازل ہوا تو مثال کے طور پر کیا ان کی دلجوئی کی خاطر انہیں اس لحاظ سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا کہ ان کے جگر گوشے سے درگزر کیا جائے اور اسے معافی مل جائے۔ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کی نجات کے لیے یہ دعا کرتے ہوئے رب تعالیٰ کے حضور متوجہ ہوتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں رب ان ابنی من اھلی "اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے" یہ تھا تقاضائے بشریت مگر دین کے زیر سایہ اپنے بیٹے

Marfat.com

کے واقعی اہل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں وحی آسمانی کے ذریعے آپ نے اس وقت رہنمائی حاصل کی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے اس بات کی وضاحت فرما دی کہ خونی و نسبی رابطہ تعلق دین کے زیر سایہ ہی ترقی کی منازل طے کرتا ہے اور پھر وہ رابطہ آسمانی اور عمل صالح کے تعلق وار ابطہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی دعا کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح پھر اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہوئے انہیں دعا سے روک دیتے ہیں:

فلا تسئلن مالیس لك به علم انی أعظك ان تكون من الجاهلین قال رب انی اعوذ بك ان اسألك مالیس لی به علم والا تغفر لی و ترحمنی اكن من الخاسرین

"تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن عرض کی اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں خطاکار ہو جاؤں"

ہاں بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت تو موجود تھی مگر کافر کے لیے نہیں صرف مومن کے لیے جب کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اسی رحمت کے پیش نظر یہ مشیت ہوئی کہ یہ خوفناک منظر حضرت نوح علیہ السلام کی آنکھوں سے او جھل رہے۔ چنانچہ آپ کی بشری آنکھ اپنے بیٹے کے غرق ہونے کے اس غم زدہ منظر کا مشاہدہ نہ کر سکی جوان کے پدری جذبات کو ٹھیس پہنچا سکتا تھا چنانچہ ایک لہر اٹھی اور اس نے غرقابی کا یہ منظر آپ کی آنکھوں سے او جھل کر دیا۔ وحال بینهما الموج فكان من المغرقین "اور ان کے بیچ میں موج آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں میں سے ہو گیا"

انبیاء علیہم السلام کے قصے ان حقائق سے بھرے پڑے ہیں۔ پاس ان سے حصول عبرت کے لیے صرف بیدار مغزی اور سوجھا دینے والی توجہ کی ضرورت ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ باپ مومن ہے اور اس کی دعوت کا انکار اس کا قریب ترین یعنی بیٹا کر رہا ہے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com

کے قصہ میں معاملہ برعکس ہے۔ یہاں ہم باپ کو کفر کا حامی پاتے ہیں بلکہ وہ تو اس کے خادمین میں سے ہے۔ اسی طرح دیکھئے اب حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو کہ وہ اہل ایمان کی لشکر گاہ سے کنارہ کش ہو جاتی ہے اور کفر کی چھاؤنی میں آسن مارے بیٹھ رہتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو نجات عطا فرماتے ہیں اور سوائے ان کی بیوی کے باقی گھر والوں میں سے اس نجات سے کسی کو مستثنیٰ قرار نہیں دیتے۔ اس ضمن میں قرآن یوں ارشاد فرماتا ہے:

فانجیناہ واھلہ الاامرتہ کانت من الغابرین

"تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت رہ جانے والوں میں سے ہوئی"

یعنی وہ اگرچہ آپ کی بیوی تھی مگر اس کے کافر ہونے کے باعث اسے آپ کے گھر والوں میں شمار ہی نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد اس موازنہ کی تصویر ہمیں ایک اور خاتون میں نظر آتی ہے اور وہ ہیں فرعون کی بیوی بنیئے وہ اپنے ازدواجی تعلقات کے خلاف بغاوت کر دیتی ہیں کیونکہ ان کا ایمان انہیں اس سے ایک اعلیٰ وارفع تعلق تک پہنچادیتا ہے اور وہ حالت ایمان میں خدا تعالیٰ کے حضور آہ وزاری کرتی ہیں کہ وہ انہیں فرعون اور اس کے عمل سے نجات عطا فرمائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتی ہیں کہ وہ اپنے ہاں جنت میں ان کے لیے گھر بنادیں جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے:

رب ابن لی عندك بیتا فی الجنة

"اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا"

کتنا ہی شیریں ہے ان کے حق میں ابن قیم کا یہ قول کہ انہوں نے دار (گھر) سے پہلے جار (پڑوسی) کا انتخاب کیا۔ جب کہ انہوں نے یہ کہا عندك بیتا (تیرے ہاں گھر) ولم تقل بیتا عندك اور یہ نہ کہا ایک گھر تیرے پاس یعنی پہلے گھر عطا کرنے والے کا ذکر کیا اور بعد میں گھر کا۔ جب اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اس قسم کی مثالیں بیان فرماتے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حسن وخوبی کے نشان ہائے راہ ہمارے سامنے اجاگر ہو جائیں اور ہم اپنی زندگیاں اور پھر ہر سطح پر اپنے خاص وعام تعلقات اللہ تعالیٰ کے اس طریقے کے مطابق استوار کرلیں جس کے مطابق اس نے ہماری تربیت فرمائی ہے۔

Marfat.com

مسلمان وحی کے اسباق سیکھتے تھے اور صرف خوش ہی نہیں ہو جاتے تھے اور بس اور یہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ ان کی زندگیوں یا ان کے حالات وواقعات زندگی میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ بلکہ ان کے برعکس مکمل طور پر اعلیٰ نمونے، بنیادی قواعد اور معرفت وحکمت کے خزینے جو اسلام ان کے سامنے پیش کر رہا تھا فوراً ہی ان کی عقلوں، ان کے دلوں اور ان کی زندگی کے واقعات وحالات پر اثر انداز ہوتے تھے۔ انہوں نے انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء حضرات میں سے جو حق وایمان کے پیروکار رہے، کی طرف سے ان سب : نمونوں اور امثال قرآنی کے بارے میں سنا تو انہوں نے اپنی زندگیوں میں انہیں عملی جامہ پہنایا۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دینے اور اس کا شریک نہ ٹھہرانے کے بعد اسلام نے کسی چیز پر اتنی شدت اختیار نہیں کی، جتنی شدت والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں کی۔ مگر ایک بات ضرور ہے کہ اگر ایک مومن پر یہ ظاہر ہو جائے کہ والدین کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ایک ایسا معاملہ بن چکا ہے جس سے ان کے ساتھ حسن معاملت اور فرمانبرداری کا مسئلہ خطرے میں پڑ چکا ہے تو پھر اس وقت اسلام اس گمان کی تصحیح کا بیڑا اٹھاتا ہے اور مسلمان کو حکم دیتا ہے کہ وہ ایمان جیسے عظیم مسئلہ میں ان کی اطاعت سے باز رہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا ضرور خیال رکھے کہ اچھے طریقہ سے اور موافق شرع ان کے ساتھ ہم رکابی اور دمسازی میں خلل نہ آنے پائے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اس نقطہ نظر پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے :

وان جاهداك على ان تشرك بى ماليس لك به علم فلا تطعهما

اس تعلق کے قوی ہونے کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس کی جڑیں طبیعت وفطرت سے پھوٹتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ اس رابطہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ اس خونی، نسبی اور قبائلی تعصب جس کا جاہلی معاشرہ شکار تھا کی روح اور اصل سے موافقت رکھتا ہے۔ اس حقیقت کی روشنی میں ہم اس تعلق میں جس کو اسلام نے اعلیٰ وارفع بنا دیا ہے عظیم تبدیلی محسوس کرتے ہیں۔

اس کی مثال وہ واقعہ ہے جو صحابی جلیل حضرت سعد بن ابی وقاص اور ان کی والدہ کے مابین پیش آیا۔ جب ان کی ماں کو خبر پہنچی کہ وہ مشرف بہ ایمان ہو چکے ہیں اور

Marfat.com

انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کی اتباع اختیار کر لی ہے تو اس نے ان کو دھمکی دی کہ اگر وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین کی طرف واپس نہ آئے تو وہ بھوک ہڑتال کر دے گی۔ اور جب تک دم میں دم ہوگا نہ کچھ کھائے گی، نہ پئے گی۔ تاوقتیکہ موت کی آغوش میں نہ چلی جائے، اور کہنے لگی کہ اگر ایسا ہوا تو میری وجہ سے تمہیں ہمیشہ عار دلایا جاتا رہے گا اور تمہیں اپنی ماں کے قاتل کے نام سے پکارا جائے گا۔ یہ کتنی بڑی خوفناک بات تھی۔ مگر اس کے مقابلہ میں وہ کیا کرتے ہیں فی الحقیقت مسئلہ ایمان کے سامنے اس خوف کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ ان کی والدہ اپنی اس دھمکی میں سنجیدہ ہیں تو بیٹے جیسی شفقت اور مومن جیسے یقین کے ساتھ اس سے کہا اے ماں کیا تو جانتی ہے کہ خدا کی قسم اگر تیری سو جانیں بھی ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکل جائیں تو بھی میں اس دین سے نہیں پھروں گا۔ جب ماں نے حق کی شدت دیکھی تو اپنے فیصلے سے دست بردار ہو گئی۔ ابن سعد الزہری نے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب ابو سفیان بن حرب جناب رسول کریمؐ کی خدمت میں مدینہ منورہ آئے اس وقت آپ مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ابو سفیان نے یہ پیشکش کی کہ آپ ﷺ صلح حدیبیہ کی معیاد میں توسیع فرما دیں۔ مگر جناب رسول کریمؐ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ وہ اٹھے اور اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ جب جناب نبی کریم کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے تو انہوں نے اس کو تہہ کر دیا۔ ابو سفیان نے کہا اے بیٹی کیا مجھ سے یہ بستر دور کر رہی ہو یا مجھے اس بستر سے دور رکھنا چاہتی ہو۔ تو وہ بولیں یہ تو جناب رسول کریم کا بستر مبارک ہے اور آپ نجس اور مشرک انسان ہیں۔ اس نے کہا اے بیٹی میرے گھر سے رخصت ہونے کے بعد تم مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہو۔ ایسے ہی ''البدایۃ'' میں آتا ہے۔ ابن اسحاق نے بھی بغیر اسناد کے اس طرح کی حدیث روایت کی ہے مگر اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے فلم احب ان تجلس علی فراشہ ''میں یہ پسند نہیں کرتی کہ تو آپؐ کے بستر مبارک پر بیٹھے''

اس منہج اور طریقہ کار کے مطابق تربیت حاصل کرنے کے بعد جس میں مسلمان ان انسانی خواہشات سے بلند تر ہو گئے جوان پر مکمل طور پر غالب تھیں اور اس کے بعد جب وہ ایک اعلیٰ وارفع مثال اور نمونہ زندگی کی طرف منتقل ہو گئے جوان سے

Marfat.com

تمام سلیقہ ہائے زندگی، خداداد صلاحیتوں اور خواہشات پر حق کے نام سے پوری طرح اثر انداز و کار فرما ہیں تو یہ تربیت بلاشبہ مثال اعلیٰ کی رفعتوں کا ہی ایک شاخسانہ ہے اور ان کا ماخذ اعلیٰ نمونہ کی رفعتیں ہی ہو سکتی ہیں۔ پہلا تعلیمی تجربہ دار ارقم میں مکہ کی گھاٹیوں اور وادیوں میں عقیدہ کی رشتہ داری، ایمانی اخوۃ اور مدرسہ نبویہ کی ابتدائی اور بنیادی تعلیمات پر مشتمل تھا۔ بعد ازاں مدینہ میں یہ تجربہ ہوا۔ اس کے اثرات ان کے شعور میں اس بانگ بلند کے ساتھ گونج رہے تھے: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اسے دشمن کے سپرد نہیں کرتا اور نہ ہی اسے بے مدد چھوڑ دیتا ہے۔ کوئی بھی مسلمان جو کسی دوسرے مسلمان بھائی کو کسی ایسے موقع پر بے مدد چھوڑ دے جہاں اس کی حرمت کا پردہ چاک ہونے کا اندیشہ ہو اور اس کی عزت میں بٹہ لگتا ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اسے بے مدد چھوڑ دیں گے جہاں وہ یہ پسند کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال رہے''۔ اور جو بھی مرد مومن جب کسی ایسے موقع پر اپنے دوسرے مومن بھائی کی مدد کرتا ہے اور اس کی عزت کو بچانے کی کوشش کرتا ہے جہاں خود اسے اپنی پردہ دری کا خطرہ ہو اور اس کی عزت کو بٹہ لگتا ہو تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد فرماتے ہیں جہاں وہ اس کی مدد کا طالب اور متمنی ہوتا ہے۔ دار ہجرت میں بھائی چارے کا عمل ایک دوسرے تجربے کی حیثیت سے سامنے آیا۔ اس موقع پر وہ اخوت ایمانی، طبیعت اور شعور میں جو مستحکم ترین اور مضبوط ترین چیز تھی اس پر بھی سبقت اور برتری حاصل کر گئی اور یہ اسی کا صدقہ تھا کہ ایک انصاری اپنے مہاجر بھائی سے کہتا ہے ''یہ میرا مال حاضر ہے۔ میں نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تو اس میں سے اپنا حصہ لے لے اور یہ میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جو بہتر ہے تو چن لے۔ میں اسے تیری خاطر طلاق دے دیتا ہوں وہ عدت گزارے گی اور مدۃ عدت گزرنے کے بعد اس سے نکاح کر لینا''۔ مگر مہاجر بھائی لالچ میں آکر یہ نہیں کہتا کہ ''لائیے'' بلکہ اس کے برعکس اس پیشکش کا یوں جواب دیتا ہے ''جزاك اللہ خیرا'' (اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ تجھے نیک بدلہ دے) میں تو ایک تاجر آدمی ہوں مجھے بس بازار کا راستہ بتا دیجئے۔ چنانچہ وہ وہاں جا کر کام کرنے لگ جاتا ہے اور اس نئے بھائی چارے کے زیر سایہ اپنی ایک نئی مبارک زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ اس کے بعد اس ایمانی

Marfat.com

اور دینی رشتہ کا بہت سخت اور کڑا امتحان ہوتا ہے۔ معرکہ بدر پیش آجاتا ہے۔ ایک آدمی کفر کے لشکر میں شامل ہے۔ وہ میدان جنگ میں اسلامی لشکر میں شامل اپنے بھائی، اپنے باپ یا قریبی رشتہ دار کو اپنے قریب اور اپنے سامنے دیکھ پاتا ہے۔ مگر اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ خونی اور خاندانی تعلق ہے۔ اب ہم اس معرکہ کی روئیداد اس کے ایک عینی شاہد کی زبانی سنتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا اپنے باپ سے کہتا ہے کہ میں آپ کو میدان بدر میں دیکھتا تھا۔ مگر آپ سے منہ پھیر لیتا تھا۔ ان کا وہ بیٹا اس وقت مشرکین کی فوج میں شامل تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کیا ہی خوب جواب دیا۔ فرمایا "سو خدا اگر میں تجھے دیکھ پاتا تو یقیناً تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیتا" مشرکین تو اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ دیتے ہیں اور ان سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں مگر مسلمان، تمام لوگوں میں سے اپنے قریب ترین کو بھی قتل کرنے میں ہرگز تردد نہیں کرتا کیونکہ وہ اب اس کا قریبی رہا ہی نہیں۔ اور اس کے بجائے اس کا ایک مسلمان بھائی اسلامی اخوت کی وجہ سے اس کا قریبی بن چکا ہے۔ اب خونی قرابت عقیدہ کی قرابت میں بدل گئی ہے۔ لیجیے سنئے ایک مسلمان کی جو ایک مشرک کو قیدی بنا لیتا ہے اور اس کے فدیہ کا خواہش مند ہوتا ہے۔ چنانچہ اس دن ابو عزیز بن عمیر کو قیدی بنا لیا گیا۔ یہ مصعب بن عمیر کا باپ کی طرف سے بھائی تھا اور یہ محرز بن فضلہ کے ہتھے چڑھ گیا مصعب نے محرز کو ہدایت کی کہ اس پر اپنی گرفت سخت رکھنا۔ کیونکہ اس کی ماں مکہ میں ہے اور بہت مالدار ہے۔ یہ سن کر ابو عزیز نے اس سے کہا اے میرے بھائی کیا میرے حق میں آپ کی یہی دو وصیتیں ہیں؟ مصعب نے جواب دیا تیرے بجائے اب محرز میرے بھائی ہیں۔ جب اس کی ماں کو خبر پہنچی تو اس کے لیے بطور فدیہ چار ہزار درہم یا دینار بھیجے۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں صحابہ کرام نے جناب رسول پاکؐ کی خدمت اقدس میں کیا کیا عرض داشتیں پیش کی تھیں۔ سنئے یہ عبداللہ بن رواحہ ہیں جوان کو زندہ جلا دینے کا مشورہ دیتے ہیں اور یہ حضرت ابوبکرؓ ہیں جنہوں نے اگرچہ رشتوں اور قرابت کا پاس کیا مگر صرف اسی قدر جس قدر انہیں اللہ تعالیٰ سے یہ امید تھی کہ وہ ایمان کے لیے ان کے سینے کھول دیں گے اور انہیں نعمت ایمان نصیب ہوگی۔ نیز ان کی طرف سے ادائیگی فدیہ مسلمانوں کے لیے مالی

Marfat.com

تقویت کا باعث بھی بنے گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام نے رشتہ داری کے تعلق اور نسبت کو بالکل باطل نہیں کیا مگر اسے ایک وسیع دائرہ میں داخل کر دیا تاکہ اس کی پاس داری اور اس کا استعمال ایک سند اور ایک سرٹیفکیٹ کی حیثیت حاصل کر لے جسے مجموعی اسلامی قوت کے ساتھ ضم کر دیا جائے۔ پھر یہ ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس معنی و مقصد کو اور پختہ بناتے ہیں جس کے بارے میں ہم بات کر رہے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس آزادانہ انداز کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں جس کے مطابق جناب رسول کریم ﷺ نے ان کی تربیت فرمائی تھی۔ عرض کرتے ہیں نہیں بخدا یا رسول اللہ ان قیدیوں کے معاملہ میں میری رائے وہ نہیں جو حضرت ابوبکر کی ان کے بارے میں ہے بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ فلاں شخص کو میرے قبضہ میں دے دیجئے (یہ حضرت عمرؓ کا رشتہ دار تھا) میں اس کی گردن مار دوں گا۔ حضرت علیؓ کے قبضہ میں عقیل کو دے دیجئے وہ ان کی گردن مار دیں گے۔ اسی طرح حضرت حمزہ کو اپنے بھائی پر قادر بنایئے وہ اس کو قتل کر دیں تاکہ اللہ تعالیٰ یہ مشاہدہ فرمائیں کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی نرمی نہیں۔ آج جب ہم بحیثیت افراد اور اقوام اور ممالک کے مسلمانوں کی حقیقت حال پر غور و فکر کریں تو ہمیں عملی تگ و تاز اور طریقہ کار سے ہٹ کر نہایت ہی تنگ دائرہ کار میں گھٹیا احساسات کی طرف تنزلی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ کیا قومیت نے دین سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے؟ کیا قبیلہ طبیعت پر مسلط ہو چکا ہے؟ کیا ملک پرستی ہمارے نظام حیات میں دائمی اور لبدی اصولوں سے سرکشی اختیار کر چکی ہے۔ ہم مال کی وجہ سے ایک دوسرے سے گتھم گتھا اور برسرپیکار ہیں۔ وطن کے نام پر نازاں ہیں اور قومیت کو عقیدہ پر غالب کرتے ہیں۔ سنو ہر فرد، ہر جماعت اور ہر مسلمان قوم کے لیے وقت آن پہنچا ہے کہ وہ ایمان اور عقیدہ پر مبنی قرابت کے جھنڈے کو بلند کرے اور اپنے دشمن سے بڑے اعتماد، حق، بڑی قوت اور خودداری کے جذبے کے ساتھ درج ذیل عقیدہ کے ساتھ اپنی نسبت اور دین اسلام کے لیے اپنے محبت و صداقت رکھنے کا برملا اعلان کرتے ہوئے کہے:

انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح

"اور اپنے ایک مسلمان بھائی سے کہے یہ میرا اسلامی بھائی ہے"

Marfat.com

باب :13

آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے

کیا ہی کہنے اس قطعہ زمین کے جس کو اللہ تعالیٰ نے مبارک بنایا ہے اور اس کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ وہ اس کے محبوبوں میں سے محبوب ترین اور رسولوں میں سے قریب ترین اور اپنی ساری مخلوق میں سے برگزیدہ ہستی (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) کی جائے ولادت بنے تو ضروری تھا کہ وہ ایک ایسا شہر ہو جس کی وضع قطع اور ہیئت وہ خود تیار کرے اور اس کی منزل و مکان کو اس شرف سے فیض یاب ہونے کا اہل بنائے جس کے اوپر کوئی شرف ہے ہی نہیں۔ وہ ایک ایسے سورج کا مطلع بنے جس کی مثل آسمان ہدایت اور آسمان صالحات میں کبھی بھی کوئی سورج کا طلوع ہوا ہی نہیں اور نہ ہوگا۔ جب تک کہ لوگ رب العالمین کے حضور نہ کھڑے ہو جائیں اور یہ زمین اور آسمان بدل نہ جائیں۔ مکہ معظمہ سے بڑھ کر اس سعادت مندی اور فیض یابی کے لائق اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر موجود ہے۔ وہ سب سے عظیم گھر ہے جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔ بلاشبہ صرف اور صرف مکہ ہی وہ جگہ ہے جو اس لائق تھی کہ وہاں خاتم الانبیاء اور اعظم الرسل کی ولادت مبارک ہو اور یہ وہ رسول ہیں جو تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں اور جن سے پہلے کوئی بھی رسول تمام مخلوق کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا اور جب کہ مکہ ہی وہ مبارک سرزمین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے چنا ہے کہ وہاں کے ساکنین کو امن والے حرم میں جگہ دے۔ حالانکہ ان کے ارد گرد کے لوگ اچک لیے جاتے ہوں۔ تب تو وہ اکیلا ہی اس لائق ہے کہ اس ہستی کی

Marfat.com

جائے ولادت ہونے کا شرف حاصل کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے اور اسے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ جب افضلیت کا اعتبار ہے تو پھر کیوں نہ مدینہ منورہ آپ کی جائے ولادت بنتا۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ علماء کے درمیان مکہ مکرمہ کے افضل ہونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کچھ علماء وہ ہیں جن کی رائے یہ ہے کہ مدینہ منورہ افضل ہے کیونکہ اگرچہ آپؐ پیدا تو مکہ میں ہوئے مگر مدفون مدینہ منورہ میں ہیں اور اس پر طرح یہ کہ مکہ معظمہ نے تو آپ کو نکالا مگر مدینہ منورہ نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی۔ اس کے علاوہ اور بھی حقائق ہیں مگر راجح یہ ہے کہ مکہ مکرمہ ہی زمین کے سب حصوں سے افضل ہے سوائے اس حصہ کے جو آپ کے جسم اطہر کو مدینہ منورہ میں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ضابطہ و قانون یہ ہے کہ ہمیشہ جگہیں اس شخصیت سے برکت حاصل کرتی ہیں جس کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتی ہیں۔ اس ضمن میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے: و اتخذوا من مقام ابراھیم مصلی "ابراہیم علیہ السلام کے موضع قیام کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ"۔ ارشاد ربانی ہے: لمسجداسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ رجال یحبون ان یتطھروا "اس مسجد کی برکت محض اسی پر ہی نہیں کہ پہلے دن سے ہی اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی بلکہ یہ برکت ان ہستیوں کی وجہ سے بھی زیادہ ہوتی رہی جو یہ پسند کرتی تھیں کہ پاکیزگی حاصل کریں"۔ فیصلہ کن قول کے پیش نظر اور حتمی رائے کے مطابق یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ سب جگہوں سے افضل جگہ وہ ہے جس کو آپ کا جسد شریف مس کر رہا ہے۔ اسی طرح راجح یہ ہے کہ باقی جگہوں سے مکہ افضل ہے۔

کعبہ مسلمانوں کا قبلہ اور آپؐ کی ذات اسلام کا قبلہ ہے

مگر یہاں ہم جس چیز کے درپے ہیں اور جو چیز ہمارا محو فکر ہے وہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ لوگوں کے دلوں کے جھکنے کی جگہ ہے اور وہ قبلة المسلمین ہے۔ نماز میں اگر کسی نے قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف منہ کر لیا تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور آپ کی ذات رسول اسلام ہے جس نے آپ کے علاوہ کسی اور کا رخ کیا وہ گھاٹے میں رہا اور جس نے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ اس

Marfat.com

پہلو سے آپ کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان تعلق کامل ہے۔
اس کے علاوہ کیا مورخین کا اس پر اجماع ہے کہ مکہ مکرمہ آپ کی جائے ولادت ہے؟ آپ اس سوال کا جواب مثبت بھی دے سکتے ہیں اور منفی بھی۔ ہم کہتے ہیں کہ "نہیں" کیونکہ مورخین سے اس میں اختلاف منقول ہے۔ اور ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ "ہاں" آپ کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ مورخین کا اس پر اجماع ہے کیونکہ اختلاف کی کوئی قیمت اور وزن نہیں۔ حافظ مغلطائی الحنفی اپنی کتاب "الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ تاریخ من بعدہ من الخلفاء" (حرم مکی شریف کی لائبریری کے مخطوطات سے ہے) میں کہتے ہیں: ویقال بعسفان یعنی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ عسفان میں پیدا ہوئے مگر توجہ طلب امر یہ ہے کہ وہ اس روایت کو کمزور صیغہ کے ساتھ لائے ہیں جو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ وہ نہ تو اس کا قول کرتے ہیں اور نہ ہی اسے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ایسے صیغہ کے ساتھ روایت ہمیشہ ضعیف ہوا کرتی ہے۔ غالبا وہ لوگ جو یہ رائے رکھتے ہیں کہ آپ عسفان میں پیدا ہوئے باوجود اس روایت کو کمزور سمجھنے کے وہ اس کا سہارا لیتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب حضرت آمنہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ حاملہ تھیں۔ انہوں نے اس لشکر کی طرف سے جو ابرہۃ حبشی کعبہ شریف کو منہدم کرنے کے ارادہ سے لایا تھا، انہیں تکلیف پہنچنے کے خطرہ کے پیش نظر ان سے مطالبہ کیا کہ وہ قریش کے دیگر افراد کے ہمراہ شہر مکہ سے مکہ کے پہاڑوں اور گھاٹیوں کی طرف کوچ کرنے کی تیاری کر لیں۔ مگر حضرت آمنہؓ نے اپنے گھر سے نکلنے سے انکار کر دیا۔ ان پر یہ بات سخت ناگوار گزری کہ وہ بیت الحرام سے دور اپنے باپ کے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ اپنا بچہ جنیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگ گئیں کہ وہ ابرہۃ اور اس کے لشکر کو شکست سے دوچار کر کے ذلیل ورسوائی کے ساتھ مکہ مکرمہ اور اس کے کعبہ مشرفہ سے بھگا دے۔ اس علی وقدیر نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ابرہۃ اور اس کے لشکروں کو شکست فاش دی اور انہیں ان ابابیل پرندوں کے ذریعے جو ان پر چھوڑے گئے تھے اور وہ انہیں سوکھی مٹی کے پتھروں سے مارتے تھے۔ کھائے ہوئے بھس کی مانند بنا دیا۔ اب جو سوال ہمارے ذہن میں ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے حبشی کے خوف وہراس کے دوران مکہ چھوڑنا

Marfat.com

گوارا نہ کیا اور ابرھتہ اور اس کے لشکر کی آمد پر بھی نہ گھبرائیں اور ایمان و ایقان کے ساتھ مکہ مکرمہ رہنے پر ہی مصر رہیں تاکہ اپنے بچہ کو اپنے باپ کے اس گھر میں جنم دیں جو حرم کعبہ کے پڑوس میں واقع تھا تو پھر کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے جب خطرہ آپ کے سر سے ٹل گیا ہو تو اس وقت آپ مکہ کو خیر باد کہہ کر عسفان جا کر اپنے بچے کو جنم دیں اور حال یہ ہو کہ وہاں آپ اکیلی ہوں، مسافرہ اور اجنبیہ ہوں اور اپنے گھر والوں اور بچہ کے گھر والوں سے دور ہوں اور اس پر مزید اس کمزوری کو بھی لیجئے جو زمانہ حمل میں عمومی طور پر عورتوں کو لاحق ہوا کرتی ہے۔ یہ چیز بھی حضرت عبدالمطلبؓ کی طرف سے آپ کو گھر چھوڑنے کی نصیحت کی راہ میں رکاوٹ کا سبب بنی ہوگی۔ اس سے بڑھ کر وہ خوف جو بچہ کے بارے آپ کو تھا کہ کہیں معاذ اللہ بچہ سفر کی مشقت، تھکاوٹ اور حرکت کے باعث ساقط نہ ہو جائے، مانع ہوا۔ مکہ مکرمہ سے دور آپ کی پیدائش کے قائلین کے قول کو کمزور ثابت کرنے والی چیزوں میں سے وہ چیز بھی ہے جس کی طرف بعض آیات شریفہ کا مفہوم اشارہ کر رہا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں :

وکای من قریة هی اشد قوة من قریتك التی اخرجتك اهلکنا هم فلانا صر لهم (سورہ محمد الایۃ ۱۳، القرآن الکریم)

”اور کتنے ہی اس شہر سے قوت میں زیادہ تھے جس نے تمہیں تمہارے شہر سے باہر کیا ہے ہم نے انہیں ہلاک فرمایا تو ان کا کوئی مددگار نہیں“

مفسرین کرام کا اس حقیقت پر اجماع ہے کہ اس آیت کریمہ میں متعینہ قریۃ شہر مکہ مکرمہ ہی ہے۔ تاریخ بھی اس کی گواہی دیتی ہے اور اس میں کسی دو کا بھی اختلاف نہیں۔ قریۃ کی اضافت کے پیش نظر ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ”من قریتك“ کا مشاہدہ کیا ہے اور ہم اس حتمی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس میں ضمیر مخاطب کے مصداق جناب نبی کریم ﷺ ہی ہیں۔ یہ نسبت و اضافت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ یہی وہ شہر ہے جہاں آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ ویسے عرف عام میں تو اس قریے یا بلد کی نسبت اس انسان کی طرف نہیں کی جاتی جس میں وہ پیدا ہی نہ ہوا ہو۔ بلکہ عموماً

Marfat.com

اس قسم کی اضافت سے یہ مراد ہوتا ہے کہ وہ بستی جس کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے اس کا موضع ولادت اور محل پیدائش ہے۔ اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

ان الذی فرض علیك القران لرادك الی معاد

مفسرین حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ آیت کریمہ کلمہ "معاد" سے اگر کوئی شہر مراد لیا جائے تو وہ مکہ معظمہ ہی ہو سکتا ہے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ شہر مکہ مکرمہ ہی آپ کی جائے ولادت نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو یہ بشارت نہ دیتے کہ وہ آپ کو ایک نہ ایک دن اس کی طرف واپس لوٹا لائیں گے۔ اس آیت شریفہ کے نزول کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کی جدائی گوارا کر لی حالانکہ وہ آپؑ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں میں سے محبوب ترین شہر تھا۔ یہ رضا مندی اور قبولیت محض اسلام کی اشاعت اور دولت اسلامیہ کی بنیادوں کو مستحکم بنانے کے پیش نظر تھی اور وہ بھی اس وقت جب کہ قریش کی ایذا رسانی، ان کے عناد، انکار، بت پرستی اور کفر پر اصرار کے باعث یہ چیز مشکل ہو گئی تھی۔ جناب رسول کریم ﷺ نے اپنے رفیق صدیق کی معیت میں جب کہ وہ دونوں حضرات بہ ارادہ ہجرت نکلے مکہ مکرمہ اور اس کے بیت عتیق کی طرف نظر بھر کے دیکھا اور فرمایا "بخدا اللہ تعالیٰ کی ساری زمین سے بڑھ کر تو مجھے عزیز ہے۔ اگر تیرے ساکنین نے مجھے اپنے ہاں سے نکال نہ دیا ہوتا تو میں از خود وہاں سے نہ نکلتا" یا تھوڑی دیر سفر کرنے کے بعد آپ کے دل مبارک میں مکہ معظمہ کا بہت اشتیاق پیدا ہوا۔ آپ نے اپنی جائے ولادت کو یاد کیا تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپؑ سے پوچھا "کیا آپ کو اپنے شہر اور اپنی جائے ولادت کا شوق ہوا ہے" تو آپ نے فرمایا "ہاں بے شک"۔ تو یہ آیت اتری ان الذی فرض علیك القران لرادك الی معاد اب جو بات ہمارے لیے ضروری قرار پاتی ہے اور جس پر ہمیں اپنی توجہ مرکوز کرنا چاہیے وہ جبریل علیہ السلام کا یہ قول ہے اشتقت الی بلدك و مولدك "کیا آپ اپنے شہر اور اپنی جائے ولادت کے مشتاق ہوئے ہیں' جبریل علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو آپؐ کا شہر اور موضع ولادت قرار دیا ہے اور ہے بھی وہ بلا شبہ ایسا۔ اور ایسے ہی قرآن کریم سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مکہ مکرمہ ہی آپؐ کا شہر اور آپ کی جائے ولادت ہے۔ (صلوات اللہ و سلامہ علیہ) اس طرح سے حدیث شریف سے بھی

Marfat.com

اسی قسم کا اشارہ ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں ثوبیہ کی آزادی کا قصہ وارد ہوا ہے۔ یہ ابولہب کی لونڈی تھیں جو نہی یہ اپنے آقا کے پاس ولادت کی خوشخبری لے کر پہنچیں اس نے اس کو آزاد کر دیا۔ یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ جس گھر میں ولادت مبارکہ پایہ تکمیل کو پہنچی وہ گھر اگر ابولہب کے گھر سے دور ہوتا تو ثوبیہ اسی وقت آناً فاناً یہ خبر وہاں نہ پہنچا سکتیں پھر ایک اور حقیقت جو اس بات کی تصدیق کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ جناب رسول کریم علیہ کا دولت کدہ اور ابولہب کا گھر ایک ہی گھاٹی میں ایک دوسرے کے پڑوس میں واقع تھے اور یہی وہ روایت ہے جو ابولہب کی بیوی ام جمیل سے مروی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ام جمیل کس طرح گندگی اور اوجھریوں کا مواد جناب رسول کریم علیہ کے گھر کے سامنے ڈالتی اور جب آپ کا وہاں سے گزر ہوتا تھا تو کیسے لکڑیاں اور کانٹے اٹھا کر آپؐ کے راستہ میں پھینک دیتی تھی۔ یہ سارا قصہ ''سورہ مسد'' میں وارد ہوا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

تبت یدابی لھب. و تب ما اغنیٰ عنہ مالہ وماکسب سیصلی نار اذات لھب وامرتہ حمالۃ الحطب فی جید ھا حبل من مسد

یہ سب کچھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں گھر ایک دوسرے کے قریب تھے اسی وجہ سے فوری طور پر ثوبیہ کے لیے ولادت کی خبر پہنچانا آسان ہو گیا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے سردار حضرت محمدؐ کا دولت کدہ مکہ مکرمہ میں موجود تھا اور اسی میں آپؐ پیدا ہوئے تھے۔ اس پر وہ دلیل شاہد ہے جو واضح دلائل میں سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ وہ گھر تھا جس پر آپؐ کے مدینہ منورہ ہجرت فرما جانے کے بعد عقیل بن ابی طالب نے قبضہ کر لیا تھا اور اسی کی طرف حدیث شریف اشارہ کرتی ہے۔ (''اور کیا عقیل نے کوئی گھر چھوڑا'') اسی کی بنیاد پر ابن قیم نے ''زاد المعاد'' میں کہا لا خلاف فی انہ ولد بجوف مکۃ ''اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ آپؐ کی ولادت مبارکہ شہر مکہ کے گڑھ میں ہوئی''۔ ابن قیم اچھی طرح جانتے تھے کہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر ان کا خیال تھا کہ یہ اختلاف ایک ایسا اختلاف ہے جو لائق ذکر ہی نہیں۔ مگر علمی امانت کے طور پر اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ نہ کہ بحث وجدال کے لیے۔

Marfat.com

ایسے ہی طبری نے بھی کہا ہے وہ ان جگھوں کا نقشہ پیش کرتے ہیں جن کی زیارت مستحب ہے اور ان میں سے سر فہرست وہ گھر ہے جس میں سیدنا رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی اور ہجرت کے زمانہ میں اس پر عقیل بن ابی طالب نے قبضہ کر لیا۔ اسی طرح مورخین کا آپ کی ولادت کے بارے میں بھی اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا آپ کی ولادت اندرون مکہ ہوئی یا بیرون مکہ۔ اسی طریق سے مکہ مکرمہ میں خاص جگہ کے تعین میں بھی اختلاف ہے۔ اس بارے میں ان کے بہت سارے اقوال مروی ہیں۔ ہم انشاء اللہ مناسب وقت میں اس موضوع کی طرف دوبارہ لوٹیں گے جو بات اس وقت ہمارا ھدف اور مطمح نظر ہے وہ یہ ہے کہ آیا یہ اختلافات ان مختلف النوع آرا میں سے کسی معین رائے کی صحت پر پختہ یقین کو ناممکن یا کم از کم مشکل بناتے ہیں؟ خصوصاً جیسا کہ عبد اللہ العیاشی المغربی جن کی وفات گیارہویں صدی ہجری کے اواخر میں ہوئی کہتے ہیں کہ ولادت باسعادت چونکہ زمانہ جاہلیت میں ہوئی اور اس زمانہ میں عرب لوگ جگھوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے تھے اور نہ ہی انہیں اپنے حافظہ میں برقرار رکھتے۔ بلکہ ایسا کرنا ان کے لیے کوئی آسان کام بھی نہ تھا۔ خصوصاً اس وقت جب کہ ان جگھوں کے ساتھ ان کی کوئی ذاتی مصلحت اور غرض وابستہ نہ ہوتی حتی کہ اس وقت تک بھی جب اسلام کا ظہور ہوا اور مسلمان جہاد اور شریعت کی محافظت میں مصروف ہو گئے تو وہ بھی ان عمارات اور اماکن سے لاپرواہ ہو گئے۔ سوائے ان کے جن کے ساتھ کسی عمل شرعی کا تعلق تھا۔ تو پھر کیا یہ حقیقت اس مکان کے تعین کو جس میں جناب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے ناممکن یا مشکل بناتی ہے۔ اگر آپ کی ولادت مبارکہ کے ساتھ بہت ساری چیزیں متعلق نہ ہوتیں جو اس کے محل وقوع کے عام ہونے کو ناممکن بناتی ہیں اور یقینی طور پر اس کی تعین کے سلسلہ میں حیرت کو دور کرتی ہیں تو یہ ممکن تھا کہ ہم اس حقیقت کو تسلیم کر لیتے خواہ مبداء کی حیثیت سے ہی اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ واقعات کے ساتھ جب ادھر ادھر کے امور متعلق ہوں تو حافظہ میں ان کی پختگی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور تاریخ میں وہ اور زیادہ واضح مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ ان واقعات کا انسانی ذہنوں اور یادوں میں نقش ہو جانا اور تاریخ میں ایک مقام حاصل کر لینا اس شخص یا اشخاص کی اہمیت کے مطابق ہوا کرتا ہے جس کے آسان

Marfat.com

میں یہ واقعات گردش کرتے ہیں اور انہیں سے متعلق ہوا کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا آپؐ کے نقوش پا کی تلاش میں رہنا

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہر اس مسجد جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی ہوتی جناب رسول اللہ ﷺ کے نقوش پا کی چھان بین کیا کرتے اور ہر وہ راستہ جس سے جناب رسول کریم ﷺ کا گزر ہوا تھا اپنی اونٹنی کو روک کر اس میں فکر و تامل کرتے۔

جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ میں یہ اس لیے کرتا تھا کہ کہیں خدانخواستہ میری اونٹنی کے کھر جناب رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی مبارک کے کھروں کے بعض نشانات کے اوپر نہ پڑ جائیں۔ اسے زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے۔

(دیکھئے تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۱۷۲)

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر ہر اس جگہ میں جہاں آپؐ نے کبھی نماز پڑھی ہوتی وہاں نقوش پا کی تلاش کرتے اور ان کا پیچھا کرتے۔ حتی کہ جناب رسول کریم ﷺ ایک دفعہ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اس درخت کی حفاظت اور دیکھ بھال کیا کرتے۔ اس کی جڑوں میں پانی ڈالا کرتے کہ کہیں خشک نہ ہو جائے۔ (اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۳۴۳، سیر النبلاء، ج ۳، ص ۲۱۳)

ابن وہب نے بروایت امام مالک جنہوں نے ان سے حدیث بیان کی تھی روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضور اکرم ﷺ کے حکم، آپ کے آثار اور آپؐ کے حالات کا اتباع کیا کرتے۔ اور ان کا بڑا اہتمام رکھتے۔

عاصم الاحول عمرہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کو جب کوئی دیکھتا تو ان کے آثار نبی ﷺ کی بڑی شدت کے ساتھ پیچھا کرنے کی وجہ سے کہتا کہ انہیں کچھ ہو گیا ہے۔ اور حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں: کوئی شخص بھی حضور ﷺ کے نقوش پا کی آپ کی قیام گاہوں میں اتنی چھان بین نہیں کرتا تھا جتنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کیا کرتے۔ ہم نے اس میں سے جس قدر مشاہدہ کیا ہے وہ تو سمندر میں سے ایک قطرہ ہے۔ بے شک اماکن اور آثار کے ساتھ جب خارجی امور کا تعلق پیدا ہو جائے تو یہ ان کی مضبوطی کا سبب بنتے ہیں اور ان کی

Marfat.com

صحت پر واضح دلیل ہوا کرتے ہیں۔

حضور کی ولادت سے متعلقہ دیگر واقعات

آپ کی ولادت مبارکہ کے ساتھ بہت ساری چیزیں تعلق رکھتی ہیں جو اعداد و شمار سے بالا ہیں۔ ان میں سے ایک تو ثویبہ نامی لونڈی کا قصہ ہے جس کو ابولہب نے اس وقت آزاد کیا جب اس نے اس کے بھتیجے کی اسے خوشخبری سنائی۔ وہ بھتیجا سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلوٰت اللہ علیہ وسلم تھا۔ یہ آپ کی جائے ولادت کو اجاگر کرتا ہے۔ اور اس پر کامل انداز میں روشنی ڈالتا ہے اور اسے لوگوں کے اذہان میں پختہ اور راسخ بناتا ہے۔ خصوصاً اس لحاظ سے کہ اس قصہ کا محور کوئی عام شخص نہیں ہے۔ بلکہ وہ شخص جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا اور عمومی طور پر ساری دنیا اور خاص طور پر جزیرہ عرب میں وہ گونج پیدا کی اور ایسا تہلکہ مچایا کہ جس کی مثال تاریخ عالم نے کبھی نہ دیکھی اور آپ کی پیدائش سے متعلقہ اشیاء میں سے ایک وہ بھی ہے جس کا ابن ہشام نے اس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔ "اعلام جدہ عبدالمطلب بولادتہ ﷺ" "آپ کی ولادت کی آپ کے دادا عبدالمطلب کو اطلاع دینا"۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب آپؐ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جنم دیا تو اسی وقت آپ ﷺ کے دادا کی طرف پیغام بھجوایا کہ آپ کا پوتا ہوا ہے۔ تشریف لایئے اور ان کی زیارت کر لیجئے۔ وہ تشریف لائے آپ کو جی بھر کر دیکھا نیز دوران حمل آپ کی والدہ ماجدہ نے جن خلاف عادت باتوں کا مشاہدہ کیا تھا اور جو آپ کا نام رکھنے کے بارے میں ان کو حکم دیا گیا تھا یہ سب کچھ انہوں نے ان سے بیان کیا۔ یہ سن کر آپؐ کے دادا بے حد خوش ہوئے۔ آپ کو گود میں لیا اور بیت اللہ شریف کے اندر لے گئے اور درج ذیل اشعار پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے اور جو نعمت اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھی اس پر اللہ تعالیٰ کا ذکر بجا لانے لگے۔

الحمد لله الذی اعطانی
هذا الغلام الطيب الاردان
قد ساد فی المهد علی الغلمان
اعيذه بالبيت ذی الارکان
حتى اراه بالغ البنيان

Marfat.com

اعیذہ من شرذی شنان

من حاسد مضطرب الجنان

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھے یہ لڑکا عطا فرمایا ہے جو پاکیزہ آستینوں والا ہے اس نے پالنے میں بھی بچوں پر سرداری کی ہے میں اسے ستونوں والے گھر کی پناہ میں دیتا ہوں تاوقتیکہ میں اسے دیکھوں کہ وہ ترکیب جسمانی کے لحاظ سے تام وکامل ہو جائے میں اسے ہر حملہ آور کے شر اور ہر پریشان قلب حاسد کے شر سے کعبہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اس معزز و مکرم نومولود کو اپنی والدہ ماجدہ کی طرف واپس لائے۔ پھر حکم دیا کہ قربانی کے جانور ذبح کیے جائیں۔ دعوتوں کا اہتمام کیا جائے اور حرم شریف میں لوگوں کو کھانا کھلایا جائے۔ بے شک ایک ایسی ہی ہستی جس کی ولادت باسعادت پر اتنی خوشی منائی جاتی ہے اور جس کی پیدائش کو نہ بھلایا جائے۔ خصوصا اس وقت جب کہ مجد و شرافت دونوں اطراف (یعنی ددھیال اور ننھیال) سے اسے ورثے میں ملی ہو۔ تاریخ کے صفحات میں وہ اس کے وسیع ترین ابواب میں سے داخل ہو چکا ہو اور اپنے سے پہلے سب داخل ہونے والوں سے سبقت لے جا چکا ہو اور ان سے بھی جو اس کے بعد تاقیامت اس میں داخل ہوتے رہیں گے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ زمین اور اس کے ساکنین کو ختم نہ کر دیں۔

ولادت مبارکہ سے متعلقہ کچھ وہ حیران کن امور بھی ہیں جن کا مشاہدہ عثمان بن ابی العاص کی والدہ نے سوموار کی رات صبح کی گھڑیوں میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں بوقت جنم حضرت آمنہ کے ساتھ تھی۔ جونہی صبح کا نور چمکا حضرت آمنہ نے اپنا وہ معزز و مکرم بچہ جنا۔ جس کے نور سے گھر کی ہر چیز جس پر بھی میری نظر پڑتی تھی چمک اٹھی۔ میں جب ستاروں کو دیکھتی تھی تو وہ بھی مجھے اپنے قریب آتے ہوئے نظر آتے تھے۔ یہاں تک کہ میں خوف کی وجہ سے یہ کہہ اٹھی کہ وہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

"شفا" نے بھی اسی کی مانند اپنی مشہور حدیث میں ذکر کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ولادت کے وقت وہ حضرت آمنہ کے پاس موجود تھیں۔ انہوں نے ایک نور دیکھا جو دنیا کی تمام اطراف اور جہات پر چھایا ہوا نظر آرہا تھا اور فرشتے جناب رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

کے پاس آکر کہہ رہے تھے "رحمک اللہ" (اللہ تم پر رحم کرے) اس میں کوئی شک نہیں کہ سارے کا سارا گھر بقعہ نور بن جاتا ہے۔ پھر یہ نور یہاں سے نکل کر تمام اطراف عالم میں پھیل جاتا ہے۔ پھر بوقت پیدائش جو عورتیں وہاں موجود تھیں ان کو ستارے اپنے اتنے قریب آتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ عثمان بن ابی العاص کی والدہ بول اٹھتی ہیں کہ یہ یقیناً ہم پر گر جائیں گے۔ بلاشبہ آپ ﷺ کی ولادت کے ساتھ ان کے علاوہ بھی دیگر بہت سارے امور متعلق ہیں۔ جن کو تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اے مخاطب کیا اس سب کچھ کے بعد بھی تجھے کسی دلیل کی ضرورت ہے اور اگر دن کو ثابت کرنے کے لیے بھی کوئی دلیل چاہتے ہو تو پھر اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ذہن کسی چیز کو قبول کر ہی نہیں سکتے۔ ان میں درحقیقت خلل و فساد ہے۔ اب اپنا دھیان ذرا اس کی طرف بھی لگایئے جو سیدہ حلیمہ ذکر کرتی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے ہمراہ گھر سے نکلی۔ ہم اس قحط زدہ سال میں اپنے لیے کوئی سہارا تلاش کر رہی تھیں۔ اسی تلاش میں ہم مکہ معظمہ آن پہنچیں۔ ہم میں سے کوئی ایک عورت بھی ایسی نہ بچی جس پر سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیش نہ کیے گئے ہوں۔ اور جب اس نے سنا ہو اور اسے یہ بتایا گیا ہو کہ آپ دریتیم ہیں تو اس نے آپ کو لینے سے انکار نہ کر دیا ہو۔ یہ ہیں سیدہ حلیمہ جو یہ بیان کر رہی ہیں کہ مکہ مکرمہ ہی جناب رسول کریم ﷺ کی جنم بھومی ہے وہ اور ان کا خاوند شفاء نامی لونڈی کی طرح مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بہت سارے اعزاء و اقرباء جو بوقت ولادت وہاں موجود تھے۔ خلاف عادت باتیں دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ یہ اس قصہ کی ایک کڑی ہے۔ ویسے تو اس کی کئی کڑیاں ہیں جو ذہنوں میں اس کی پختگی و صداقت کو مستحکم بناتی ہیں اور پھر تاریخ میں بھی ابن قیم کا یہ دعویٰ کہ لا خلاف فی انه ولد بمکة المکرمة "اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے" مبنی برحق ہے۔

حالانکہ اس بات کا انہیں اچھی طرح علم تھا کہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر ان کے نزدیک یہ ایک ایسا اختلاف ہے جس کی کوئی قیمت ہی نہیں اور نہ ہی اسے کوئی اہمیت دی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں آپ نے سب کچھ دیکھ لیا ہے۔

Marfat.com

مکہ معظمہ میں آپ کا مکان ولادت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں کس جگہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

بہتر یہ ہے کہ ہم جناب حضرت محمد ﷺ کے مکان ولادت کے بارے میں جو خاص اور اہم اقوال وارد ہوئے ہیں ان سے ابتداء کریں تاکہ اپنے سابقہ مقالہ میں ہم نے جو دلائل دیئے ہیں اور جو اقوال پیش کیے ہیں ان کی صحت و درستگی عیاں ہو جائے۔ ابن سید الناس محمد بن محمد العمیری اپنی کتاب "عیون الاثر فی سیرۃ سید البشر، ص ۱۷/۶۷۳۴ میں لکھتے ہیں کہ آپ اس گھر میں پیدا ہوئے جو اب حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کا گھر کہلاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ کی ولادت بنی ہاشم کی گھاٹیوں میں ہوئی۔

الحافظ بن مغلطای اپنی کتاب "الاشارہ الی سیرۃ المصطفیٰ و تاریخ من بعدہ من الخلفاء" (ص: ۶۸۹۔۶۲۷) میں لکھتے ہیں کہ آپ مکہ معظمہ میں اس گھر میں پیدا ہوئے جو بعد میں حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کا گھر بنا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ گھاٹی میں پیدا ہوئے اور کہا گیا ہے کہ روم میں یا عسفان میں پیدا ہوئے۔

امام سہیلی نے اپنی کتاب میں جو "روض الانف" کے نام سے معروف ہے کہا ہے کہ "آپ ﷺ گھاٹی میں پیدا ہوئے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اس گھر میں پیدا ہوئے جو صفا کے قریب واقع تھا۔ ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ آپ اس گھر میں پیدا ہوئے جو صفا کے قرب و جوار میں واقع تھا اور بعد میں حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے ملکیت میں رہا۔ عبد اللہ بن جراد سے روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا "آپ ﷺ روم میں پیدا ہوئے"۔ ان تمام اقوال کا جائزہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میری جو خواہش ہے وہ یہ ہے کہ قاری یہاں اس حقیقت کا ملاحظہ کرے کہ ہر وہ قول جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یا نہیں کیا بیرون مکہ جناب کی پیدائش کا پتہ دیتا ہے۔ مثلاً عسفان یا ابواء وغیرہ۔ اس کا صیغہ تمریض یعنی قیل کے ساتھ لایا جانا اس پر قلت اعتماد کی طرف مشیر ہے۔ جب کہ دیگر اقوال جو اس صیغہ کے ساتھ نہیں آئے وہ سارے کے سارے مکہ مکرمہ میں ہی جناب کی ولادت باسعادت ہونے پر متفق ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ابن القیم اپنی کتاب "زاد المعاد" میں لکھتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ عین وسط مکہ میں پیدا ہوئے"۔ وہ باوجود آپ کی جائے ولادت کے بارے

Marfat.com

مورخین کے مابین اختلاف کے اس طرف کوئی توجہ نہیں دیتے کیونکہ یہ ایک ایسا اختلاف ہے جو لائق اعتنا اور قابل قدر ہی نہیں۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابن حزم اپنی ایک یقینی اور قطعی روایت میں کہتے ہیں: "ولد صلی اللہ علیہ وسلم فی مکہ المکرمۃ (آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی) اس بارے لائق اعتبار اور وزنی اقوال سارے کے سارے مکہ مکرمہ میں ہی آپ کی ولادت باسعادت کے وقوع پذیر ہونے پر زور دیتے ہیں۔ اگر آپ اس پر اس کا بھی اضافہ کریں جو قرآنی ارشادات سے سمجھا جاتا ہے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ وہ قول جو مکہ سے باہر آپ کی ولادت کی خبر دیتا ہے قول مردود ہے۔

ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ کی سرزمین کے حصوں میں سے کس حصہ اور کس جگہ آپکی ولادت باسعادت ہوئی۔ کیا اس گھر میں جو حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کا گھر کہلاتا تھا یا روم میں یا گھاٹی میں اور پھر کون سی گھاٹی میں؟ تو اس بارے میں ہمیں قدیم ترین مورخین کی آراء معلوم کرنا چاہئیں۔ جہاں تک ہمارے علم کی رسائی ہے سب سے قدیم شخص جس نے مکہ کی تاریخ کے موضوع پر اپنا قلم اٹھایا محمد بن عمر الواقدی متوفی ۲۰۷ھ ہیں۔ ان کے بعد علی بن محمد المدائنی متوفی ۲۲۵ آتے ہیں۔ ان کے بعد ابو الولید الارزقی کا نمبر آتا ہے (متوفی ۲۵۶ھ) پھر ان کے زمانہ سے قریب زمانہ والے عمر بن شبہ متوفی ۲۹۲ھ ہیں۔ بعد ازاں محمد بن اسحٰق الفاکہی متوفی ۲۸۰ھ کا ظہور ہوتا ہے۔

قابل افسوس امر یہ ہے کہ ان مورخین کے وہ آثار جنہیں لوگوں کے مابین متداول اور شہرت یافتہ ہونے کی خصوصیت حاصل تھی ان میں سے سوائے ابو الولید الارزقی کی کتاب المسمی "اخبار مکہ" کے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ ایسے ہی ابو اسحاق الفاکہی کی کتاب کا ایک نسخہ یورپ کی ایک لائبریری میں موجود ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ تاریخ مکہ کے موضوع پر عمدہ کتاب ارزقی کی "اخبار مکہ" ہی ہے جو تیسری صدی ہجری کے نصف سے قبل تالیف کی گئی اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ کتاب ان تمام کتب کی بہ نسبت جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں اپنے سے سابقہ زمانوں کے ساتھ رابطہ رکھتی ہے اور اس پر طرہ یہ کہ اس کے مولف بھی مکی ہیں۔ بلاشبہ اہل مکہ اپنی

Marfat.com

گھاٹیوں کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے جیسا کہ ناقدین و مورخین کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی معلومات آج تک تاریخ کی جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان سب سے زیادہ دقیق اور ثقہ ہیں۔ البتہ ان حقائق سے یہ عاری ہے جو اس وقت تک پردہ غیب میں ہیں۔ جب تک کہ اللہ جب چاہیں انہیں ظاہر نہ فرمادیں۔ ازرقی اپنی کتاب "تاریخ مکہ" میں ایک طویل گفتگو کے بعد جس میں استاذ احمد البساعی نے قدرے وضاحت کر کے اضافہ کیا ہے کہتے ہیں:

"جب ہم اپنی شاہرہ کی طرف جو قشاشیہ میں ہے مکہ کے بالائی حصہ کی طرف رخ کرتے ہوئے نکلیں تو ہمارے سامنے ایک بازار آجاتا ہے۔ جس کو سوق الفاکہۃ (میوہ منڈی) کہتے ہیں۔ پھر سوق الرطب (کھجوروں کا بازار) پھر کچھ منازل آتی ہیں جو بنی عامر کی تھیں۔ اور سوق الیل کے پاس (رات کا بازار) ایک گھر آتا ہے جو "مال اللہ" کے نام سے معروف تھا۔ گھر کے قریب یوسف کی گھاٹی بل کھاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ وہی گھاٹی ہے جس کو آج کل ہم "علی کی گھاٹی" کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اسی میں حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے گھر واقع تھے اور دیگر گھر حضرت ابو طالب اور عباس بن عبدالمطلب کے تھے۔ ان مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں ہی اپنے وقوع پذیر ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔ تو بلاشبہ یہ گھر ان مذکورہ بالا گھروں میں ہی منحصر ہے۔ جو حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کا گھر، ابو طالب اور عباس کے گھر تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان گھرانوں میں سے کس گھر میں ولادت ہوئی۔ اس کے جواب کے لیے اب ایک بار پھر ہم ازرقی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ قریش کے گھرانوں (یا جنہیں رباع قریش کا نام دیا جاتا ہے) اور ان کے خلفاء کے گھروں کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سب میں سے پہلی رباع (منازل) عبدالمطلب بن ہاشم کی اولاد کی تھیں۔ ابو الولید نے کہا وہ گھر جو بعد میں سلیم بن الازرق کا رہا اور یہ بنی مرحب کے گھر کے ایک پہلو میں واقع تھا اسماعیل بن ابراہیم الحجرۃ کی ملکیت میں آگیا اور یہ خویطب بن عبد العزیٰ کے گھر کے سامنے واقع تھا اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبداللہ کے گھر کے آخر تک جاتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حارث کی یہی پہلی ملکیت تھی اور یہ وہی گھر ہے جس کو ابن ابی الکلوح البصری نے

Marfat.com

خرید لیا تھا۔ اس کے بعد آنے والی مملوک جگہ شعب ابی یوسف ہے جس کو اب "شعب علیؓ" کا نام دیا جاتا ہے اور اسی ابن یوسف کے گھر کا کچھ حصہ جناب رسول کریم ﷺ کا مکان ولادت ہے۔ جناب نبی کریم کا مکان ولادت اور اس کا آس پاس آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی ملکیت تھا۔ وہ مملوکہ جگہ جو اس کے بعد تھی وہ حضرت عباس بن حضرت عبدالمطلب کی تھی۔ اور یہی خالصتہ کا گھر تھا جو خیزران کی لونڈی تھیں۔ اس کے بعد مقوم بن عبدالمطلب کی ملکیت تھی اور یہی طلوب کا گھر تھا جو زبیدہ کی لونڈی تھیں۔ اس کے بعد ابولہب کی ملکیت تھی اور یہی ابویزید اللھبی کا گھر تھا۔ اس جگہ یہ ان کی آخری ملک تھی۔ ازرقی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں:

"حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کا ایک گھر صفا مروہ کے درمیان بھی تھا جو موسیٰ بن عیسیٰ کی اولاد کے قبضہ میں ہے اور حضرت عباس کا گھر وہ گھر تھا جس پر بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ اسی کے پاس جھنڈا تھا جہاں سے مروہ سے آنے والا صفا تک دوڑ لگاتا تھا اور یہ بھی ان کا خیال ہے کہ یہ گھر منارہ کے پاس حناطین کے قرب وجوار میں واقع تھا۔ خلیفہ مہدی نے جب ۱۶۷ھ کے آخر میں مسجد حرام کی توسیع کی تو یہ حصہ اس میں داخل کر دیا گیا۔ اس وقت ہمارے سامنے حارث بن عبدالمطلب کا گھر ہے جو بعد میں خرید لیا گیا۔ اس کے قریب ہی وہ شعب ہے جس کو آج کل "شعب علی" کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کے قریب ابن یوسف کے گھر کا کچھ حصہ ہے جو حضرت ابو طالب کا گھر تھا۔ پھر اس کے بعد وہ گھر ہے جو جناب نبی کریم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا تھا۔ اس کے ساتھ ہی عباس بن عبدالمطلب کا گھر تھا۔ پھر مقوم بن عبدالمطلب پھر ابویزید اللھبی کا اور یہی گھر ابولہب کی ملکیت میں تھا اور ہمارے سامنے عباس بن عبدالمطلب کا وہ گھر بھی ہے جو صفا اور مروہ کے درمیان واقع تھا۔ ہم دارالندوہ کو بھی نہیں بھولیں گے۔ ابو محمد اسحاق بن احمد بن اسحاق بن نافع الخزاعی نے کہا ہے کہ "دارالندوہ" جیسا کہ ازرقی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کعبہ شریف کے شامی رخ کی طرف مسجد حرام سے ملا ہوا تھا اور یہی قصی بن کلاب کا گھر تھا اور قریش کی ملکیت میں تھا۔ قصی کے معاملہ سے تبرک حاصل کرنے کے لئے قریش دور جاہلیت میں مشورہ کے لیے اور اپنے امور کو طے کرنے کی غرض سے اس گھر میں

Marfat.com

جمع ہوتے تھے۔ ان کے اسی اجتماع کی وجہ سے جو اس گھر میں پایہ تکمیل کو پہنچتا تھا اس کا نام دار الندوہ رکھا گیا۔ پھر دار الندوہ اس وقت سے عمیر ائلی مصعب بن عمیر اور عامر کو منتقل ہوا پھر ان سے معاویہ بن سفیان نے خرید لیا اس کے بعد حضرت خدیجہ بنت خویلد کا مکان تھا۔ ازرقی کہتے ہیں یہ وہ گھر تھا جس میں سیدنا رسول اللہ ﷺ اور حضرت خدیجہ قیام پذیر رہے۔ حضرت خدیجہ نے اپنی تمام اولاد کو اسی گھر میں جنم دیا اور اسی میں ہی آپ کی وفات ہوئی۔ ہجرت تک حضور نبی کریم ﷺ اسی گھر میں رہائش پذیر رہے۔ اس کے بعد اس کو عقیل بن ابی طالب نے لے لیا۔ (ابن عبد البر نے اس کو "استعات" میں اور ابن سید الناس نے "عیوان الاثر" میں روایت کیا ہے۔ ٦ : سیرت ابن ہشام، جلد ا ص ١٧٠، الزرقانی، ج ا ص ١٤٦، النودی ١٦/ ٨) یہ ہیں وہ جگھیں جہاں سیدنا رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقوع پذیر ہونے کا عمومی طور پر گمان کیا جاتا ہے۔ اب ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب ﷺ ان مذکورہ بالا گھروں میں سے کس گھر میں پیدا ہوئے؟ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ گھر جس میں آپ کی ولادت ہوئی وہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا گھر تھا اور جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یہ وہ گھر ہے جو اولاد عبدلمطلب کی منازل کے مابین واقع تھا۔ یہ بات قرین قیاس نہیں کہ آپ کی پیدائش دار الندوہ میں ہوئی ہو۔ کیونکہ وہ آپ کے والد ماجد کا گھر تو نہیں تھا۔ بلکہ وہ تو قومی معاملات کو طے کرنے کی جگہ تھی اور یہ بات بھی قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ آپ حضرت عباسؓ کے گھر، جو صفا مروہ کے درمیان واقع تھا، میں پیدا ہوئے ہوں اور نہ ہی ام ہانی کے گھر میں اور نہ ہی خدیجہ بنت خویلد کے گھر میں جو ردم عمر کے قریب واقع تھا۔ جب کہ آپ کے اپنے والد ماجد کا گھر موجود تھا تو یہ بات زیادہ مناسب اور قرین قیاس ہے کہ آپ کی ولادت اپنے باپ کے گھر واقع ہوئی ہو۔ تاریخ نے کوئی ایسی وجہ نہیں بتائی جو اس سے مانع ہو۔ مکہ مکرمہ میں اس وقت جو آپ کا مکان ولادت معروف و مشہور ہے اس کا آپ کی جائے ولادت ہونا تواتر سے ثابت ہے اور یہ "شعب علی" کا پہلا حصہ ہے اور یہ مکان اس مشہور لائبریری والا مکان ہے جو "مکتبہ قطان" کے نام سے جانی جاتی ہے۔ جس کو الشیخ عباس قطان نے بعینہ اسی جگہ قائم کیا جہاں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور یہ اس گھر والی جگہ ہے جو حجاج کے

Marfat.com

بھائی محمد بن یوسف کا گھر کہلاتا تھا۔ امام سہیلی کا درج ذیل قول "ولد بالشعب وقیل بالدار التی عند الصفا" (آپ ﷺ شعب میں پیدا ہوئے اور کہا گیا ہے کہ اس گھر میں جو صفا کے پاس ہے)۔ اس بات کو مستحکم بناتا ہے اور اس کے لیے باعث تقویت ہے کیونکہ وہ گھر شعب (گھاٹی) کے شروع میں پڑتا تھا اور صفا سے سامنے نظر آتا ہے۔ وہ سوق الیل کے حلقہ میں تھا جس کے بارے تقی الدین الفاسی نے گفتگو کی ہے جب کہ انہیں امام سہیلی کے قول سے تعجب ہوا تو انہوں نے کہا کہ جناب نبی کریم ﷺ کا مکان ولادت سوق الیل میں تھا بلکہ اس میں سے جواب باقی رہ گیا ہے وہ اس کے پہلے حصہ میں آتا ہے اور صفا سے قریب تھا اور یہ کچھ بعید نہیں کہ بعض نے اسے شعب بنی ہاشم کی طرف منسوب کیا ہو کیونکہ وہ گھر اس وادی کے زیریں حصہ میں تھا اور بعض نے اسے اس کے کوہ صفا کے قرب وجوار میں واقع ہونے کے باعث اس کی طرف منسوب کیا ہے۔ نسلاً بعد نسل لوگوں نے اس بارے میں جو معلومات حاصل کی ہیں، وہ اس نظریہ کی تائید کرتی ہیں۔ تمام مخلوق کے سردار (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) نے اس میں جنم لیا اور یہی وہ شرف ہے جس کی بنیاد پر اسے روئے زمین کی تمام جگہوں سے برتری حاصل ہے اور وہ اس پر نازاں ہے اور مدینہ منورہ کو بھی مبارک ہو کہ وہ آپ کی جائے ہجرت بنا اور اس کو اس لیے بھی مبارک ہو کہ اس کی زمین آپ کے جسم اطہر کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے اور دنیا کے کونے کونے کے ہم سب مسلمانوں کو بھی مبارک ہو کہ ہم آپ کے اتباع کا شرف حاصل کر رہے ہیں اور آپ کی امت میں سے ہیں اور انشاء اللہ آپ کی معیت میں آپ کے حوض کوثر پر وارد ہوں گے اور آپ کے مبارک ہاتھوں سے اس حوض کا پانی پئیں گے۔ آپ کی شفاعت سے بہرہ ور ہوں گے اور آپ کے گروہ میں اٹھائے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

Marfat.com

باب نمبر 14

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا

اس میں کچھ شک نہیں کہ معزز قاری اس عنوان کو پڑھ کر دہشت زدہ ہو جائے گا کہ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری جو محبت ہے اس کا شق صدر کیساتھ کیا تعلق ہے؟ اس پر طرہ یہ کہ عظیم مبلغ شیخ شعراوی کے بقول واقعہ شق صدر ان معجزات میں شمار ہوتا ہے جن سے اسلام پر غیرت رکھنے والے حضرات انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام اپنے سارے قضایا اور مسائل میں عقل کی ہموائی کرتا ہے مگر شق صدر کا معجزہ ایک ایسا معجزہ ہے جو عقل سے بالا ہے۔ استاد شعراوی ایسی باتوں کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "مذہب کو اس طریقے سے زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ تم بلا شبہ اس بات میں آزاد ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ مگر جب ایک بار دلائل کی بنیاد پر ایمان لا چکے ہو تو پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم پر اس کا قبول کرنا لازم ہو گا۔ پھر اس وقت ضروری ہو گا کہ تمہاری عقل کا عمل دخل محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقل و روایت کی تصدیق و توثیق تک ہی محدود رہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے یا نہیں؟ یعنی کیا یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں"۔ اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۱۔ (وما اتاکم الرسول فخذوہ و مانھا کم عنہ فانتھوا)

۲۔ وما ینطق عن الھوی

اس میں کوئی شک نہیں کہ شق صدر کے واقعہ کے بارے میں بہت ساری

Marfat.com

احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اہل زمانہ نے نسلاً بعد نسل ان کو روایت کیا ہے۔ جن سے کسی حال میں بھی انکار کی گنجائش نہیں۔ بے شک یہ معجزہ ہے اور معجزہ وہ ہوتا ہے جس کی مثل لانے سے مخلوق عاجز ہو۔ وہ لوگ بعض دفعہ اس بات کا سہارا لیتے ہیں کہ وہ عادت جس پر دنیا کا نظام چل رہا ہے معجزہ اُس سے موافقت نہیں رکھتا مگر معجزہ اگر کائنات کے قانون کے مطابق جاری ہو تو پھر وہ معجزہ رہتا ہی نہیں۔ اعجاز کا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ معجزہ اس طریقے پر ظاہر نہ ہو جس پر عموماً عادت انسانی جاری ہوا کرتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے فعل کے ذریعے سے اس کا نام عادت کو پھاڑنے والا رکھا جاتا ہے۔ جس نے اس میں شک کیا، اس نے کفر کیا۔ العیاذ باللہ

مگر جدید اسلامی مفکرین کے ایک گروہ نے شق صدر کے واقعہ سے سرے سے انکار کیا ہے۔ انہوں نے اس موضوع کو ایک دوسرے زاویہ نظر سے دیکھا ہے۔ انہوں نے اس معجزہ پر باعتبار اعجاز اعتراض نہیں کیا بلکہ ان کا خیال یہ ہے کہ کمال اور برتری انسان کو اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب کہ وہ اپنی خواہشات کو پچھاڑ دے، اپنی لذتوں کو رد کر دے۔ جس شخص نے اپنی خواہش کو پچھاڑ دیا اور اپنی شہوت پر غالب آ گیا وہ اس شخص کی بہ نسبت زیادہ کامل ہے، جس کو اس کی خواہش نے زیر کر لیا ہو اور اس پر غالب آ گئی ہو۔ پس وہ لوگ جو رسول اکرم علیہم السلام کو فرشتوں پر فضیلت دیتے ہیں وہ اور اسی حقیقت کا سہارا لیتے ہیں۔

بے شک فرشتے خواہشات کے غلبہ اور ان سے مغلوب ہو جانے سے مامون و محفوظ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ رنگ ہے جس پر انہیں پیدا فرمایا ہے اور شق صدر کا واقعہ ان لوگوں کی نظر میں جناب سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو فرشتوں کی جماعت میں داخل کر دیتا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں شق صدر کا یہ واقعہ آپ کو مغالبۃ (یعنی ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش) اور مصارعۃ (ایک دوسرے کو پچھاڑ دینا) کے عنصر سے مبرا قرار دیتا ہے اور یہی وہ خصوصیات ہیں جن سے کمال انسانی کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور انہی کی بنیاد پر رسل کرام (علیہم السلام) ملائکہ سے ممتاز ہیں۔ ایسی رائے رکھنے والے مفکرین میں سے ایک بہت بڑے مصنف اور مفکر ڈاکٹر خالد محمد خالد بھی ہیں، جو اپنے ایک مقالہ بعنوان "محمد فی عید مولدہ العظیم" (ﷺ) میں کہتے ہیں کہ

Marfat.com

جیسا کہ آپ ایک انسان پیدا ہوئے، ایسے ہی آپ نے اپنی زندگی بھی بحیثیت ایک انسان کے بسر کی اور ہم یہ رائے نہیں رکھتے کہ فرشتے سونے کا برتن اٹھائے ہوئے آسمان سے اترے اور مسکن شیطان کو آپ کے دل مبارک سے کھینچ لیا۔ پھر اسے گلاب کے پانی سے دھو کر جیسے پہلے تھا ویسے کر دیا۔ اگر یہ بات ہوئی ہو تو پھر آپ کی عظمت نفس، عظیم الشان زھد اور تعمیر شخصیت کو کوئی امتیازی شان حاصل نہ ہو سکے گی (رسالۃ "الدوحۃ" دیکھئے نمبر ۴۷ ربیع الاخر ۱۴۰۲ھ میں شائع ہوا۔ اگر شق صدر سے غرض یہی ہو تو پھر تو ان کی یہ بات درست ہو گی۔ مگر اس کی غرض وغایت کو تو بہت ساری ان احادیث نے، جو واقعہ شق صدر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، واضح کر دیا ہے۔ مثلاً ابی ابن کعب سے روایت ہے:

ان اباهريرة كان حريصا على ان يسأل رسول اللهﷺ عن اشياء لا يساله عنها غيره فقال يا رسول الله ما اول مارايت من امر النبوة؟ فاستوى رسول اللهﷺ جالسا وقال لقد سالت. ابا هريرة انى لفى صحراء ابن عشر سنين واشهرو اذا بكلام فوق راسى واذا برجل يقول لرجل أهو هو قال نعم فاستقبلانى بوجوه لم ارها لخلق قط، وارواح لم اجدها من خلق قط و ثبات لم اره على احد قط فاقبلا الىّ يمشيان حتى اخذ كل واحد منها بعضدى لا أجدلأ خذهما مسا. فقال احدهما لصاحبه اضجعه فاضجعانى بلا قصر و لا هصر فقال احد هما لصاحبه افلق صدر فهوى احدهما.

الى صدرى ففلقها فيما ارى بلادم ولا وجع فقال اخرج الغل والحسد فأخرج شيئا كهيئته العلقة ثم نبذها فطرحها فقال له ادخل الرحمة والرافته فاذا مثل الذى اخرج شبيه الفضته ثم هذا ابهام رجلى اليمنى فقال اغدوا سلم فرجعت اغدواسلم فرجعت اغدو بهارقة

Marfat.com

علی الصغیر ورحمة علی الکبیر (اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب "زوائد المسند" ۱۳۹،۵ میں روایت کیا ہے۔
اور شرح الشفاء میں اسے ابن حبان کی طرف منسوب کیا اور حاکم اور ضیاء نے مختارہ میں۔ اسے صحیح قرار دیا ہے) (الفتح الربانی ۲۰ : ۱۹۵۔ ۱۹۲ اور شرح الشفاء ملا علی قاری، ۱ : ۱۴۴ دیکھئے ھیثمی نے مجمع الزوائد ۸ : ۲۲۲۔ ۲۲۳ میں کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں)

حضرت ابو ہریرہ جناب رسول ﷺ سے ان چیزوں کے بارے میں سوال کرنے پر بڑے حریص تھے، جن کے بارے ان کے علاوہ صحابہ میں سے اور کوئی سوال نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ابو ہریرہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ نبوت کے معاملہ میں وہ کون سی پہلی چیز تھی جو آپنے دیکھی۔ یہ سن کر جناب رسول ﷺ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا اے ابو ہریرہ تو نے پوچھا ہے تو اب میں تجھے بتاتا ہوں۔ دس سال اور کچھ ماہ میری عمر تھی۔ میں صحرا میں تھا کہ اچانک اپنے سر کے اوپر سے میں نے گفتگو سنی۔ ایک آدمی دوسرے آدمی سے کہہ رہا تھا "کیا یہ وہی ہیں؟" اس نے جواب دیا ہاں وہی ہیں۔ وہ ایسے چہروں کے ساتھ میرے سامنے آئے جو میں نے انسانوں کے ہرگز نہیں دیکھے تھے اور ایسی خوشبو کے ساتھ جو مخلوق میں میں نے ہرگز نہیں پائی تھی اور ایسی ثابت قدمی ان میں تھی جو میں نے ہرگز کسی میں نہ دیکھی تھی۔ چنانچہ وہ دونوں میری طرف چل کر آئے یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک نے میرے بازو کو پکڑ لیا مگر میں نے ان کے پکڑنے کو محسوس نہ کیا۔ ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھ سے کہا ان کو لٹا دو۔ چنانچہ ان دونوں نے مجھے بغیر کوئی تکلیف دیئے یا دباؤ ڈالے لٹا دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھ سے کہا ان کا سینہ چاک کیجئے۔ چنانچہ ان میں سے

Marfat.com

ایک میرے سینے کی طرف جھکا اور اسے چیر دیا۔ مگر جیسا کہ میں دیکھ رہا تھا اس سے نہ تو خون نکلا اور نہ ہی کسی قسم کا درد محسوس ہوا۔ اس نے کہا اس سے کینہ اور حسد نکال دیجئے۔ چنانچہ اس نے منجمد خون کی طرح کی کوئی چیز نکالی اسے جھٹکا اور پھینک دیا۔ کہنے والے نے اپنے ساتھی سے کہا اس میں رحمت اور شفقت داخل کر دیجئے۔ پھر جو چیز نکالی گئی تھی اس کے مثل چاندی کی طرح کی ایک چیز رکھ دی گئی۔ اس کے بعد میرے دائیں پاؤں کے انگوٹھے کو ہلایا اور کہا جائیے۔ میں لوٹا تو اس حال میں کہ چھوٹے کے ساتھ بہت نرمی اور بڑے کے ساتھ مہربانی کرنے والا تھا۔

بس شق صدر سے غرض صرف یہی تھی کہ آپ کے سینہ مبارک کو شفقت اور رحمت سے بھر دیا جائے اور دل کے شفقت اور رحمت سے بھرے ہوئے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آدمی جس کا دل شفقت و رحمت سے بھر دیا گیا ہے اس کو اپنی خواہشات پر قابو پانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ بلکہ یہ تو خواہشات نفسانی سے نبرد آزما ہونے کا بہت بڑا سبب ہے۔

مثال کے طور پر آپ کے درج ذیل قول کو بطور نمونہ لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لو سرقت فاطمة بنت محمد ﷺ لقطعت یدها

''اگر حضرت محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

وہ دل جو رحمت و رافت سے پر ہو تو اس کے لیے ناممکن ہوتا ہے کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑے پر بھی اس قسم کی حد قائم کرے، خصوصاً جب کہ اس کے دل میں اس کا ایسا مقام ہو جو سیدة فاطمہؓ کا جناب سید الاولین والاخرین (صلوات اللہ علیہ وسلامہ علیہ) کے دل مبارک میں تھا۔ اس پر مزید یہ کہ بہت ساری احادیث اس حقیقت کا پتہ دیتی ہیں کہ دو فرشتوں نے سینہ شریف کو حکمت و ایمان سے بھر دیا اور یہ روایت پہلی حدیث کے ساتھ متعارض نہیں کیونکہ رافت و رحمت حکمت کی محتاج ہوتی ہے اس لیے کہ شفقت اور رحمت کو نامناسب جگہ پر تو نہیں رکھا جاتا۔ یعنی اس کا غیر مناسب

Marfat.com

استعمال نہیں کیا جاتا۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی اپنے نفس کے ساتھ محاذ آرائی بہ نسبت کسی دوسرے شخص کے بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ کا دل مبارک رحمت سے بھرا ہوا ہے۔ مگر اس کے باوجود آپ اس کے لیے بے قرار رہتے تھے کہ آپ اپنی پوری طاقت اور خداداد تمام تر قوت کے ساتھ کفار سے برسرپیکار ہوں اور ان پر بہت شدت کریں۔

کفار کے ساتھ جنگ کرتے وقت کوئی دوسرا شخص اس قدر نفسانی کشمکش سے دوچار نہیں ہوتا جس قدر رسول کریم ﷺ ہوتے۔ جن کا دل مبارک رافت و رحمت سے معمور تھا۔ کیونکہ ان کے دل میں موجود درجہ رحمت اس قدر کم تھا کہ اس کو اس درجہ رحمت پر جو جناب رسول اللہ ﷺ کے دل مبارک میں موجزن تھا قیاس ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ ﷺ اس رحمت سے مقابلہ کرتے اور خاص طور پر وہ اس وقت آپ سے مقابلہ کرتی کہ اگر فاطمہؓ چوری کر لیتیں اور آپ ان کے ہاتھ کاٹ دیتے یا جب آپ اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ کیونکہ وہ بھی تو انہیں عالمین کی جنس میں سے ہیں جن عالمین کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ آپ کا درجہ رافت و رحمت تمام کے تمام لوگوں کے درجہ رافت و رحمت پر بھاری ہے۔ وہ احادیث جو اس حقیقت کی خبر دیتی ہیں کہ وہ فرشتوں کے آپ کے سینے مبارک کو چاک کر دینے کے بعد اسے حکمت و ایمان سے بھر دیا گیا بہت ہی زیادہ ہیں جن میں سے چند ایک کا نیچے ذکر کیا جاتا ہے۔

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال فرج عن سقف بیتی وانا بمکۃ فنزل جبریل ففرج صدری ثم غسلہ بماء زمزم ثم جاء بطست من ذھب ممتلی حکمۃ وایمانا فافرغہ فی صدری ثم اطبقہ

حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے گھر کی چھت میں سوراخ کر دیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا۔ جبریل علیہ السلام اترے، انہوں نے میرا سینہ چاک کیا پھر زمزم کے پانی کے ساتھ اسے دھویا پھر ایک سونے

Marfat.com

کی پلیٹ جو حکمت وایمان سے پر تھی اس کو میرے سینہ میں انڈیل دیا اس کے بعد سینہ کو بند کر دیا۔ (حدیث متفق علیہ ہے)

و عن مالک بن صعصعة رضی الله عنه قال قال النبی ﷺ بینما انا عندالبیت بین النائم و الیقظان و ذکر یعنی رجلا بین الرجلین فاتیت بطست من ذهب ملان حکمته و ایمانا فشق من النحر الی مراق البطن ثم غسل البطن بماء زمزم ثم ملئی حکمة و ایمانا

حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا دریں اثناء کہ میں ابھی اپنے گھر میں نیم خواب اور نیم بیدار آدمی کی جو کیفیتیں ہوا کرتی ہیں ان کی درمیانی کیفیت میں تھا (یعنی نہ تو بالکل ہی سویا ہوا تھا اور نہ ہی مکمل طور پر بیدار تھا) کہ میرے پاس سونے کی ایک طشتری لائی گئی جو حکمت وایمان سے بھری ہوئی تھی۔ متفق علیہ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

بخاری ومسلم کے الفاظ یوں ہیں۔

وایضا قال ﷺ بینما أنا فی الحطیم وفی الحجر مضطجعا اذا أتانی آت فقدقال و سمعته یقول فشق مابین هذه الی هذه ...... الحدیث

جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں حطیم میں تھا یا فرمایا کہ میں حجر میں تھا اور پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آنے والا میرے پاس آیا میرا سینہ لمبائی میں چیر دیا۔ راوی نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو "فقد" کی بجائے "فشق" مابین ھذہ الی ھذہ فرماتے سنا۔

یہاں سے لے کر یہاں تک چیر دیجئے۔ الحدیث)

بخاری ومسلم کی تیسری روایت میں اس طرح ہے۔

Marfat.com

فاتیت فانطلق بی فاتیت بطست من ذھب فیھا من ماء زمزم فشرح صدری الی کذا و کذا یعنی اسفل بطنی
میں آیا اور مجھے ساتھ لے جایا گیا میرے پاس سونے کی ایک پلیٹ لائی گئی جس میں زمزم کا پانی تھا۔ میرے سینہ کو اس جگہ اور اس جگہ تک یعنی پیٹ کے نچلے حصہ تک کھولا گیا۔

ایک اور روایت میں ایسے ہی ہے :۔

فاتیت بطست من ذھب ممتلی حکمة و ایماناً فشق من النحر الی مراق البطن بما زمزم ..... (بخاری نے اس حدیث کو کتاب بدالخلق، ملائکہ کے ذکر کے باب میں اور باب المعراج، کتاب مناقب الانصار میں روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے اس کو "کتاب الایمان" جناب رسول اللہ ﷺ کے آسمانوں کی طرف معراج کے باب میں ذکر کیا ہے۔ حدیث نمبر ۲۶۴۔ ۲۶۵، احمد، ترمذی، نسائی اور دیگر محدثین حضرات نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے) (الحدیث)

سونے کی بنی ہوئی ایک طشتری میرے پاس لائی گئی جو حکمت و ایمان سے پر تھی۔ سینہ کے ابتدائی حصہ سے لے کر پیٹ کے نرم حصہ تک اسے چیر دیا اور زمزم کے پانی کے ساتھ اسے دھویا گیا۔

وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اتیت فانطلقوا بی الی زمزم فشر عن صدری ثم غسل بماء زمزم ثم انزلت (اللفظ لمسلم)

حضرت انس سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں آیا بعد ازاں مجھے چاہ زمزم کے پاس لے گئے۔ میرے سینے کو کھولا اسے زمزم کے پانی کے ساتھ دھویا گیا پھر مجھے چھوڑ دیا گیا۔

یہ الفاظ مسلم کے ہیں :

Marfat.com

البر قانی نے اپنی روایت میں یوں اضافہ کیا ہے:

ثم انزلت علی طست من ذهب مملوءة حكمته و ایمانا

پھر مجھے حکمت وایمان سے بھری ہوئی سونے کی ایک پلیٹ کے پاس لایا گیا

اور بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں:

فلم یکلموه حتی احتملوه فوضعوه عندبئر زمزم فتولاه منهم جبریل علیه السلام فشق جبریل ما بین نحره الی لبته حتی فرغ من صدره و جوفه و غسله بماء زمزم حتی انقی جوفه ثم اتی بطست من ذهب (الخ)۔ (الحدیث متفق علیه)

(امام بخاری نے کتاب التوحید کلم اللہ موسیٰ تکلیما کے بارے میں جو وارد ہوا ہے اس باب میں اور صفۃ النبی ﷺ کے باب کتاب الانبیاء میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے جناب رسول اللہ ﷺ کے آسمانوں کی طرف معراج کے باب کتاب الایمان میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ حدیث نمبر ۲۶ نیز امام ترمذی، نسائی اور احمد وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے)

انہوں نے آپ کے ساتھ کلام نہ کی یہاں تک کہ آپ کو اٹھایا اور چاہ زمزم کے پاس اتار دیا ان میں سے جبریل علیہ السلام نے یہ کام اپنے ذمے لیا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا سینہ مبارک درمیان سے لے کر گردن کے اگلے حصہ تک چیر دیا۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے سینے اور پیٹ مبارک سے فارغ ہو گئے۔ اسے زمزم کے پانی سے دھو دیا اور اس قدر دھویا کہ بالکل صاف کر دیا۔ اس کے بعد سونے کی ایک پلیٹ لائی گئی۔ الخ

اس حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

Marfat.com

عن ابی بن کعب ان رسول اللهﷺ قال فرج سقف بیتی و انا بمکة فنزل جبریل ففرج صدری ثم غسله بماء زمزم ثم جاء بطست من ذهب ممتلی حکمته وایماناً فافر غها فی صدری ثم اطبقته (عبداللہ بن احمد بن حنبل نے "زوائد المسند" ۵، ۱۲۲۔ ۱۴۳ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس کے رجال صحیح والے رجال ہیں۔ جیسا کہ الہیثمی "مجمع الزوائد" ۱۵۱۔ ۶۶ میں کہتے ہیں)۔

ابی ابن کعب سے مروی ہے کہ جناب رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا میرے گھر کی چھت میں سوراخ کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا جبریل علیہ السلام اترے میرا سینہ کھولا۔ اس کے بعد اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر سونے کی بنی ہوئی ایک طشتری لائی گئی جو حکمت و ایمان سے پر تھی۔ اسے میرے سینہ میں انڈیل دیا۔ بعد ازاں میرا سینہ بند کر دیا گیا۔

وعن ابی هریرة رضی الله عنه فی قول الله عزوجل (سبحان الذی اسری بعبده لیلا) قال جاء جبریل علیه السلام الی النبیﷺ ومعه میکائیل فقال جبریل لمیکائیل علیهما السلام ائتنی بطست من ماء زمزم کیما اطهر قلبه واشرح له صدره قال فشق عن بطنه فغسله ثلاث مرات الحدیث (بزاز، ابو یعلی، ابن جریر الطبری، محمد بن نصر المرزوی، ابن حاتم اور ابن مردویۃ وغیرہ حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

اللہ عزوجل کے قول سبحان الذی اسری بعبدہ کی تفسیر میں درج ذیل حدیث مروی ہے۔ انہوں نے کہا جبریل علیہ السلام میکائیل کی معیت میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے میکائیل سے کہا مجھے زمزم کے پانی سے

Marfat.com

ایک طشتری بھر کر لا دیجئے۔ تاکہ ان کے دل مبارک کو پاک کروں اور ان کے لیے ان کا سینہ کھول دوں۔ راوی کہتے ہیں کہ بعد ازاں جبرائیل نے حضور ﷺ کے بطن کو چاک کیا اور اسے آب زمزم سے تین مرتبہ دھویا۔

وعن خالد بن معدان عن اصحاب رسول الله ﷺ انهم قالو یا رسول الله اخبرنا عن نفسك قال انا دعوة ابی ابراهیم و بشری عیسی بن مریم ورأت أمی حین حملت بی انه خرج منها نور اضات له قصور بصری من ارض الشام واسترضعت فی بنی سعد بن بکر بینما انا مع اخ لی فی بهم لنا اتانی رجلان ثیاب بیاض معهما طست من ذهب مملوء ثلجافا ضجعانی فشقا بطنی ثم استخرجا قلبی فغسلا ثم جعلا فیه خکمة و ایمانا (ابن عساکر نے اس حدیث کو اپنی کتاب "تاریخ دمشق" ۱، ۳۸۴ میں ابن بدران کی کتاب "تہذیب تاریخ دمشق الکبیر" سے روایت کیا ہے)

خالد بن معدان سے روایت ہے انہوں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ صحابہ نے ایک دفعہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا "میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کی بشارت ہوں۔ جب میری والدہ ماجدہ میرے ساتھ حاملہ ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس سے سرزمین شام میں بصری کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ مجھے بنی سعد بن بکر میں دودھ پلایا گیا۔ ایک دفعہ جب کہ میں اپنے ایک رضاعی بھائی کے ساتھ اپنے مویشیوں میں تھا کہ اچانک سفید لباس میں ملبوس دو شخص میرے پاس آئے۔ ان کے ہمراہ برف سے بھری

Marfat.com

ہوئی سونے کی ایک طشتری تھی۔ انہوں نے مجھے کمر کے بل لٹا دیا۔ میرا پیٹ چاک کیا، پھر میرے دل کو نکال کر دھویا اور اسے حکمت وایمان سے بھر دیا۔

آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کا سینہ مبارک چاک کرنا اسے رافت و رحمت سے بھرنے کی غرض سے تھا اور اس لیے تھا کہ اسے حکمت وایمان کے ساتھ پر کر دیا جائے تاکہ آپ حکمت کے مطابق رافت و رحمت کو کام میں لائیں اور اس میں تصرف فرمائیں۔ خواہ ایسا تصرف آپ کی خواہش و رغبت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ہم اس سے پہلے کافی مثالیں دے چکے ہیں۔ یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ شق صدر شریف اور عنصر بشریت کے مابین جس میں تمام لوگ آپ کے ساتھ شریک ہیں ذرہ بھر بھی کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ الٹا اس میں تو وہ کچھ ہے جو آپ کی مہم اور آپ کے کام کو بہ نسبت دوسروں کے مشکل تر بنا دیتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ آپ ﷺ نے کسی ایسے شخص پر حد شرعی قائم کرنے کا ارادہ فرمایا ہو جو آپ کا محبوب ہو یا جب مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے پر آپ مجبور ہوتے۔ حالانکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ دیگر لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو رقت قلب اور رحمت میں آپ کی گرد راہ تک بھی پہنچ سکے۔ مگر آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور نے اگر کسی دوسرے شخص پر کوئی حد قائم کرنا چاہی یا اس نے مشرکین سے لڑائی کی تو آپ کی بہ نسبت (جن کا سینہ رافت و رحمت سے معمور تھا) اس کے لیے یہ کم گراں اور کم مشکل ہوتا تھا۔ بہت سارے طرز ہائے عمل اور حالات و واقعات مقتضائے حکمت آپ ﷺ کو اپنے اس جذبہ رافت و رحمت کے خلاف عمل پیرا ہونے پر مجبور کر دیتے تھے۔ مثلاً کفار کے ساتھ جنگ کرتے وقت یا زید کے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے معاملہ میں اور پھر اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا آپ کو یہ حکم دینا کہ آپ ان کی مطلقہ سے شادی کرلیں۔ باوجود اس کے کہ اس زمانہ میں اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرنا رسم و رواج کے خلاف تھا اور اس رسم و رواج کا یہ بوجھ جو اس زمانہ کے لوگوں پر مسلط تھا آپ کو اس کا سامنا کرنا پڑا۔

یہ معاملہ ہو یا اس قبیل کے دیگر معاملات ہوں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ احکامات صادر ہوئے آپ نے تعمیل حکم الٰہی میں اپنے نفس سے مقابلہ کیا اور

Marfat.com

اس پر غالب رہے۔ جب کہ ایسا کرنا اور کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ ہر قسم کے حالات اور رسم ورواج کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے نفس کو نیچا دکھایا جب کہ دوسرے لوگ زیر ہوئے۔

جہاں تک آپ کے سینہ مبارک کو ایمان کے ساتھ پر کرنے کا تعلق ہے وہ اس لیے ضروری تھا کہ چونکہ آپ کو لوگوں کا رہبر ورہنما بننا تھا اور انہوں نے آپ کی اقتداء کرنا تھی لہٰذا ضروری تھا کہ آپ کا ایمان ان کی رگ وپے میں سرایت کر جائے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس درجہ کامل الایمان بنایا کہ اگر آپ کا یہ ایمان تمام لوگوں میں تقسیم بھی کر دیا جائے تو وہ سارے کے سارے اس کی پنہائیوں میں سما جائیں اور آپ ان کے لیے ایک کامل واکمل نمونہ بن کر ابھریں۔ جیسا کہ آپ تمام انسانیت کے لیے رہتی دنیا تک ہیں۔

اس بات کا بشریت کے ساتھ کوئی تعارض نہیں اور نہ ہی یہ نفوس کو پچھاڑ دینے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کے خلاف ہے۔ بیشک ایک مومن کو اس کا ایمان جہاد وقتال پر ابھارتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ باوجود اس قوت ایمانی کے وہ قتل وقتال اور جنگ وجدل سے مطمئن اور خوش ہے۔ کیوں اس طرح نہ ہو جب کہ اللہ کا ارشاد ہے کتب علیکم القتال و ہو کرہ لکم اسراء اور معراج کی رات سینہ مبارک شق کرنے میں یہ حکمت تھی کہ آپ نے اللہ کے حضور حاضر ہونا تھا۔ قاب قوسین یا اس سے بھی کم فاصلہ اللہ کا قرب حاصل کرنا اس سے ہم کلام اور مانوس ہونا اور سرگوشی کرنا تھا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک ایسی خوبی ہے جس میں آپ سارے جہانوں سے منفرد وممتاز ہیں۔ دوسری یہ کہ اس کے لیے ایک قوت کی ضرورت ہے جو انسانی طبیعت میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی دنیا میں کسی کو اس کی ضرورت ہے۔ قصہ اسراء و معراج میں مذکورہ بالا طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری اور اس کے دیدار کی جو مہم تھی اس کو اس شخص پر جو اس سے مشرف ہونے والا تھا خواہ وہ کوئی بھی تھا ایسا بنانا لازمی تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے اپنے حبیب اعظم اور صفی اکرم ﷺ کے کسی کو یہ شرف نہیں بخشا اور نہ ہی اپنی ساری مخلوق میں سے سوائے آپ کے کسی اور کو اس کے لیے خاص کیا ہے۔ کیوں ایسا نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکاء و خرموسیٰ صعقا اللہ تعالیٰ نے اپنے

Marfat.com

حبیب ﷺ کو اس لیے نہیں بلایا تھا کہ آپ کو پاش پاش کر دے یا آپ کو بے ہوش کر دے بلکہ اس لئے بلایا تھا کہ آپ کو اس شرف سے نوازے جس کے ساتھ ساری دنیا کو چھوڑ کر آپ کو خاص کیا۔ حضوریوں اور باریابیوں کی دعوت دی تو پھر آپ کو اس ذمہ داری کی سطح پر پورا اترنے اور اس کا بوجھ اٹھانے کے قابل بھی بنا دیا اور یہ چیز ہرگز ہرگز انسانی خصائص اور تقاضاہائے بشریت کے منافی نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ آپ کی مدح میں فرماتے ہیں مازاغ البصر وما طغی (آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی) اس بات کا بھی امکان تھا کہ آپ کی چشم مبارک فطرت انسانی کے خاصے کے مطابق جو آپ کے اور تمام انسانوں کے مابین مشترک ہے ٹیڑھی ہو جاتی یا حد سے گزر جاتی۔ مگر آپ اس طبیعت و فطرت پر اس وقت غالب آگئے جبکہ کوئی دوسرا اس کی قدرت نہیں رکھ سکتا تھا اور آپ نے اس کو زیر کر لیا۔ جب کہ ایسا کرنا کسی اور فرد بشر کے بس کی بات نہ تھی۔ تب تو یہ ثابت ہوا کہ یہ نظریہ کہ آپ کے صدر شریف کو چاک کرنے کا مطلب آپ کو اس بشریت سے نکالنا تھا جس میں آپ دیگر انسانوں کے ساتھ شریک ہیں۔ کسی ٹھوس اور صحیح بنیاد پر قائم نہیں۔ اس پر مزید یہ کہ احادیث کثیرہ اس موضوع میں وارد ہوئی ہیں جن میں سے ہم چند ایک کا نیچے ذکر کرتے ہیں۔

شق صدر

وعن عائشه رضی الله عنها ان رسول الله ﷺ اعتكف هو وخديجة شهرا بحراء فوافق ذلك شهر رمضان فخرج رسول الله ﷺ وسمع السلام عليك قالت فظننت انه فجاء الجن فقال ابشر وافان السلام خير ثم رأى يوما اخر جبريل عليه السلام على الشمس جناح له بالمشرق وجناح له بالمغرب فهبت منه فقالت فانطلق يريد اهله فاذا بينه و بين الباب قال فكلمنى حتى انسيت به ثم و عدنى موعدا قال فجئت لموعده واختبس على جبريل فلما اراد ان يرجع اذا هو به ميكائيل صلى الله عليهما فهبط جبريل الى الارض و بقى ميكائيل بين السماء والارض قال فاخذنى جبريل

Marfat.com

فلصقنی بحلاوۃ القفا شق عن بطنی فاخرج منه ماشاء الله ثم غسله فی طست من ذهب ثم اعادفیه ثم کفانی کما یکفی الأناء ثم ختم فی ظهری ختی وجدت مس الخاتم (ابو داؤد الطیالسی نے اس حدیث کو اپنی مسند ۲، ۸۶ (حدیث نمبر ۲۳۱۸) میں روایت کیا ہے۔ جیسا کہ منحۃ المعبود میں مروی ہے۔ خارث نے اپنی مسند میں اس کو روایت کیا ہے۔ جیسا کہ فتح الباری ۱: ۴۶۰ میں منقول ہے کہ۔ ابو نعیم نے اپنی دلائل النبوۃ ۱۷۱ میں اور بیہقی نے اپنی ذلائل النبوۃ ۱: ۳۹۸ میں اس کو نقل کیا ہے۔ (الحدیث)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے اور حضرت خدیجہؓ نے ایک ماہ اعتکاف کیا۔ حسن اتفاق سے یہ اعتکاف ماہ رمضان میں وقوع پذیر ہوا۔ جناب رسول کریم غار سے باہر نکلے تو کسی کہنے والے کو سناوہ کہہ رہا تھا "السلام علیک" حضرت خدیجہ کہتی ہیں کہ میں نے گمان کیا کہ شاید اچانک آپ کے پاس کوئی جن آگیا ہے مگر آپ نے فرمایا اے خدیجہ خوش ہو جاؤ بے شک سلام میں بھلائی ہے۔ پھر کسی اور دن آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو سورج کے اوپر دیکھا۔ ان کا ایک پر مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں۔ حضرت خدیجہ ان سے ڈر گئیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ آپ چل پڑے۔ گھر جانے کا ارادہ تھا۔ جبرائیل علیہ السلام آپ کے اور آپ کے دولت کدہ کے دروازے کے مابین حائل ہو گئے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ انہوں نے میرے ساتھ کلام بھی کیا حتی کہ میں ان کے ساتھ مانوس ہو گیا۔ پھر میرے ساتھ ملاقات کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ملاقات کے لئے طے شدہ وقت پر پہنچ گیا۔ وہ بھی آگئے۔ انہوں نے مجھے دبوچا مگر جب حضور ﷺ نے

Marfat.com

واپس جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ آپ جبرائیل و میکائیل کے ساتھ ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام زمین کی طرف نازل ہوئے، میکائیل زمین و آسمان کے درمیان ہی رہے۔ آپ نے فرمایا کہ جبرائیل نے مجھے پکڑ کر کمر کے بل لٹا دیا۔ میرے پیٹ کو چاک کیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا میرے پیٹ سے نکال کر باہر کیا۔ پھر اسے سونے کی طشتری میں دھو کر اپنی جگہ میں رکھ دیا۔ پھر مجھے ایسے الٹا کر دیا جیسے ایک برتن کو اوندھا کیا جاتا ہے۔ اس سب کارروائی کے بعد میری پشت پر مہر لگا دی حتی کہ میں نے اس مہر کے چھونے کو بھی محسوس کیا۔

ثابت البنانی سے روایت ہے انہوں نے انس ابن مالک سے روایت کی:

ان رسول اللہ اتاہ جبریل علیہ السلام و ھو یلعب مع غلمان فاخذہ فصرعہ فشق عن قلبہ فاستخرج القلب فاستخرج منہ علقہ فقال ھذا حظ الشیطان منک ثم غسلہ فی طست من ذھب بماء زمزم ثم لا مہ ثم اعادہ فی مکانہ وجاء الغلمان یسعون الی أمہ (یعنی ظئرہ) فقالوا ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم قد قتل (کتاب الایمان، "باب الاسراء برسول اللہ ﷺ الی السموت حدیث نمبر ۲۶۱، مسند امام احمد) ۱۳، ۱۲۱، ۱۹۱، ۲۸۸۔ ان دونوں حضرات کے ہاں حدیث کے آخر میں یوں ہے "میں اس سلائی کا نشان اپنے سینے میں دیکھتا تھا)

جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اس وقت آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو پکڑا اور زمین پر گرا دیا۔ آپ کا دل مبارک نکال کر چاک کیا، اس میں سے جما ہوا خون نکال باہر کیا اور کہا یہ آپ سے شیطان کا حصہ تھا پھر دل کو سونے کی ایک پلیٹ میں رکھ کر زمزم کے پانی سے

Marfat.com

اسے دھویا۔ پھر اسے دوبارہ جوڑا اور اپنی جگہ میں رکھ دیا۔ یہ منظر دیکھ کر لڑکے آپ کی والدہ (یعنی حضرت حلیمہ) کی طرف دوڑے آئے اور کہنے لگے کہ حضرت محمد ﷺ (معاذ اللہ قتل کر دیئے گئے ہیں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ اپنی ایک حدیث میں حضور ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ سے حاصل کرنے اور دودھ پلانے کے بارے میں بیان کرتی ہیں۔ اس کا مکمل بیان حدیث میں یوں ہے:

قالت فبینما ھو یلعب و اخوہ یوما خلف البیوت یرعیان بھما لنا اذجاء نا أخوہ یشتد فقال لی و لا بیہ أدر کا اخی القرشی قد جاء رجلان فأضجعاہ فشقا بطنہ فخر جنا نحوہ یشتد فانتھینا الیہ و ھو قائم منتقع لونہ، فاعتنقہ ابوہ، واعتنقتہ ثم قلنا مابك ای بنی قال اتانی رجلان علیھما ثیاب بیض فاضجعانی ثم شقابطنی فو اللہ ما ادری ما صنعا قالت فاحتملناہ فرجعنا بہ الی البیت (اس حدیث کو ابو یعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ان دونوں کے رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد ۸، ۲۲۰۔۲۲۱) الحدیث

حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں کہ آپ اور آپ کے بھائی گھر کے پچھواڑے میں کھیل رہے تھے اور ہمارے مویشی چرا رہے تھے جب کہ اچانک انکا رضاعی بھائی ہماری طرف دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہنے لگا میرے قریشی بھائی کی مدد کو پہنچے۔ ان کے پاس دو آدمی آئے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی ان کو لٹا دیا ہے اور ان کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں کہ ہم گھبرا کر ان کی طرف دوڑتے ہوئے گئے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کھڑے ہیں اور ان کا رنگ متغیر ہو چکا ہے۔ ان

Marfat.com

کے باپ نے ان کو گلے سے لگا لیا۔ پھر میں بھی ان سے ہم کنار ہوئی۔ ہم نے کہا اے بیٹے آپ کو کیا ہوا۔ فرمایا میرے پاس دو آدمی آئے جنہوں نے سفید رنگ کے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ انہوں نے آتے ہی مجھے لٹا دیا۔ میرا پیٹ چاک کیا۔ بخدا مجھے معلوم نہیں کہ پھر انہوں نے کیا کیا حضرت حلیمہ کہتی ہیں ہم نے ان کو اٹھا لیا اور گھر واپس آ گئے۔

اس کے علاوہ اس بارے میں اور بھی بہت ساری احادیث ہیں۔ اگر میں ان کو بالتفصیل بیان کروں تو بحث طویل ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ کافی ووافی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے فتح الباری (۷ : ۳ : ۲) میں اس شخص کے رد کے باب میں، جس نے معراج کی رات سینہ مبارک چاک کرنے سے انکار کیا تھا فرمایا کہ اس میں انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ یہ امر مسلم ہے کہ اس موضوع میں لگاتار اور پے در پے روایات وارد ہوئی ہیں۔

شیخ الاسلام احمد ابن عبدالرحیم جو ولی اللہ الدہلوی کے لقب سے معروف ہیں، اپنی یگانہ روزگار کتاب "حجتہ اللہ البالغیۃ" میں لکھتے ہیں "فرشتے ظاہر ہوئے آپ کے دل مبارک کو چاک کیا، اس کو ایمان و حکمت سے بھر دیا اور یہ سارا واقعہ عالم مثال اور عالم شہادت کے درمیان پیش آیا" (مذکورہ بالا عبارت ابوالحسن الندوی کی کتاب السیرۃ النبویۃ سے نقل کی گئی ہے) (دارالشروق) اسی سبب سے دل کا چاک کرنا ہلاکت کا باعث نہ بنا۔ چنانچہ آپ کے سینہ مبارک میں دھاگے کی طرح اس شق کا نشان ہمیشہ باقی رہا اور ایسے ہی ہر اس چیز کا حال ہوتا ہے جس میں عالم مثال اور عالم شہادت کا اختلاط اور امتزاج ہو جائے ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے جہم بن ابی جہم نے جو حارث ابن حاطب الجمحی بن عبداللہ کا غلام تھا، بیان کیا اس نے جعفر بن ابی طالب یا ان سے جنہوں نے ان سے یہ حدیث بیان کی، روایت کیا اور کہا کہ حلیمہ بنت ابی ذویب السعدیۃ جناب ﷺ کی دایہ، جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا، بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ آپ کو لے کر اپنے گھر واپس لوٹے، آپ ان کو اپنے گھر لے آنے کے کئی ماہ بعد اپنے رضاعی بھائی کے ہمراہ ہمارے گھروں کے پچھواڑے ہمارے مویشیوں میں موجود تھے کہ

Marfat.com

اچانک ان کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور ان کے باپ سے کہنے لگا کہ میرے اس قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے جو سفید کپڑوں میں ملبوس ہیں پکڑ لیا ہے اور ان کو پہلو کے بل لٹا کر ان کا پیٹ چاک کر دیا ہے اور ان کے اندر کی چیز نکال دی ہے۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ یہ ماجرا سن کر میں اور ان کا باپ اور بھائی باہر نکلے۔ ہم نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ کھڑے تھے اور ان کے چہرے مبارک کا رنگ اترا ہوا تھا۔ چنانچہ باری باری میں نے بھی اور ان کے باپ نے بھی ان کو سینے سے چمٹایا اور ان سے پوچھا اے بیٹے کیا ہوا۔ فرمایا میرے پاس دو آدمی آئے جنہوں نے سفید لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے لٹا دیا اور میرے پیٹ کو چاک کیا۔ پھر اس میں کوئی چیز تلاش کرنے لگے مجھے پتہ نہیں کہ وہ کیا چیز تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم انہیں اپنے خیمے کی طرف واپس لائے۔ ابن اسحاق نے کہا "ثور بن یزید نے اہل علم میں سے کسی شخص کی روایت سے یہ حدیث مجھے بیان کی ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ شخص خالد بن معدان الکلاعی ہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سے چند نے جناب سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔" فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور جب میری والدہ ماجدہ میرے ساتھ حاملہ ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نور ان کے بطن مبارک سے نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ میں نے بنی سعد بن بکر میں دودھ پیا۔ ایک دن میں ان کے گھروں کے پچھواڑے اپنے بھائی کیساتھ تھا۔ ہم لوگ مویشی چرا رہے تھے کہ اچانک میرے پاس دو آدمی سفید لباس میں ملبوس ایک سونے کی طشتری لے کر آئے جو برف سے بھری ہوئی تھی انہوں نے مجھے پکڑا، میرے بطن کو چاک کیا اور میرے دل کو باہر نکالا اسے بھی چاک کیا اور اس سے سیاہ رنگ کا جما ہوا خون نکال کر باہر کیا۔ پھر میرے دل کو اور پیٹ کو اس برف کے ساتھ اس قدر دھویا کہ اس کو بالکل صاف کر دیا"

ان راویان احادیث میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس پر عیب لگایا جا سکے یا اس کے بارے میں کسی قسم کی بناوٹ، جھوٹ یا نفاق کا علم ہو سکا ہو جو اس کی طرف سے روایت کردہ حدیث کے انکار کا سبب بن سکے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ قصہ شق صدر صحیح ہے۔ بخاری و مسلم میں صحیح متن کے ساتھ وارد ہوا ہے اور معروف ضابطہ یہ ہے کہ

Marfat.com

متن کے ہوتے ہوئے اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے ان لوگوں سے تعجب ہے جو اس واقعہ سے انکار کرتے ہیں جس کے وقوع کے بارے میں متواتر حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے ہر ایک دوسری کے لیے باعث تقویت ہے۔ اور اس میں کسی قسم کے تردد یا اشتباہ کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سارے کے سارے دلائل اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ آپ کے سینہ مبارک کو دو فرشتوں نے چاک کیا اور اس میں سے وہ جما ہوا خون جو شیطان کا حصہ تھا نکال دیا اور اس کو ایسے ہی شفقت اور رحمت سے بھر دیا جیسے کہ اسے حکمت سے پر کیا تھا۔ اور اسی حکمت کے بل بوتے پر آپ شفقت ورحمت کا صحیح استعمال فرماتے تھے۔ اسی طرح اس کو ایمان سے بھی بھر دیا تاکہ آپ تمام مومنین کے لیے کامل نمونہ بنیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ (شق صدر) کے عمل میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو آپ کی بشریت کے مخالف ثابت ہو یہ تو وہی کچھ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے اخذ کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف آوری کے عظیم احسان وانعام کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم
حریص علیکم بالمومنین رؤوف رحیم

"بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان"

اسی سبب سے آپ کی محبت ہم پر واجب ہوئی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ بہت زیادہ شفقت کرنے والے اور ہم پر رحم کرنے والے ہیں۔ اور اس لیے کہ آپ مسلمانوں کے، ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ان کا مشقت میں پڑنا، اور ان پر ظلم آپ پر گراں ہے تو پھر اگر ہم اس سے محبت نہ رکھیں جس کا ہمارے ساتھ یہ حال ہو تو پھر اور کس سے محبت رکھیں گے۔ کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

اهل یکون حمیدا ان یجاد لنا
واننا بقضاء الحق بکال

Marfat.com

"کیا یہ بات ہمیں زیب دیتی ہے کہ ہمارے لیے دست سخاوت دراز کیا جائے اور ہم ادائیگی حق میں بخل سے کام لیں"

جیسا کہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ بات سے بات نکلتی ہے تو ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے دیگر معجزات کے ذکر سے برکت حاصل کریں اور ان معجزات کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ پر انعام کیا ہے اس کا کچھ علم ہمیں بھی حاصل ہو جائے اور جو ہم پر احسان کیا ہے اور جس کی بدولت آپ کی محبت و اطاعت ہم پر فرض ہے اس کا کچھ کھوج لگائیں۔

آپ کی محبت اللہ تعالیٰ کی ہی محبت ہے اور آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ومن اطاع الرسول' فقد اطاع الله النبي اولى بالمومنين من انفسهم عزيز عليه ماعنتم حريص عليكم بالمومنين رووف رحيم.

"اے محبوب فرما دو کہ لوگوں اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور اللہ تعالیٰ کے بعد جس نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے آپ سے بڑھ کر ہماری محبت کا اور کون حقدار ہو سکتا ہے۔" اللهم صلي وسلم و بارك عليه

دیگر معجزات

بہت سارے مسائل جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو پیش کریں تو ہم انہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی بشریت کے منافی پاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں۔ مثلاً آپ نے ایک دن ایک چھوٹے سے پیالہ سے ایک بڑے لشکر کو پانی پلا دیا۔ وہ پانی آپ کی انگلیوں مبارکہ سے پھوٹا تھا۔ اس پانی سے تمام اہل لشکر سیراب ہو گئے تو کیا یہ صحیح واقعہ نہیں اور کیا احادیث کی کتابوں میں وارد نہیں ہوا۔ ایسے ہی ایک صاع (پیمانہ تقریباً ۵ سیر) سے ایک بہت بڑی تعداد کو کھانا کھلا دینے کا مسئلہ ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ

Marfat.com

کھانا کھانے والے لوگ تقریباً تین سو کے لگ بھگ تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک سو تیس کے قریب تھے۔ بخاری شریف میں ایسے ہی وارد ہوا ہے تو پھر کیا اس سے محض اس بنیاد پر انکار کر دینا کہ یہ آپ کی بشریت کے منافی ہے ممکن ہے ایسے ہی چاند کے اس دن ٹکڑے ہونے کا واقعہ جس دن قریش نے آپ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ان کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کر دیں۔ آپ نے انگلی سے اشارہ کیا چاند دو ٹکڑے ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت اتاری:

اقتربت الساعة وانشق القمر و ان یروا ایته یعرضوا و یقولوا سحر مستمر

سیاق آیت سے صاف واضح ہے کہ یہ واقعہ اسی دنیا میں پیش آیا اور اس بارے میں جو احادیث آئی ہیں وہ بھی صحیح ہیں اور ان کو شیخین نے روایت کیا ہے۔ اس سے زیادہ کی طلب ہو تو "دلائل النبوۃ" کا مطالعہ کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ والوں نے ایک دفعہ آپ سے سوال کیا کہ آپ انہیں کوئی نشانی دکھائیں تو آپ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ الفاظ امام بخاری کے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم مقام منیٰ میں رسول اکرم کے ساتھ تھے کہ اچانک چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے چلا گیا اور ایک آپ کے سامنے آگیا۔ تو جناب رسول اللہ نے ہم سے فرمایا "گواہ رہو" (متفق علیہ واللفظ للبخاری) حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ چاند جناب رسول اللہ کے زمانہ مبارکہ میں دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ (متفق علیہ) اس کے علاوہ درخت کے تنے والی ایک حدیث بھی آتی ہے۔ آپ نے کچھ عرصہ کھجور کے ایک درخت کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں جب منبر تیار ہو گیا تو آپ نے اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دینا چھوڑ دیا اچانک اس تنے سے شوق اور درد و الم بھری ایک آواز آنے لگی۔ چنانچہ ہر آدمی نے جو اس وقت وہاں موجود تھا اس آواز کو سنا۔ پھر ہم جناب رسول اللہ کے اپنے آگے کی مانند اپنی پشت کے پیچھے بھی مکمل طور پر دیکھنے کے بارے میں کیا کہیں گے۔ اگر اس معاملہ میں بھی ہم محض اپنی عقل سے

Marfat.com

فیصلہ دیں تو کیا یہ بھی آپ کی بشریت کے منافی بات نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ایک پختہ اور ثابت شدہ واقعہ ہے۔ اس ضمن میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے درج ذیل حدیث آتی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

هل ترون قبلتي هاهنا فوالله ما يخفى على خشوعكم ولا ركوعكم انی لاراكم من وراء ظهری

"کیا تم میرے قبلہ تک دیکھتے ہو یعنی تم تو صرف میری سجدہ گاہ تک دیکھتے ہو بخدا مجھ پر تو تمہارا خشوع اور تمہارا رکوع بھی مخفی نہیں ہے میں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی تمہیں دیکھتا ہوں"

یہ حدیث متفق علیہ ہے الفاظ مسلم کے ہیں۔

امام مسلم کے ہاں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت یوں آتی ہے:

انه قال صلى بنا رسول الله ﷺ يوم انصر فقال الا تحسن صلاتك الا ينظر المصلى اذا صلى كيف يصلى انما يصلى انفسه

انہوں نے کہا کہ انصر کی جنگ کے دن جناب رسول اللہ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر مجھ سے فرمایا کہ تو اپنی نماز کیوں اچھے طریقے سے ادا نہیں کرتا کیا نمازی نماز ادا کرتے وقت یہ نہیں دیکھتا کہ وہ کیسے نماز ادا کر رہا ہے حالانکہ وہ تو محض اپنے بھلے کے لیے نماز پڑھتا ہے"

وعن انس بن مالك قال صلى بنا النبى ﷺ ثم رقى المنبر فقال فى الصلاة وفى الركوع انى لا راكم من ورائى كما اراكم (متفق عليه و اللفظ للبخارى)

اور بخاری کی دوسری روایت میں یوں ہے:

فوالذى نفسى بيده انى لأراكم من خلفى كما أراكم من بين يدى قال النووى رحمة الله تعالى فى شرحه و لصحيح مسلم قال العلماء معناه ان الله تعالى خلق له

Marfat.com

ادرا کافی قفاه ببصر به من ورائه وقد انخرقت العادة له ﷺ باکثر من هذا ولیس یمنع هذا من عقل ولا شرع بل ورد الشرع بظاهره فوجب القول به وقال القاضی عیاض قال احمد بن حنبل رحمة الله و جمهور العلما هذه الرویة رویته بالعین حقیقته (عظیم قدرہ ورفتہ مکانۃ عند ربہ عزوجل، ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر)

"حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے نماز اور رکوع کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے سے"

نسائی کی ایک اور روایت میں ہے:

فوالذی نفسی بیده انی لا راکم من خلفی کما اراکم من بین یدی

"قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے آگے سے"

امام نووی اور امام احمد کی رائے

امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح کے دوران کہا ہے کہ علماء کے قول کے مطابق اس کا معنی و مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی گدی مبارک میں ایک طرح کا ادراک پیدا فرمادیا تھا۔ جس کے ذریعے آپ اپنے پیچھے بھی دیکھتے تھے۔

قاضی عیاض نے کہا کہ امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ یہ دیکھنا حقیقتہ آنکھوں کے ساتھ دیکھنا تھا۔ پھر اسراء اور معراج جو آپ کے بغیر کسی نبی کو بھی عطا نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میں آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت سے سرفراز فرمایا اور جو کچھ معراج میں آپ نے اپنے رب کی عظیم الشان نشانیوں کا مشاہدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا اور وہ تیزی جس تیزی کے ساتھ آپ نے اپنا سفر معراج طے فرمایا اور وہ راستہ جس راستہ سے آپ

Marfat.com

آسمانوں پر بلند ہوئے اور آپ کو آسمانوں کی سیر کروائی گئی یہ ساری چیزیں آپ کی بشریت کے ساتھ موافقت نہیں رکھتیں۔ اس کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ خلاف عادت باتوں کا آپ سے ظہور ہوا۔ اس لیے ان سے نہ تو عقل مانع ہے اور نہ ہی شریعت اس کے ظاہر پر حکم لگاتی ہے بلکہ اس کے اقرار کو واجب قرار دیتی ہے۔

آپ کے معجزات و خوارق آپ کی بشریت کے منافی نہیں

تب تو ہماری وسعت میں نہیں کہ ہم ہر اس واقعہ میں جس میں ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی بشریت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں (کیونکہ ہم سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ بشر ہیں)۔ اس معیار بشریت کو قائم رکھ سکیں بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک انسان رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر ہماری رائے میں آپ کا لبادہ بشریت میں ہونا آپ کے ان معجزات جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ممتاز فرمایا ہے یا وہ خصائص جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشرف فرمایا ہے انکار کو لازم نہیں گردانتا اور یہ وہ خصوصیات ہیں کہ جب ان کو انسانی خصائص و عادات کے ترازو میں رکھ کر تولا جائے تو یہ خلاف عادت ثابت ہوتی ہیں اور بے شک آپ کے معجزات تو منفرد اور ممتاز تھے حتیٰ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بھی انبیاء سابقین کے معجزات عارضی اور حسی تھے جو کوئی ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا ان کا ادراک کر لیتا تھا مگر جب ان کا وقت گزر جاتا تو وہ زائل ہو جاتے۔ آپ ﷺ کو بھی اس قسم کے معجزات اور دیگر بہت ساری خلاف عادت باتیں عطا کی گئیں۔ مثلاً چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا' آپ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی کا پھوٹ نکلنا تھوڑے سے کھانے کا زیادہ ہو جانا' پانی کا بہا دینا' درختوں کا آپ ﷺ کے ساتھ کلام کرنا' کھجور کے تنے سے غم بھری آواز کا آنا' جمادات اور حیوانات کا آپ کو سلام کرنا' بیماروں کو شفا عطا کرنا' آپ کی دعا قبول ہونا' تھوڑے سے پانی کے ساتھ لشکر کی ایک بہت بڑی تعداد کو سیراب کر دینا (عظیم قدرہ رفعتہ مکانتہ ﷺ عند ربہ عزوجل ملا خاطر) اور اس کے علاوہ بہت سارے معجزات ہیں جن میں بعض قطعیت کے درجے کو پہنچے ہوئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے درج ذیل حدیث مروی ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

فضلت علی الانبیاء بست و نصرت بالرعب
"میں چھ اشیاء کے ذریعے تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیا گیا ہوں اور رعب ودبدبے کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے"

وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اعطیت خمسا لم یعطھن احد و زاد البخاری من الانبیاء قبلی و نصرت بالرعب بین یدی مسیرۃ شھر متفق علیہ

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں"

امام بخاری نے اس میں یوں اضافہ کیا ہے: من الانبیاء قبلی ونصرت بالرعب بین یدی مسیرۃ شھر (اپنے سے پہلے انبیاء پر پانچ چیزوں کے لحاظ سے مجھے فضیلت دی گئی ہے اور ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے)۔

ابو الحسن الندوی نے اپنی کتاب "السیرۃ النبویۃ" میں ذکر کیا ہے:

"اور ایسے ہی حضرت حلیمہ نے کہا، پہلی بار وہ آپ ﷺ کو چھوڑ کر چلی گئیں پھر ان کا دل آپ کی طرف مائل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی محبت ان کے دل میں ڈال دی۔ انہوں نے آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ سے لے لیا اور آپ کو اپنی قیام گاہ کی طرف لے گئیں تو انہیں ان کی برکت کا احساس ہوا۔ اب اس کے بعد ان کے گھر میں ہر چیز کی حالت وہ نہ رہی جو پہلے تھی۔ انہیں اپنے شیر، اپنے جانوروں کے دودھ، اپنی بوڑھی اونٹنی، اور گدھی تک میں برکت کے آثار نظر آنے لگے اور ہر ایک یہی کہنے لگا کہ اے حلیمہ تو نے تو ایک مبارک انسان حاصل کیا ہے۔ اس پر ان کی سہیلیاں ان کے ساتھ حسد کرنے لگیں۔ دو فرشتے آئے اس وقت آپ ﷺ قبیلہ بنی سعد میں تھے انہوں نے آپ کے پیٹ مبارک کو چاک کیا اور آپ کے دل مبارک سے سیاہ رنگ والا جما ہوا خون نکال کر اسے باہر پھینک دیا اور اس جگہ کو بالکل صاف کر دیا۔ دوبارہ دل اپنی جگہ میں رکھا۔ چنانچہ وہ ایسا ہی ہو گیا جیسا کہ پہلے تھا"۔

Marfat.com

یہ قصہ بتمام وکمال کتب سیرت میں منقول ہے۔ امام مسلم نے اس قصہ کو اپنی صحیح میں کتاب الایمان کے "باب الاسراء برسول اللہ ﷺ" میں حضرت انس بن مالک کی روایت سے نقل کیا ہے۔

پہلے اور آخری نبی

ان چیزوں میں سے جو لائق اعتناء ہیں ایک یہ ہے کہ پیدائش کے لحاظ سے آپ تمام انبیاء علیہم السلام میں پہلے ہیں اگرچہ بعثت کے لحاظ سے آپ ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے۔ آپ کی بعثت میں تاخیر اس لیے ہوئی کہ چونکہ سنت الٰہیہ کے مطابق انسانیت ابھی تک اس قابل ہی نہیں ہوئی تھی کہ وہ آپ کی اس رسالت شاملہ وعامتہ اور سابقہ تمام رسالتوں کی خاتم رسالت کو سہار سکے۔ چنانچہ نتیجۃً اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کو اس وقت تک مؤخر کر دیا جب تک کہ انسانیت اس قابل نہ ہو جائے کہ اس رسالت عظیمہ کو سمجھ سکے اور وہ اس وقت تک اس کو سمجھنے کے قابل نہ تھی جب تک کہ وہ ترقی اور پختگی فہم کے ایک خاص درجے تک نہ پہنچ جاتی جو اس کے لیے مطلوب تھا۔ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت نبی لکھ دیئے گئے تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک اپنے خمیر میں گندھے ہوئے تھے۔ عرباض بن ساریہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین تھا۔ حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے"۔ اس حدیث کو احمد بن حنبل، حاکم اور ابن حبان وغیرہم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے اسے صحیح مانا ہے اور ثابت کیا ہے۔ (مسند احمد، المستدرک)

عن میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ ﷺ متی کنت نبیا و فی لفظ متی کتبت نبیا قال و آدم بین الروح و الجسد رواہ احمد باسناد صحیح

"میسرۃ الفجرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نبی کب بنے اور ایک عبارت میں یوں ہے کہ آپ نبی کب لکھے گئے۔ فرمایا اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کی درمیانی منزلیں طے کر رہے تھے"

Marfat.com

اس حدیث کو امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز ان کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اس کی صحت کا اقرار کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کب نبی لکھے گئے۔ فرمایا اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (امام احمد نے اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)۔ ان احادیث کے طرق کے علاوہ دوسرے طرق سے بھی روایات اور احادیث موجود ہیں۔

یہ صحیح اور واضح احادیث ہیں جو یہ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ اس وقت نبی بنائے گئے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک اپنی مٹی مبارک میں گندھے ہوئے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات میں تصرف فرمانے والے ہیں جو جانتے ہیں اس کو بھی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو قیامت تک ہونے والا ہے۔ حدیث میں آیا ہے خلق اللہ القلم فقال له اکتب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اس سے کہا لکھ۔

یہ حکم عام ہے مگر یہ احادیث ایسی ہیں کہ ان میں جناب رسول کریم ﷺ کے ذکر کو خصوصیت حاصل ہے اور ان میں اس بات کی وضاحت ہے کہ آپ ﷺ کے لیے نبوت لکھ دی گئی تھی جب کہ سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام ابھی اپنے خمیر میں گندھے ہوئے تھے۔

اس کے بعد سورہ آل عمران کی یہ آیت مبارکہ بھی اس حقیقت کی وضاحت کر رہی ہے:

واذاخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمته ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتو منن به ولتنصر نه قالءَ أقررتم وأخذ تم علی ذلکم اصری قالوا أقرر نا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین

"اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکم دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ

Marfat.com

تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور بر ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بر ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیونکہ تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

اگر ان احادیث نبویہ کی تصدیق نہ کی جائے جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے نبی تھے بلکہ اس وقت سے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے کس طرح یہ عہد لیا کہ وہ حضرات جب ان کے پاس رسول آئے تو اس پر ایمان لائیں اور اس کی مدد کریں اور کس بنیاد پر یہ عہد لیا گیا؟ یہ حقیقت کسی محقق پر مخفی نہیں کہ قرآن کریم میں جو آیات وارد ہوئی ہیں وہ آپ کی نبوت کے صدق اور تورات و انجیل میں اس کے ثبوت پر دلیل ہیں۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجد ونه مکتوبا عند هم فی التوراة والانجیل بامرهم بالمعروف و ینها هم عن المنکر ویحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث و یضع عنهم امرهم والا غلال التی کانت علیهم فالذین آمنوا به وعزروه و نصروه و اتبعوا النور الذی أنزل معه أولئك هم المفلحون

کتب سابقہ میں حضور ﷺ کی نعت

احمد نے عطائ یسار کے حوالے سے روایت کی اور فرمایا:

لقیت عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما فقلت اخبرنی عن صفات رسول الله ﷺ فی التوراة فقال أجل و الله إنه لموصوف فی التوراة بصفته فی القرآن یا ایها النبی انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذیرا وحرزا للا مین انت عبدی و رسولی سمیتك المتوکل لا فظ ولا

Marfat.com

غليظ ولا صخاب فی الاسواق ولا يدفع بالسيئته السئيته ولكن لعفوا و يغفر ولن يقبضه الله حتی يقيم الملة العوجاء بان يقولوا لا اله الا الله يفتح به اعينا عميا واذانا صما و قلوبا غلفا

میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملا۔ میں نے عرض کی حضرت مجھے جناب رسول کریم ﷺ کی ان صفات کے بارے میں کچھ بتائیے جو تورات میں مذکور ہیں۔ فرمایا ہاں، کیوں نہیں۔ میں ضرور بتاؤں گا۔ بخدا تورات میں بھی آپ کی وہی صفات ذکر ہوئی ہیں جن صفات کے ساتھ آپ کے موصوف ہونے کا قرآن کریم میں بیان ہے۔ (مثال کے طور پر یہاں تورات کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے وہ عبارت یوں ہے:

"اے خبر دینے والے بے شک ہم نے آپ کو اپنی امت پر گواہی دینے والا، انہیں جنت کی خوشخبری سنانے والا، جہنم سے ڈرانے والا اور امیوں کی پناہ گاہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے وہ نہ تو سخت مزاج اور درشت خو ہے اور نہ ہی بازاروں میں شور و شغب کرنے والا ہے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا بلکہ اس کے برعکس عفو و درگزر سے کام لیتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان کو دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ کج رو ملت راہ راست پر نہ آجائے اور وہ یہ اقرار نہ کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں اور ان کے ذریعے سے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور ان دلوں پر جن پہ پردے پڑے ہوئے ہیں کھول نہ دے"۔

امام بخاری نے بھی عبداللہ اور بیہقی نے ابن سلام سے بالکل اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی ہے۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: حتی يقيم

Marfat.com

الملته العوجا ابن اسحاق نے کعب احبار کی روایت سے اسی کی ہم معنی حدیث روایت کی ہے اور بیہقی نے بھی حضرت عائشہ سے مختصر اروایت کی ہے اور وہب ابن منبہ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی تھی :

یاداود انه سیاتی من بعدك نبی اسمه احمد ومحمد صادقا سیدا لا اغضب علیه ابدا ولا یغضبنی ابدا وقد غفرت له قبل ان یعصینی ما تقدم من ذنبه وما تاخر وامة مرحومة اعطیتهم من النوافل مثل ما اعطیت الانبیاء وفرضت علیهم الفرائض التی افترضت علی الانبیاء والرسل حتی یاتونی یوم القیامته و نور هم نور الانبیاء الی ان قال یا داؤد انی فضلت محمداً و امته علی الامم کلها کذافی البدایة۔ ج۲، ص۳۳۶

”اے داؤد علیہ السلام عنقریب تیرے بعد ایک نبی تشریف لائے گا جن کا نام احمد و محمد ہو گا۔ وہ سچا ہو گا، سردار ہو گا میں اس پر کبھی بھی ناراض نہیں ہونگا اور وہ بھی مجھے کبھی ناراض نہیں کرے گا۔ اور پیشتر اس کے کہ وہ میری نافرمانی کرے میں نے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور اس کی امت پر رحم کیا گیا ہے۔ میں نے ان کو اتنے نوافل عطا کیے ہیں جس قدر تمام انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائے تھے اور ان پر اس قدر فرائض فرض کیے ہیں جس قدر تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام پر لازم کیے تھے۔ حتی کہ وہ قیامت کے دن میرے پاس اس حال میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء علیہم السلام کا سا نور ہو گا اور پھر یہاں تک فرمایا“ بے شک میں نے حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے“

Marfat.com

ابو نعیم نے حلیۃ (ج ۲، ص ۳۸۶) میں سعید بن ابی ہلال کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت کعب سے کہا مجھے جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت کے اوصاف بتایئے۔ فرمایا میں انہیں کتاب اللہ میں یوں پاتا ہوں:

ان احمد وامته حمادون یحمدون الله عزوجل علی کل خیر و شر یکبرون علی کل شرف و یسبحون الله فی کل منزل نداؤهم فی جواسماء لهم دوی فی صلاتهم کدون النحل علی الصخر یصفون فی الصلاة کصفوف الملائکة ویصفون فی القتال کصفوفهم الصلاة اذا غزوا فی سبیل الله کانت الملائکته بین ایدیهم و من خلفهم برماح شرا اذا حضروا الصف فی سبیل الله کان الله علیهم مظلاو اشابیده کما تظل النسور علی وکورها لا یتاخرون زحفا ابداً و اخرجه ایضا باسناداخر عن کعب بنحوه و فیہ امته الحمادون یحمد ون الله علی کل حال و یکبر ونه علی کل شرف رعاة الشمس یصلون الصلوات الخمس لوقتهن ولوعلی کناسنه یاتزرون علی اوساطهم و یوضئون اطرافهم واخرج ایضا باسناد اخر عن کعب مطولا

"بے شک احمد ﷺ اور ان کی امت ہر برائی و بھلائی کے موقع پر اللہ عزوجل کی حمد بیان کریں گے، ہر اونچی جگہ پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت بیان کریں گے اور ہر جائے قیام میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔ ان کی پکار فضائے آسمانی میں بلند ہو گی، نمازوں میں ان کی بھنبھناہٹ ایسے ہو گی جیسے شہد کی مکھی کی چٹان پر ہوتی ہے۔ وہ نمازوں میں ایسی صفیں باندھیں گے جیسے فرشتوں کی صفیں ہوتی ہیں اور لڑائی میں ایسی ہی صفیں بنائیں گے جیسے نماز

Marfat.com

میں ان کی صفیں ہوں گی۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد
کریں گے تو فرشتے تیز اور سخت نیزے لے کر ان کے آگے پیچھے
ہوں گے جب اللہ تعالیٰ کے راستے میں صف بندی کی صورت
میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر سایہ فگن ہو گی
پھر اپنے دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ایسے جیسے
گدھیں اپنے گھونسلوں کے اوپر سایہ کیے رہتی ہیں۔ وہ میدان
جنگ میں لشکر سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے"

کعب کے حوالہ سے اور دیگر واسطوں سے بھی انہوں نے ایسی ہی ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس میں یوں آیا ہے:

"آپ کی امت بہت زیادہ حمد بیان کرنے والی ہو گی۔ ہر حال میں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لائیں گے اور ہر بلندی پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کریں گے۔ سورج کی نگہداشت کرنے والے اور اس پر نظر رکھنے والے ہوں گے۔ پانچ نمازوں کو ان کے مستحب اوقات میں ادا کریں گے۔ خواہ کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر بھی کیوں نہ ادا کرنا پڑے۔ اپنے جسموں کے درمیانی حصوں میں ازار بند باندھیں گے، اپنے ہاتھ پاؤں دھوئیں گے اور سروں کا مسح کریں گے۔ انہوں نے دوسرے واسطوں سے بھی کعب کے حوالہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آپ کے لیے نبوت لکھ دی گئی تھی۔ حتی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش سے بھی پہلے۔ اسلام پر غیرت رکھنے والے بعض محدثین نے اس سے انکار کیا ہے کہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش حضرت محمد مصطفی ﷺ سے بھی پہلے ہو اور ان لوگوں میں سے ایک عظیم اسلامی مفکر اور طبع زاد کاتب ڈاکٹر خالد محمد خالد بھی ہیں۔ شق صدر کے موضوع پر ان کے ایک بیش قیمت مقالہ میں یہ بات گزر چکی ہے۔ جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ آپ نے اس کو جان لیا ہو گا کہ یہ بات جو اسلام پر غیرت کھانے کی وجہ سے ان کی طرف سے معرض وجود میں آئی ہے کسی حال میں بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس موضوع میں لگاتار احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جن میں سے بعض بعض کے لیے باعث تقویت ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام عقل کا ساتھ

Marfat.com

دیتا ہے۔ مگر وہ معاملات اور خصوصیات جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے باوجود آپ کی بشریت کے آپ کو خاص کیا ہے۔ ان میں قدرت الٰہیہ کارفرما ہے۔ جو عقل کے پیمانوں کے سامنے نہیں جھکتی اور نہ ہی اس کے تابع ہے۔

عالم دو ہیں۔ ایک عالم غیب ہے اور دوسرا عالم شہادت۔ عقل کا میدان بس عالم شہادت ہی ہے۔ یعنی وہ عالم جس کو محسوس کیا، اور چھوا جا سکتا ہے۔ عالم محسوسات اور عالم شہادت کے بارے علماء نے جو کچھ ثابت کیا ہے یا اس کے بارے صراحۃً ذکر کیا ہے کہ اس میں اور اسلام میں آپس میں کوئی تناقض نہیں۔

جہاں تک عالم ملکوت یعنی عالم غیب کا تعلق ہے تو وہ تو عقل سے غائب ہے۔ اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے رسولوں کی زبانی یا پاک کتابوں کے ذریعے سے خبر دی ہے۔ عالم غیب میں عقل کی طرف سے بھی دخل اندازی محض ظن کی حیثیت رکھتی ہے اور ظن تو حق کے معاملے میں کچھ سودمند نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں ہی کی تعریف فرمائی ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور انھی کو ہی متقی بتایا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کی ابتداء میں وارد ہوا ہے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے عقل کی حدود کو پہچانا اور اس کو انھی حدود کا پابند کیا۔ اسی کو حکمت کہتے ہیں اور جس کو حکمت عطا کی گئی اسے بہت زیادہ بھلائیاں عطا کی گئیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو پہچان لیا اور بولے سبحانك لا علم لنا الا ماعلمتنا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنی قدر پہچان لی۔ بعد ازاں یہ روشن و تاباں سیرت محمدیہ علی صاحبہا السلام کے فانوس کی شعائیں، ہدایت نبوی کے انوار کی چمک دمک، ریاض مصطفی ﷺ کی خوشہ چینی اور معطر سیرت کی تابانیاں ہیں۔ جسے میں نے چاہا کہ اپنی اولاد کے سامنے پیش کروں تاکہ یہ انہیں ایک ایسی روشنی کا کام دے جو ان کے سامنے ان کا راستہ روشن بنا دے اور ان کے نور سے ان کا ہر رہ گزر چمک اٹھے اور ایک اعلیٰ وارفع نمونہ اور ہر مثل مجسم صورت میں ان کے سامنے پیش کر دے جس کی گرد راہ تک بھی کوئی نمونہ زندگی اور کوئی مثال اعلیٰ نہیں پہنچ پاتی۔ کیونکہ بلا ریب آپ ﷺ کی ذات گرامی تمام انسانیت کے لیے ایک اعلیٰ وارفع مثال و نمونہ ہے۔ نہ صرف اس امت مرحومہ کے لیے نہیں بلکہ آپ ﷺ رب تعالیٰ کے اذن سے تمام انسانیت کی صراط مستقیم کی طرف رہبری

Marfat.com

کرنے والے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وانك لتهدي الى صراط مستقيم (الشوری: ۵۲)

"بے شک تم سیدھی راہ بتاتے ہو"

جوں جوں ہم اپنی اولاد کو آپ ﷺ کی محبت، آپ کی شریعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا اور اپنی اس تربیت ربانی سے آپ کا تسلی حاصل کرنا، جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خاص اہتمام فرمایا تھا اور آپ کی بڑی عمدہ تربیت و تادیب کی تھی (جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے ادبنی ربی فاحسن تادیبی) سکھاتے جائیں گے توں توں ہم زیادہ سے زیادہ اسلام کے حقیقی اور اصلی منبوں، اس کے شیریں چشموں اور اس کی شریعت سمحاء (آسان اور سہل) کے قریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔ کیونکہ ہر مسئلہ محبت سے ہی شروع ہوتا ہے اور محبت سے ہی تقویت پاتا ہے اور اسی محبت کے سہارے ہی اس کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ اپنے عروج پر پہنچ جاتا ہے اور آخر کار ایمان کامل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اسی ضمن میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: لا یومن احد کم حتی یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل الایمان نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب نہ ہوں اس محبت کی صداقت اس شریعت کے نفاذ سے ہی عیاں ہوتی ہے جو اس رسول کریم ﷺ کی شخصیت اور آپ کی مہکتی ہوئی سیرت میں عملی صورت میں موجود تھی۔ وہ سیرت و شخصیت جو باقی رہنے والے قانون ربانی کی عملی تفسیر تھی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے نفع کے لیے آپ کے قلب مبارک پر اتارا تا کہ آپ اسے کھول کھول کر لوگوں سے بیان کر دیں۔ آپ نے اس کو اپنے اخلاق و عمل میں عملاً پیش کیا۔ اور اس کے ذریعے آپ اخلاق انسانی کی آخری حدود کو پہنچے۔

آپ اس لائق ہیں کہ آپ ﷺ کا وہ رب تعالیٰ جس نے آپ کی تربیت فرمائی اور اس میں بڑی عمدگی اختیار کی آپ کو اس تعریف کا مستحق گردانتے ہوئے درج ذیل ایسے ہی تعریفی کلمات کے ساتھ آپ کو مخاطب کرے جن کی صدا ملاء اعلیٰ میں گونج رہی ہو اور کائنات کی پہنائیوں اور گوشے گوشے میں سنی جا رہی ہو۔ جو اس ربانی خلق

Marfat.com

وانك لعلی خلق عظیم" کی واضح دلیل ہے۔ ہاں ہاں یہ خلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے میزان میں اتنا عظیم ہے کہ جس کی غایت تک مخلوق کے سارے کے سارے اندازے اور خیالات پہنچنے سے قاصر ہیں۔ اس میں کچھ تعجب کی بات نہیں کہ آپ کا خلق قرآن کریم ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے بارے میں بیان کیا۔

جب اس عظمت کے اسرار کا احاطہ کرنے سے عقلیں عاجز ہیں تو ہمارے یہ کتنا لائق اور مناسب حال ہے کہ ہم آپ ﷺ کے طرز ہائے عمل کو نمونہ بنائیں تاکہ ان کی روشنی میں چلیں اور اپنی اولاد کی بھی اسی کے مطابق پرورش کریں تاکہ ہمارے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول مبارک پورا ہو "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنتہ"

کوئی بھی طرز عمل اور موقف جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہر اس شخص کے ساتھ اختیار فرمایا جس کے ساتھ آپ محبت کرتے تھے یا اس شخص کے ساتھ جس کو آپ ناپسند فرماتے تھے یا اپنی ذات کے ساتھ یا اپنے گھر والوں کے ساتھ قریب وبعید کے ساتھ، جنگ میں، صلح میں، سختی میں، آسانی میں، چھپے، ظاہر اس پر قرآنی تعلیمات کی چھاپ لگی ہوتی تھی۔ آپ ﷺ اس لیے تشریف لائے کہ انسانیت کو سکھا دیں کہ وہ کیسے اللہ تعالیٰ کے راستے اور طریقے کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت و تکریم کی سزاوار قرار پائے۔ جہاں تک میری اس کتاب کا تعلق ہے تو یہ جناب رسول اللہ ﷺ کے چند طرز ہائے عمل کا ایک سرسری سا مطالعہ ہے۔ اور امید تو ہے کہ ہم اپنی اولاد کے نفوس میں ان طرز ہائے عمل کا پودا لگانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور ان کو ان کے دلوں میں از روئے محبت گہرائیوں تک لے جائیں اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ان کو بطور مثال کے پیش کریں۔ ایسی مثالیں اور نمونے جن کے سامنے مشرق و مغرب اور تمام تر تاریخ کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے اور سارے کے سارے مبادیات (بنیادی اصول و قواعد) ان کے سامنے حقیر اور گھٹیا نظر آنے لگ جاتے ہیں اور ساری کی ساری قیادتیں ان کے آگے ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارے بیٹوں اور ہماری اولاد کو سوائے خلق عظیم نادر روزگار ثبوت کامل واکمل نمونوں اور بطور ہدیۃ عطا کردہ رحمت (صلوات اللہ علیہا وسلامہ) کے دیگر کسی چیز سے مبہوت،

Marfat.com

متحیر نہیں ہونا چاہیے۔

اب ہم اس خلق عظیم سے یہاں ایک یا دو مثالیں بیان کریں گے۔

اپنی اولاد سے کہو کہ بے شک تم نے جنگوں اور فتوحات کا مطالعہ کیا ہے۔ انقلابات اور نتائج انقلابات تم نے دیکھے اور آزمائے ہیں۔ بغاوتوں اور انقلابات کو پہچانا ہے اور یہ ہنگامے جہاں سے پیدا ہوتے ہیں اور جو ان کے اسباب ہیں ان سے تمہیں شناسائی ہے تو کیا پھر ان موافق (طرز ہائے عمل) میں سے کوئی ایک موقف بھی تم نے ایسا دیکھا ہے جو اس موقف کی گرد راہ تک بھی پہنچتا ہو جو سید الاولین والاخرین نے اختیار فرمایا تھا۔ مکہ معظمہ والوں نے آپ کو مبتلائے عذاب کیا، آپ سے جنگ کی، آپ کو تکلیفیں پہنچائیں مگر اس سب کچھ کے باوجود جب آپ بحیثیت ایک فاتح اور بحیثیت ایک کامیاب و کامران انسان کے ان کی طرف واپس آئے تو کیا اس ہمہ گیر اور فتح مبین نے آپ کو مغرور بنا دیا تھا؟ اور کیا اس اقتدار و کرسی نے آپ کو اس پر اکسایا تھا کہ آپ ان سے بدلہ لیں۔ (یہ قاعدہ و قانون ہے کہ ہمیشہ ظلم کی ابتدا کرنے والا زیادہ ظالم ہوا کرتا ہے) آپ نے ان لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جنہوں نے محض اعلان حق پر آپ کو اور آپ کے پیروکاروں کو عبرتناک عذابوں میں مبتلا کیا اور آپ کے ساتھ اور آپ کے ماننے والوں کے ساتھ طرح طرح کی کارستانیاں کیں۔ مگر اس کے جواب میں آپ کا جو طرز عمل ان کے ساتھ تھا اور فتح مکہ کے روز جو کچھ آپ نے ان سے فرمایا وہ تاریخ کے سینہ میں تا ابد الاباد درخشاں و تابندہ رہے گا اور وہ اعلان یہ تھا اذھبوا فانتم الطلقاء (جائیے تم آزاد ہو)

یہ وہ عظیم طرز عمل ہے جسے تمام دنیا حقیقتاً ایک عظیم و جلیل اور حیران کن طرز عمل گردانتے ہوئے اس کے سامنے سرنگوں ہے۔ اے اللہ کے محبوب بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔

جبرائیل علیہ السلام پہاڑوں کے نگران فرشتہ کو لے کر اس وقت آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں جس وقت آپ ﷺ قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مشقتیں جھیل رہے ہوتے ہیں۔ پہاڑوں کا فرشتہ محض اس بات کا منتظر ہے کہ سید الخلق کا اشارہ ہو اور وہ طائف کے دونوں پہاڑ اٹھا کر ان پر ڈال دے۔ فقط اس کا انتقام لینے کے لیے جو

Marfat.com

انہوں نے آپ صلوات اللہ وسلامہ اور آپ کے صحابہ کرام کے ساتھ کیا تھا۔

اگر آپ کی بجائے مخلوق میں سے کوئی بھی اور شخص ہوتا اور اس کو ایسی مشقت کا سامنا ہوا ہوتا جو آپ کو ہوا تو وہ یقیناً اسی فرشتہ سے وہ فرمائش کرنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ کرتا جس فرمائش کی پیشکش جبرائیل علیہ السلام سید الاولین والآخرین سے کر چکے تھے۔ تو پھر کیا جناب نبی کریم ﷺ نے اس طرح کے انتقام کے بارے ایک لحظہ کے لیے بھی سوچا؟ اور کیا ان لوگوں سے جنہوں نے آپ کو اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور اپنے پیروکاروں کے حق میں طرح طرح کی تکالیف پہنچائی تھیں اور آپ کی اس دعوت کے راستے میں جو لوگوں کو کفر کی اندھیریوں سے نور اسلام کی طرف نکالنے والی تھی پتھر بن کر کھڑے ہو گئے تھے تو کیا ان سے چھٹکارا کی گھڑی آپ نے کسی قسم کی کوئی خوشی منائی تھی؟ ہر گز نہیں، ہر گز نہیں۔ آپ خلق عظیم کے مالک تھے اور پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ نے جو جواب دیا وہ تمام انسانیت پر آپ کے خلق کی عظمت کو واضح کر دیتا ہے۔ اور وہ جواب یہ تھا:

بل أرجو ان يخرج الله من اصلابهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شيئا.

"بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے وہ نسلیں پیدا کریں گے جو ایک خدا تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور کسی کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں گے (ﷺ وبارک علیک یا سیدی یا رسول اللہ)"۔

اے وہ رحمت جو تمام جہانوں کو بطور ہدیۃ عطا کی گئی ہو تجھ پر صلوۃ وسلام اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہوں۔ اسی سبب سے آپ تمام اولاد آدم کے سردار بنے اور روز محشر لواء محمود، حوض مورود اور شفاعت کبری کے مالک ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

اے والدین اور اے اولاد کی پرورش کرنے والو اپنی اولاد کو یہی سیرت سکھاؤ، ان کو یہی طریقہ ہائے زندگی اور اسی خلق عظیم سے روشناس کراؤ۔

ان کو یہ بات سکھاؤ کہ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بحیثیت ایک

Marfat.com

باپ کے کیسے تھے؟ ایسے باپ کہ جن کی مثل کوئی باپ نہیں۔ انہیں یہ بتائیے کہ بحیثیت ایک لیڈر آپ کیسے تھے؟ ایسے قائد اور ایسے زعیم کہ جن کی کوئی نظیر نہیں۔ انہیں سکھائیے کہ بحیثیت ایک حاکم آپ کیسے تھے؟ ایسے کہ حکام میں سے کوئی بھی حاکم ان کی گرد راہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ انہیں سکھائیے کہ بحیثیت ایک مربی کے آپ کی مثل کوئی مربی نہیں اور نہ ہی رسولوں میں سے آپ جیسا کوئی رسول ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے یگانہ روزگار اور نادر پہلوؤں سے انہیں روشناس کراؤ۔ جن سے سیرت محمدیہ علی صاحبہا السلام مالا مال نظر آتی ہے اور تاریخ کے صفحات بلکہ ساری کی ساری انسانی تاریخ جس دن سے اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا فرمایا ہے اس سے لے کر اس دن تک جس دن یہ زمین و آسمان کسی اور صورت و شکل میں نمودار ہوں گے، فخر کرتے رہیں گے۔ یہ آپ کی سیرت طیبہ کے نادر روزگار اخلاقی پہلو اس لیے منصۂ شہود پر آئے کہ ان کے صدقے اخلاق کی اعلیٰ و ارفع باتیں تکمیل پذیر ہوں۔

انہیں سکھائیے کہ ایک خلیفہ کامل کی حیثیت میں آپ کیسے انسان تھے۔ وہ خلیفہ کامل کہ جن کی خاطر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیدا کر کے اپنا خلیفہ بنا دیا۔

ہماری بہت ساری اولاد ایسی ہے جو مغرب کی چمکتی دمکتی اور پرکشش جالوں میں پھنس چکی ہے۔ جس نے ان کو اپنی زیبائشوں اور آرائشوں سے مبہوت کر دیا ہے۔ اس کی قیادتوں نے ان کے دلوں کو متفرق و منتشر کر دیا ہے۔ ان کے طور طریقوں نے ان کے شعور و وجدان کو تتر بتر کر دیا ہے۔ گروہ آباء اور اے جماعت مربین اس کی اور کوئی وجہ نہیں۔ اس کا سبب صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں میں سیرت محمدیہ علی صاحبہا السلام کی ہیبت اور جلال کو راسخ نہیں بنایا اور اس سیرت مبارکہ میں جو جو اعلیٰ نمونے اور بنیادی نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں ان پر ان کی نظریں نہیں ٹکتیں۔ اور یہ نمونے اور بنیادی اصول ایسے ہیں کہ گوش تاریخ نے کبھی بھی ان جیسے خوش کن اور پیارے نمونوں اور اصولوں کے بارے میں سنا ہی نہیں اور آفاق کون و مکان اور اقصائے عالم کبھی بھی ان جیسوں سے معطر ہی نہیں ہوئے۔ جو جمال و کمال، جلال و

Marfat.com

حسن، احاطہ وشمولیت، تربیت و تنظیم کے لحاظ سے ان کی گرد راہ تک بھی پہنچ سکیں۔

ہمارا نوجوان اس خزانے کا شدت سے محتاج ہے جس خزانے کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے دفن کر دیا ہے اور اس کی دولت کی قدر نہیں کی اور اس فردوس کی اسے احتیاج ہے جس کو ہم ضائع کر بیٹھے ہیں اور اس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگا سکتے اور اس بدر کامل کی احتیاج میں ہیں۔ جس کے نور کے آگے ہم حائل رہے اور اس کی انتہائی روشن و تاباں چمک دمک کے سامنے ایک کثیف بادل آگیا جس نے اس کی ضیاء پاشیوں میں رکاوٹ ڈال دی۔ تو جب یہ صورت حال ہو تو ہمارے ضائع شدہ نوجوان کیسے اس طرح آئیں اور کیسے اپنی تمام تر توجہ اس طرف مبذول کریں۔

ایک مقولہ ہے کہ آدمی جس چیز کو نہیں جانتا اس کا دشمن ہوا کرتا ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی اولاد کو آپ ﷺ کی محبت اور آپ کے اہل بیت الطاہرین المطہرین اور آپ کے ہدایت یافتہ صحابہ کرام کی محبت کا درس دیں اور ان پر یہ واضح کریں کہ آپ ﷺ کی محبت آپ کی اتباع سے ہی نصیب ہوا کرتی ہے اور بدعت نوازی سے چھن جاتی ہے۔ اگر محض زبان سے محبت کا دعویٰ ہو اور شعور پر محبت کی جنونی کیفیت طاری ہو بھی تو کوئی فائدہ نہیں۔ جب تک اس محبت کے ساتھ ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کی اتباع، آپ کی لائی ہوئی ہدایت پر عمل پیرا ہونا اور روزمرہ کی حقیقی زندگی میں آپ کے طریقہ کا نفاذ نہ ہو۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

اے اللہ ہمیں آپ ﷺ، آپ کے اہل بیت اطہار اور آپ کے صحابہ کرام کی اچھی محبت سکھا اور ان کی محبت سے بھی ہمیں نواز جو قیامت تک اچھے طریقے سے ان کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ ہمیں آپ کی سچی محبت پر قائم رکھ یہاں تک کہ ہم اس حال میں آپ سے ملاقات کریں کہ آپ ہم سے راضی ہوں اور آپ اپنے مبارک اور مشرف ہاتھوں سے ہمیں اپنے حوض سے پانی پلائیں اور یہ پانی ہمیں ان لوگوں کے ساتھ پینا نصیب ہو جن پر انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔

Marfat.com

وصلی اللہعلی اشرف المرسلین سید الاولین و الاخرین سیدنا محمد بن عبداللہ النبی الامی الھادی الی الصراط المستقیم صراط اللہ الذی له مافی السموات وما فی الارض

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود ہو اس پر جو تمام رسولوں سے اعلیٰ و اشرف ہے۔ اگلوں، پچھلوں کا سردار ہے۔ وہ ہمارے سردار حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں جو نبی امی ہیں۔ جو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔ جو اس اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے جس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

Marfat.com